

acc. 44884

MARC

1647
/ 5

کامنی

المشهور

حسن فرنگ

RECORDED 1935

گوهر سلیمان گوهر

Checked
1987

۱۰۷۲۸۳۴۵۶۷۸۹۱۰۱۱۱۲۱۳۱۴۱۵۱۶۱۷۱۸۱۹۲۰۲۱۲۲۲۳۲۴۲۵۲۶۲۷۲۸۲۹۳۰۳۱۳۲۳۳۳۴۳۵۳۶۳۷۳۸۳۹۴۰۴۱۴۲۴۳۴۴۴۵۴۶۴۷۴۸۴۹۵۰

No. 461

11/11/11

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

NOT TO BE USED

استاد

INDEXED 190

سُفُو

ناظرین زیادہ تعریف و فضول ایک نظر سے ہی لطیف سخن راز ناول معلوم ہو جاتا ہے اور خاکٹر مصنف نے بھی اس ناول میں اپنی ملک گوہر فشاں سے محبت و رنگ کے دلکش جوہروں کا رقص و گھٹانا سے

Check 1987

1987

فصل

مادل خون دل تیر الفت یوسف دل آرا بمن فرونگد بگرشده الفت روز بزرگ قطره مهر
شوی شرم عشق خون محرم گوهر کی افشاست بهمن قاسم و شیرین نیر غوغا

بسم الله الرحمن الرحيم

1913

یہ جوک سٹیم پر لیں اور انھوں میں طبع ملے گی

- (مفتوح) - - (مغلق) - - (مفتوح) - - (مغلق)

کروڑتی بنجاو یہ کتاب روپیہ بنانیکی مشین ہر فن ہولا کا حقدہ شہرہ ہوا ہے۔

کما سکتا ہو۔ انہیں مشہور و معروف نسخہ امرت دھارا بھی لکھا گیا ہے۔ فہرست ہزاروں ترکیبوں میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ بال عمر بھر پیدا نہ ہویکا عجب نسخہ۔ بال آڑ اینکا اصلی ولایتی صابون۔ بال آڑ اینکا پوڈر و عرق۔ پانچ منٹ میں بال سیاہ کریکا نسخہ۔ ربڑ کی جہیں بکھانے پکانے کی ترکیبیں۔ اجار۔ مرہ و چٹنیاں۔ ربڑ کی اشیاء و دپرس۔ دیکھنی انگریزی صابون۔ بوم کی اشیاء۔ موم بٹیاں۔ پیسیدوں قسم کی سیاہی۔ پریس کے لکھنے کی دیگر نسخے۔ کپڑا رنگنا۔ عطر و روح و لیونیڈ۔ خوشبودار تیل۔ اور نقلی جواہرات وغیرہ بنانا۔ غرضیکہ ہزاروں ترکیبیں درج ہیں۔ اس نادر و لاثانی کتاب کی قیمت صرف۔ (۱۰۰ روپے)

علاج الاطفال۔ بچوں کی پرورش کے متعلق ہر دو طریقوں سے مرض کی تشخیص اور علاج دینا نہایت ہی ضروری اور کارآمد ہدایات اور انکی کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دیدوں کیواسطے از حد اہم سیاریوں کی ماہیت اور علاج درج ہیں۔ یہ مفید ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی ادویات کا مطالعہ بھی ہر ایک گھر میں رہتی ہوئے قیمت (۴ روپے) اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اور استعمال میں لاسکتے ہیں۔ ادویات انگریزی میں انگریزی دوا ہیں۔ قابل دید و لاثانی ہے۔ قیمت۔ (۵ روپے) اسے نام اور فائدے اور طبی نام بھی درج کئے۔ لونی پرکاش میں ہر ایک اقسام کی بوٹیوں کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی نسخہ طاعت ڈاکٹری جو کہ انکی تصویریں۔ ان کی شناخت۔ خواص۔ رنگ۔ ہر ایک مرض کیواسطے تیر ہدف ہیں۔ اور آجکل فائدے۔ استعمال کے طریقے خلاصہ طور پر درج کی نئی روشنی اور زمانے کیلئے مفید ہیں۔ جن کو کئے گئے ہیں۔ جکا جانا ہر ایک حکیم وید کے آجکل اکثر شوقین چاہتے ہیں۔ اور خاصکر ان لئے ضروری اور کارآمد ہے۔ اور ہر ایک نگران حکماء صاحبان کے واسطے جو انگریزی ادویات کا نام بھی درج ہے۔ قیمت۔ (۱۰ روپے)

کو دلی برترجیح دیتے تھے عا در انگریزی کا استعمال معام علم و دانشا ساری۔ و انتوں کے ہر قسم کے پتے کرتے تھے۔ تیار کی گئی ہے۔ قیمت (۵ روپے) امراض اور نسخہ جات۔ نقلی دانت بنانا۔ موم ویدک انگریزی ڈاکٹر۔ میں ویدک اور انگریزی دوا ویرالات درج ہیں۔ قیمت۔ (۲ روپے)

المشتہر حکیم رام کشن جزل بک مرچنٹ شاہ عالمی دروازہ ۱

ایام قدر
بہاری گور
تیسرے
نہی ہے
تیسرے
رہا ہے
سے نکایا
اور کسی کے
رہی ہے
گھڑی ہو گئی
پہلی
بھرتا ہے
اب ہم
یہ
کرتے گی۔

پہلا باب

میں تمہاری صورت کا گریویدہاں

یہ شہر پانڈہ ہے۔ ایک پرفضا جگہ میں آباد ہے۔ یہاں اسپر ایک جھلسا صدر
ایام قدر کا نام میں گزر گیا ہے جس نے اسکی تمام عمارتوں کو ہمارا کر دیا ہے۔ اور
جہاڑی گورنمنٹ عالیہ نے جن جن کو خود سرور کے نام کو مہمونیہ سے حرف غلط
کی طرح مٹا دیا ہے تاہم اس شہر میں بلند عمارتوں کی آج بھی آٹھیں پنا ہو چکا جہوہ دکھا
کر ہی ہے۔ اور تو اب صاحب پہاڑ کی یاد دلا کر رہا یا کے شہر کو بے چلین کر دیتی ہے
تغیر بارش کے شالی سب پر ایک جھلک کسی یورپین کا بنا ہوا اپنی زبانی کش دھا
رہا ہے۔ اور اسکے سامنے ایک چھوٹا سا چمن کسی شوقین کے دست مبارک
سے لگایا ہوا اپنی حواش سنا کر رہا ہے یا سمن کی جینی جینی در شیعہ آتی ہے
اور کسی کے شام جان کو تازگی دے کر کسی نور شعل کی طبیعت کو فوج بخش
رہی ہے۔ تنے میں سامنے والی چٹن ٹٹی۔ اور ایک ورمین لیڈی سامنے آ کر
گھڑی ہو گئی۔ اور یوں گویا ہوئی۔

پہلی۔ دل خان ماں صاحبہ کے ہوتے کی وجہ سے ہمارا اہل اس وقت بہت
بگڑا ہے۔ ہم کیا کرے۔
اگر ہم۔ حضور کا دل رفته رفته پہل چاہیگا گھر نیکی کون بات ہے۔

لیڈی۔ یہ بات سنکر اندر کر کے چلی گئی۔ اور کوچ پر لیٹ گئی۔ اور اپنے دل سے باتیں
کرتے گئی۔ افسانہ میر سے دل پر خدا جانتے باؤ نے کہا کیا۔ کہ میری آرزو آج

نہرہ ہوا ہے۔
اپنی روزی نہ
بست ہزاروں
بال اگر اینکا
کا لٹخہ۔ دربار کی
و کیچی انگیزی
یہ کہ میر نے
ہ بنا نا۔ غرضیکہ
اور علاج دینا
بواسطہ از حرا
یات کا مقابلہ
میں اسکی
ت۔ (۱۸)
م کی پوشو
اٹھ۔ (۱۹)
تور پرور
بم دید کے
ایک زبان
(۲۰)
ہر قسم
بنانا۔ (۲۱)
(۲۲)
(۲۳)
(۲۴)

تمام کمزور میں طائر نوگر قرار کے مانند پھر رہی ہے۔ اور باؤس ہو کر رہ جاتی ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس کے خیال میں کونسا مقناطیسی اثر رکھا گیا ہے۔ کہ میں خیال کرتی ہوں۔ تو میرا دل کھینچا جاتا ہے اور مردم کسی کی پیاری پیاری صورت کی اسے وہاں یاد دلا کر محکمہ کے جین بنا دیتی ہے۔ آف ولین یہ تو کیا اپنی زبان سے کہہ رہی ہے۔ کیا کوئی پیچ اپنی زبان سے ایسے بیہودہ الفاظ کہہ دیتی ہے جس طرح کہ اس وقت میں کہہ رہی ہوں۔ اسے اللہ یا اللہ کا ایشن (فرقی) تمہارے کو اور فرقہ کے دیتا ہے۔ ورنہ میری یہ حالت کیوں ہوتی۔ اس کے ایک ہی منظرہ کے تو مجھ کو جان سے کھو دیا۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا باعث ہے۔ کہ میں نے صرف اس کی پیاری صورت اور موہنی صورت کی چند منٹ پرستش کی تھی۔ کہ جس نے یوں میرے اس باعث کو دیکھے۔ اگر وہ چار روز میں اس کے جمال و ہند فریب کی دھند سے اپنے خانہ و کونو کو نہ کر لے۔ تو خدا جانے میرے دل پر کیا افست نازل ہوتی۔ آف میں نے اس روز اس کو عرف اسٹیشن پر دیکھا تھا جس میں میرے دل کا یہ حال گردیا۔ کہ یہ کچھ کہہ نہیں سکتی۔ واقعی صورت تو خدا نے ایسی ہی عطا فرمائی ہے کہ جس کو دیکھ کر میری تو دل ٹپک جاتی ہے۔ جیسے چلتے وقت باؤ کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ اس کا چہرہ کئی کئی رنگ بدل رہا تھا۔ اس کی دلی آرزو میں آتی تھیں۔ اور میرے گلے کا۔ ہوتی جاتی تھیں۔ بدلتے والا چہرہ اس کا حال تھا کہ رہا تھا۔ کہ میں مجبور ہوں۔ اب ہم اپنی میم صاحب کو تو اسی حالت میں چھوڑتے ہیں۔ اور اپنے ہیرے سے مخاطب کر لے ہیں۔ دیکھئے تو اس کو کسی کا خیال کیا کٹاں کٹاں لے جا رہا ہے۔ آہ یہ کہاں جا رہا ہے۔ لو یہ تو تمہاری میم صاحب کے بگڑے کی طرف پیکا جا رہا ہے۔ اس پر دوسرا شخص کون ہے۔ یہ تو ہمارا میم صاحب ہے۔

وہی جان۔ کیوں ہمارا میم صاحب کیا اپنی میم صاحب کو تمہاری سپردگی میں دے گیا ہے۔

ابلا میم۔ جی ہاں۔

مگر یہ تو فریاد ہے۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔

وہی جان
میں نے۔ اور میر
یہ تو فریاد ہے۔
ابلا میم۔ آہ
میں نے۔ کہ
فطرت نے ش
کہ عاشق طبع
وہی تو جان
کرنا۔ کہ اگر
تو مجھ کو اپنے
ابلا میم۔ آہ
وہی جان
ایسے وقت
رویک یہ یاد
کہ صاحب کے
میں اور فرما۔
میم صاحب
ابلا میم۔
دوست ہر
دن آیا کرتا
میم صاحب
ابلا میم۔
میم صاحب
ابلا
کو سپرد کرنا

وہی جوان۔ میں شب کو صاحب سے اسٹیشن پر ملتا۔ وہ لکھنؤ سے آرہے
تھے۔ اور میں کانپور سے۔ اب میں اس وقت جیم صاحب سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔
یہ تو دہائیے۔ جیم صاحب کا مزاج کیسا ہے
جہاں جیم۔ آج تو بہت اخلاق سے پیش آئیں۔ کل کی خبر نہیں۔ بلکہ میں خیال
کرتا ہوں۔ کہ صاحب سے زیادہ نیک مزاج اور خوش طبیعت عورت ہے۔
فطرت نے شوخی کو انکے مزاج میں کوٹ کوٹ کر ہیرا ہے۔ میں اندازہ کرتا ہوں
کہ ناشق طبع بھی ہیں۔

وہی جوان۔ ابراہیم تم جاؤ۔ اور جیم صاحب سے میری جانب سے عرض
کرنا۔ کہ اگر آپ کے ٹائم میں ہرج واقع نہ ہو۔ اور کوئی تباہت بھی نہ سمجھو۔
تو مجھ کو اپنے پاس آنی کی اجازت دو۔
ابراہیم۔ آپ خود تشریف لے چلیے نا۔

وہی جوان۔ نہیں ابراہیم کسی یورپین لیڈی کے کوس بلا اجازت جانا خصوصاً
ایسے وقت میں کہ جب وہ تنہا ہو۔ اور ملاقات بھی پہلی مرتبہ ہو۔ میرے
نرمو یک یہ بات بالکل معیوب ہے۔ ابراہیم نے جا کر جیم صاحب سے عرض کر
کہ صاحب کے ایک دوست تشریف لائے ہیں۔ اور آپ سے ملنا چاہتے
ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ اگر حضور کا کوئی ہرج اوقات نہ ہو۔ تو وہ جیسی حاصل کروں۔
جیم صاحب۔ کیا کوئی یورپین ہے۔ یا ہندوستانی۔

ابراہیم۔ حضور یہاں کے رئیس کے لڑکے ہیں۔ اور صاحب کے بڑے
دوست ہیں۔ ایک نوجوان کم عمر آدمی ہیں۔ اور وہ صاحب کے پاس آئے
وہ آیا کرتے ہیں۔

جیم صاحب۔ ول خان ملن ہم کو نہ کر غیر شخص سے ملاقات کر سکتا ہے
ابراہیم۔ حضور کی خوشی۔ ویسے تو یہ ایک شفیق یا نہتہ شفیق ہیں۔
جیم صاحب۔ اچھا اگر تم جانتا ہے تو بلا لاؤ۔ جیم تہاری خوشی سے مسکتا ہے۔
ابراہیم آیا اور ہمارے زخم تکہ باکرے کیا۔ اور ہمارے زخم ان کے جیم صاحب
کو سلام کر میں بختیاری۔ اور اس قدر لڑائی ہو چکی ہے۔

ہو کر رہ جاتی ہے۔
ہے۔ کہ میں
یہی صورت
کیا اپنی زبان
کہہ دیتی ہے
فرقی (مجھ کو
یہ نظر
میں نے صرف
کہ جس نے
ہندو کی
بلا ہوتی
مول کا یہ حال
ظاہر فرماتا ہے
اپہرہ عبور
جس آتی
اس کا صدمہ
میں چھوڑتے
کا خیال
تہاری
ہے۔

یہاں سپردگی

میم صاحب - کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ صاحب اس وقت بنگلہ پر نہیں ملتے

وہی جوان - آج - ہاں مجھ کو معلوم ہے کہ صاحب اس وقت اسٹیشن پر وہی کے دیشنگ روم ہو گا۔ البتہ کل صبح سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ میں اس وقت صرف آپ سے ملے آیا ہوں۔ شاید آپ نے مجھ کو اس وقت بالکل ہی نہ پہچانا۔ کل شب مجھ سے اور آپ سے صاحب کی ہمراہی میں ملاقات ہوئی تھی۔ اور ایک منٹ کبھی سکیڈنگ معمولی خراج پر ہی رہی تھی۔

میم صاحب - درج ذیل ملاقات کر کے (ہاں بیشک ہم نے تم کو اس وقت یا کب نہیں پہچانا۔

وہی جوان - ہاں میم صاحب عزیز آدمی کو اس سے بھی پہلے بھول جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بات سے زیادہ ہو گئے۔

میم صاحب - (حیرت پر) نہیں رہیں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے تپ چلنے لگے وہی تھا۔ اول تو تم کو رات کے وقت بہت حقوڑی دیر دیکھا۔ علاوہ ان دن اس سے قبل کبھی دیکھنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔

وہی جوان - یہ عذر بھی آپ کا مقبولیت کا پہلو ہے ہوئے۔

جہاں کا میری دل میں بہت خوش ہوئی۔ کہ خدا نے گھر میں میرا پورا ہی کیا وہم ان کے چہرہ کو شکل بندھے تک رہی تھی۔ اور اس کی دلی آرزو میں تو مجھ کے پیار سے پیار سے رخسار سے پر قرین ہو نیکو طیار ہو رہی ہیں۔ اسکا دھڑکنے والا دل اس کے پہلو میں دھڑک رہا ہے۔ اور چلنے والی طبیعت چل رہی ہے۔ اسکا کہنے والا دل اسکا دلی ہمید کہنے کو طیار ہے۔ مگر فطرتی حیاتے قفل سکوت نگر میرا خوشی لیڈی صاحب کے لب نازک پر رکھا دیا ہے۔ یہ ہزار کنشش کرتی ہے۔ کہ میں وہ صدمہ جو دل نازک پر لگا رہا ہے۔ لگندوں۔ کین کسی کاروبار میں اب متور ہی دل پر چھایا ہے۔ کہ لب

میم صاحب - اب یہ جگہ بہت عزیز ہے۔ کھڑکیاں سے ہم آیا ہے

بہت اچھا رونق والا ہے

وہی جوان۔ یہاں غصوں کا مسکن ہے

سیم صاحب۔ بابو تم نے یہ کیا کہا سیم بالکل نہ سمجھا۔

بابو۔ سیم صاحب میں یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ واقعی آپ کو اس نکلے اور جگہ ہے

سیم صاحب۔ نہیں نہیں بابو تم نے پہلے کچھ اور کہا تھا۔

بابو۔ جی شاید کچھ اور کہا ہو۔

سیم صاحب نے اس فقرہ پر نوجوان کو ایک گرم نگاہ سے دیکھا اور جب وقت

وجوان نے اپنی شرمیلی نظروں سے سر ہٹا کر لینڈ کیا۔ تو سیم صاحب کے لب لہجہ

پر خفیت تبسم کا اثر نمایاں پایا۔ اور ٹالنے کے طور پر دھڑ دھڑ کی باتیں چھیڑ دیں۔

بابو۔ سیم صاحب آپ کو ولایت سے آئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا۔ میرے ایک

عزیز لندن میں رہتے ہیں۔ ان اگر آپ کو سفر کے باعث کوئی تکلیف ہو تو میں

حاضر ہوں۔ قریب ہی میرا مکان ہے۔ جو ضرورت ہو بنا تکلیف شکوایہ

تو میں ایک معمولی درجہ کا آدمی ہوں۔ مگر آپ کے کسی حکم کی تعمیل کرنے

میں تاحضرہ ہونگا۔

سیم صاحب۔ نہیں نہیں۔ آپ کا میرا بی بی کو کسی چیز کی ضرورت نہیں اور

اگر ہوگا۔ تو تم کو ضرور تکلیف دے گا۔

بابو۔ تکلیف بھرا عین راحت کا باعث ہوگا۔ اور ہاں میری ایک عرض اور

یہی ہے۔ اگر بار خاطر نہ گذرے تو عرض کروں۔ وہ یہ کہ کمترین کام سے اگر

حضور کا قدمو سی سے فیض ہو کر حفظ و زندگی اٹھائے۔ کیونکہ جب تک بھانسی

نہ بجائیں۔ تب تک باندھ ہی میں بہت کم مٹھ نیگے۔ میں اسد کرتا ہوں۔

اگر حضور سے حکم آجائے گا ضرور ملے گا۔ اور آپ کا دل بھی نہ گھبراے گا۔

بلکہ ہر روز بہت عرصہ اید چیشی سکول حاضر ہونگا۔

سیم صاحب۔ اچھا اچھا جس وقت آپ کا فرشی ہو۔ تشریف لائے۔

خاک ماں بالو کہ اسے چار لاء

بابو۔ سیم صاحب میں ایک گرم نگاہ سے دیکھا اور جب وقت

جاء سے شوق نہیں ہے۔ پہلے فائیدہ نکلیگا، اٹھانا کی ضرور۔

میم صاحب۔ دل بابو ہیکو چچا کے ایک نیک چچین نہیں۔
بابو۔ جی بجا ہے۔

میم صاحب۔ دل بابو تمہارا کیا نام ہے
بابو۔ حضور مجھ کو سجاد حسین کہتے ہیں۔
میم صاحب۔ اول رائیٹ۔

سجاد حسین۔ میم صاحب آپ لوگ بڑے بامروت ہوتے ہیں۔ آپ کے خلق
کا تو تمام ہندوستان میں شہرہ مورا ہے۔ ہمارے گریڈ عالمی نے ہمارے
فائیدہ کے واسطے اقسام اقسام کی اشیاء ہندوستان میں جاری کر رکھی ہیں۔
ایک ریل ہی ایسی سواری نکال دی ہے۔ کہ عام و خاص لوگوں کو اس سے فائیدہ
پہنچتا ہے۔ پیرے بزرگوں کے ساتھ بھی ان لوگوں نے وہ دوسروں کے
میں۔ کہ جن نے مجھ کو اور میرے بزرگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ ملے اگر
کوئی موقع ملتا ہے تو اپنی تمام سروسزت کہیں رنگا۔

میم صاحب۔ دل خاں بابو کے واسطے سگریٹ لاؤ۔

ابراہیم بہت اچھا کہہ کر چلا گیا۔ اور میں نے دھواں گوسگریٹ لاکر دیا۔ ورجن
نے سگریٹ کو سگایا اور پینا شروع کیا۔

ابراہیم تو اٹھ کر چلا گیا۔ اور ہمارے ورجن میم صاحب نے یوں گفتگو
شروع کی۔

سجاد حسین۔ میم صاحب بخدا آپ کی بڑی پیار سی باتیں ہیں۔ آپ کی باتوں سے
یہ باطل نہیں پایا جاتا۔ کہ آپ یورپین لیڈر ہیں۔ کیونکہ آپ کی اردو
بہت صاف ہے۔

میم صاحب۔ بابو ہیکو اکثر ہندوستان رہتے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ہمارا
موجودہ سال کا جوئے کو آیا۔ ہم نے اردو بہت پڑھی۔ اسوجہ سے ہمارا
پیرستہ بڑا ہو گیا ہے۔

ن۔ میں اس وقت سے دیکھتا ہوں۔ تعجب و شمنان کسی

طبیعت ہے جو آپ کا دم بدم رنگ متغیر ہو رہا ہے
 میم صاحب - دل باوہم نہیں کہہ سکتا - کہ تمہارے آنے نے ہمارے دل پر
 کیا بل کر ڈالا ہے -

سجاد حسین - مجھ پر جو آپ کے حسن جالینوز کا وہ رعب چھا گیا ہے - کہ آپ
 کا نام ہی معلوم نہ کر سکا - کیا میں حضور کا نام نامی اسم گرامی معلوم کر نیکی جرات
 کر سکتا ہوں -

میم صاحب - ہمارے باوہم کو دین کہتے ہیں -
 سجاد حسین - پیار سی دین میں تو تمہاری صوت کا گر دیدہ ہوں - اف میں
 زخمی سے جاتا ہوں

وہ دین - باوہم نے تمہارے ان الفاظ کو بالکل نہیں سمجھا - نہیں معلوم تم کیا
 کہہ رہے ہو -

سجاد حسین - اے اللہ تم نہیں جانتی ہو - کہ اس روز تمہاری وہ فریب شکل
 میرے دل پر چھلنے لگی تھی -

پہلا باب

اف المیہ میں لیکروں

تم تم کے ولیس کا ہے جگر میں ٹٹنا دو یار یہ کیسا درد ہے جکی دوا نہیں
 شام کا یہ حصہ شروع ہو گیا ہے - سامنے میز پر لمپ دکھاؤ اہل رہا ہے
 اور اسکی روشنی کسی اسٹنڈے والے جوہن کی طرح امد کا چلا آرہا ہے - سامنے
 کچھ پریم دو نو جو کو بیٹھا باتیں کرتے پاتے ہیں -

اصغر علی - ارے بھائی سجاد حسین صاحب یہ کیا بلا آئی ہے

میں بنگلہ پر سماج کے رہنے والے ہوں - تو جو جگہ کے برک چھوڑ دیتا ہوں -
 ملایا - اور پھر صاحب نے اپنی میم صاحب سے بات چلوا دیا - اور گریہ پر پیشہ

نئے دن جایا کرتے ہیں۔

سجاد حسین۔ یہی جیسے سبق انگریز کا کان سے پڑھنا شروع کیا ہے۔
وہ بڑے دبیر شخص ہیں۔ بیگڈالینڈ صاحب جو ہندوستان میں ایک بڑا انجنیر
گزر رہے۔ اسے اہل کے کارندے ہیں۔

اصغر علی۔ ارمان ہم سے کیوں اڑا گئے ہو۔ ضرور دال میں کالا ہے۔

سجاد حسین۔ میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ مجھ سے کل
صبح انکر مجھ کا۔ اب میں سوتا ہوں۔ کبھی دن سے نہیں سویا ہوں۔
اصغر علی۔ میں جانتا ہوں۔ آرم فرمائیے۔

اصغر علی تو اٹھ کر چلا گیا۔ اور سجاد حسین بستر پر جا کر لیٹ رہا۔ اور اس
کو دہلی کے خیال نے آکر بے چین کرنا شروع کر دیا۔ اور کبھی گھبرا کر یوں
کہہ دیتا تھا۔

اف اند میں کیا کروں۔ میرا تو تمام صبر و شکیب دہلی نے چھین لیا۔ اس روز
اسکا اہل نامہ فریب کیا دیکھا۔ کہیں تو از خود رقت ہو گیا۔ اف اس ظالم کی
صورت کیا غضب و صہا رہی ہے۔ اور جو بن تو پتھر نے وہ عطا فرمایا ہے۔
کہ جو دیکھتا ہے۔ سو جان سے مٹ جاتا ہے اسے اس کی سیاہ سیاہ آنکھیں
نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ اور پیارے پیارے خساروں کے
جلوہ نے تو مجھے وینا سے کھو دیا ہے۔ اس کی نشیل آنکھیں زور سے
حاصل اٹھ دیتی ہیں۔ اف اس کی بھولی باتوں نے تو مجھ کو
جانہ رکھا۔

اڈا نے دال آباد تو مجھ کو کیوں بے چین بنائے دیتی ہے ذرا کر
میں تیری ناز و داری کے قابل نہیں ہوں۔ میرا شیشہ دل اس قابل ہی
نہیں۔ کہ تیری جدائی کی جھین اٹھا سکے۔ اور دل میں رہے جو اسے
کسی کے خیال تو جہا۔ اور اسکو میرے حال سے آگاہ کرے اس ظالم

میں اس وقت سے دیکھتا ہوں، نصیب دشمنان کی

شعر مصنف

درد اور دل و جگر کی تپ بھر یاد کی

سکس اس کی دوست کو تپ میں دوا کر دے

کیا عشق خانہ حزب سب کو یونہی از خود رفتہ کر دیتا ہے۔ جب کہ تو مجھ کو
اسوقت بے چین تیار ہے۔ دو دنوں کا حال دیکھئے۔ وہ الگ گپ تشبیب اڑتے
ہیں۔ ہمارا تو دل نکلا جاتا ہے۔ انکو مذاق کی سوچھی ہے۔

ہمارا امیر و دل میں باتیں کرتے کرتے بیسوش ہو گیا۔ اور صبح صادق
نے اپنے شرمیلہ چہرہ سے شاہد بازار کی کی طرح تقابلاً

عصا فیرنے شاخہاں لگی ہو پوچھ کر چپے شروع کر دیے۔ کوؤں نے
کابیلں کابیلں کی رٹ لگائی ہے۔ کوئلے نے تو نے لگی لو لگائی۔ مرغ سحر کی
آوازوں کی حدیثیں بلند ہونے لگیں۔ صبح عید ہوئی وجہ سے عید گاہ میں
پولیس لائن کے میدان میں ایک چل چل بچ رہا ہے۔ بازار میں لوگ
اکا دو کا آ رہے ہیں۔ اور اپنی و کابیلں اور اقامت اقامت کے اشیاء
دوڑے ہوئے لارہے ہیں۔ سکونٹوں نے چھڑو گھاؤ کیا ہے زمین سے
سوندی سوندی خوشبو نکل رہی ہے۔ پولیس میں جمل قدمی کر رہے ہیں۔
آج ہمارے صاحب کے بنگلہ پر بھی بڑی صفائی ہو رہی ہے۔

ابراہیم صفائی کی دوڑ و معویہ میں کوشاں ہے۔ مایلوں پر تاکید کر رہا ہے
کہ یہ سگے اور صحر چنو۔ وہ ہائے وائے سامنے رکھتا یہ سو من و لا مکملہ ذیہ پر
رکھو۔ یہ درگس کا مکملہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ خشتوں کا مکملہ میز کے قریب
لگاؤ۔ تمام آرائش کو قرینہ سے سمجھاؤ۔ تاکہ صاحب بنگلہ سے برآمد ہوں۔
تو آپ لوگوں کو عید کا انعام ہے۔

اتنے میں صاحب بنگلہ سے برآمد ہوا۔ اور سب کو حسب لیاقت انعام
تقسیم کیا۔ اور اپنی بیوی پر جانے کو تیار ہو گیا۔ اور ہمارا زوجہ انھی صبح ہی
سے بنگلہ پر مراجعت رہا ہے۔ زوجہ نے بڑے تپاک سے صاحب سے امانت
ملا لیا۔ اور پھر صاحب نے اپنی نیم صاحب سے امانت ملوایا۔ اور گری پر بیٹھنے

کو اجازت دی۔ اور ہمارے نوجوان کی طرف یوں مخاطب ہوا
صاحب۔ دل باؤ آج تم اتنے سویرے کیسے آیا۔

سجاد حسین۔ آج عید کا دن ہے اسوجہ سے آپ سے اتنے سویرے سے
جدا آیا۔ ورنہ یہ وقت تو میرے سونیکہ ہے۔

صاحب۔ (گھڑی دیکھ کر) میں نہایت امنوس کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں آپ
کی خدمت میں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں بہت ہی عدیم
الفرصت ہوں۔

سجاد حسین۔ آپ اپنی ڈیوٹی پر تشریف لے جائیے۔ آپ سے عفات تو ہر
انگلی ہے یم صاحب اب میں جاتا ہوں۔ مجھے یک نام ضرور سی ہے۔
صاحب۔ گڈ بائی۔

سجاد حسین۔ گڈ بائی۔

یم صاحب۔ باؤ بیٹو ابھی تم جا کر کیا کر دے گے۔

سجاد حسین۔ اب میں بالکل نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر ایک منٹ دیر ہوگی۔ تو پھر میں
نہ جاؤں گا۔

یم صاحب۔ اگر تمہارا کچھ واقعی ہوتا ہے۔ تو تم تکو اجازت دیتے۔

سجاد حسین۔ یم صاحب میں منتنا تھا۔ ورنہ میرا دل تو آپ کے پاس سے جدا
ہو سیکو ایک دم کو نہیں چلتا۔

ایم صاحب۔ آج تم اداس اور چپ چاپ کیوں ہو۔

سجاد حسین۔ رات سے میرے سر میں درد ہے

یم صاحب۔ کیوں کیا وجہ۔

سجاد حسین۔ اس میں بھی کچھ نہیں ہے کہ میرے سر میں درد ہے۔

خان مال۔ (دکھ سے) میں آنکر اصرار علی صاحب جو پہلے تھا مرتبہ آپ کے ہمراہ
آئے تھے۔ اب بھی تشریف لائے ہیں۔ اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور بلاتے
ہیں۔

ایک آپ کے والد صاحب نے یاد فرمایا ہے

سجاد حسین - ابراہیم تم کہو - میرے کمرے میں - میں انہیں کپڑوں سے
نہاڑ پڑھونگا۔

ابراہیم - بہت خوب۔

میم صاحب - بابو بھو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنے گھر سے ناراض ہو کر آیا
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عید کا دن اور تم اتنی صبح یہاں آیا ہے۔

سجاد حسین - میم صاحب کیا عرض کروں - ہم ہندوستانیوں میں ایسا طریق
واقع ہوتا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ہم لوگ آئے دن پریشان رہا کرتے ہیں۔ وہ
یہ کہ اولاد جب تک سن بلوغت کو نہ پہنچا لے۔ کیا طاقت اس عزیز بیچارے
کی کہ اس دماغ میں اور کوئی بوسہ بھی آئے پاسے۔ خاص اسوجہ سے شریف
آدمی اپنے ماں باپ سے یہاں تک تنگ اور عاجز آجاتے ہیں۔ کہ ان سے
صریح گفتاخی کے حوالات صادر ہو جاتے ہیں۔ اگر شادی یا یہ ہو چکا ہے
تو سجان الدنور علی نور۔ نئی نئی مہینت نیا بنیا بیار اگر اس پیار کا بیو کا گوساں
سسر کی کوئی بات ناگوار معلوم ہوئی۔ تو حم ٹھونک کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔
اور اگر میاں تو کر چا کر کسی کہیں یا تجارت سے ذریعہ معاش حاصل کرتا ہے
تو چون چٹکی تو سب درکنار سلام دعا بھی ترک اب انہیں کچھ سمجھتا بھی نہیں۔
میم صاحب واقعی یہ فوٹو عام طور پر ہم لوگوں کی طبیعت کا اندازہ ہے
اور اگر دو چار فیصد ہی ایسے نہ بھی ہوں۔ تو شمار میں نہیں۔ میم صاحب نے
ایک مزاحشی ٹیپنگ لکھایا اور لکھا۔

دل بابو تم کو یہ کیسے بائیں آیا۔ تم کیا عورت والا میں ہے۔

سجاد حسین - بہنیں صاحب ممکویہ باتیں تجربہ نے سکھا دی ہیں
ابراہیم - ذکر میں آکر آپ کو اصغر علی صاحب پھر بدلتے ہیں۔
میم صاحب - اذکا کلاس فیو ہے۔ اندر کے کمرے بالائی۔

اصغر علی نے اندر کمرے کے پینٹے ہی میم صاحب کو سلام کیا۔ اور اپنے
دوست کے برابر کمرے پر بیٹھ گیا۔

میم صاحب تم کو کیسے معلوم ہوا کہ بابو بھو پر ہو گا۔ اور یہ کیوں ناراض ہیں

اصغر علی۔ اس کا جواب تو میں کچھ نہیں دے سکتا ہوں سو اس کے کہ یہ میری غلطی ہے نہ وجہ ناخوشی کی جو ہے بتائے دیتا ہوں۔ میم صاحب ان کا مزاج کچھ اس طریق کا واقع ہوا ہے۔ کہ جب ان کے خلاف مزاج کوئی بات بکھاہی۔ اور یہ ناراض ہو سکے۔ کوئی بات بھوتو تباؤں۔ اب آپ ان کو اجازت دیں۔ تاکہ میں ان کو اپنے ہمراہ ہی لے جاؤں۔ ان کے والد مجھ پر ناخوش ہو گئے اور مور ہے میں

میم صاحب۔ دیکھو ہم نے باکو روکا نہیں ہے۔ تم شوق سے لہجاء۔ اصغر علی۔ آپ ان سے شک نہ فرما دیجیگا۔

میم صاحب۔ ہم اس بات کو بالکل نہ سمجھا۔ اصغر علی۔ آپ کے کہنے سے چلے جائیں گے۔ میم صاحب۔ ڈیر یاو جاؤ کپڑا ہینو۔

سجوا حسین۔ میم صاحب کیا آپ مجھ کو شکا تصور فرماتی ہیں۔ میم صاحب۔ نہیں بلکہ مجھ سے مطلب یہ ہے کہ تم جاؤ۔ اور رسم کے سوا کچھ نہ لے لو۔ اور غریب عید ان کرو۔ پھر تمہارے پاس آؤ۔ سجوا حسین۔ آپ اس وقت مجھ کو یہ حکم نافذ نہ فرمادیں۔ آخر آپ کیوں اس قدر اصرار کرتے ہیں

میم صاحب۔ ہمارا خوشی۔ سجوا حسین۔ اگر اصالح میں میری نسبت کچھ نہ فرمادیں۔ تو بہتر ہوگا۔ ورنہ مجھ پر جبر ہوگا۔

میم صاحب۔ ڈیر یاو تھو ہمارا قسم۔ حید جاؤ اور رسم کو واپس کپڑا ہینو۔ سجوا حسین۔ آپ سے اب شک ہو کر رہا۔

ہمارے دو جوان سے ایک ٹنڈا اسانس لہرا۔ اور کامل ایک منڈ تک غور سے میم صاحب کے خند گنگوں کو لگتا رہا۔ اور لگتا رہا کہ کہ رخت ہوا۔ اور چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اچھا صاحب آپ کی قسم نے مجھ کو مجبور کر دیا ہے۔ میں جاتا ہوں۔ اور تیل حکم میں بسیر چشم حاضر ہوں۔ ہمارا دو جوان اپنے دوست

اصغر علی کے ہمراہ مکان کو گیا جس کی کپڑے پیسے اور عید گاہ میں جا کر نماز ادا کی پھر مکان پر واپس آیا۔ مادر شفقہ کو سلام کیا۔

مادر نوجوان۔ اے سجاد حسین یہ کیا بلا گھوڑی ماری ہے۔ عید کا دن اور تم کو گھر بیٹھا ناگوار ہے۔

سجاد حسین۔ امی جان میں ذری صاحب سے ملنے گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی ڈیوٹی پر جانے والے تھے۔

مادر نوجوان۔ اے تو ایسے سویرے سے نکو جانے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ دو رہا کسی کے بچے کے ایسے آوارہ الطوارہ ہوں۔ صبح ہوئی نہ پڑھتا نہ لکھتا۔ پڑھے پھرتے ہو۔

سجاد حسین۔ امی جان سکول کی چٹھی سے فرصت پا کر ادھر ادھر پھرتا ہوں۔ یاد دہانی بیکار سن طعن کرتی ہو۔

مادر نوجوان۔ اے تو پھر یہ تم دن بدن دبے کیوں ہوئے جاتے ہو۔

سجاد حسین۔ کیا اس میں بھی سیرا کھد زور ہے کہ میں دبلا ہوتا جاتا ہوں۔

مادر نوجوان۔ اے تو یہ پھر کیا بلا ہو گئی۔ ذری ہوش کی لا۔ میں سب جانتی ہوں۔ بددلی بایں نہ کرو۔ اے تصور چھوٹی آیا کو ذرا بلانا۔

تصور۔ امی جان تو اس وقت آرام کرتے ہیں۔

مادر نوجوان۔ اے تو انکو بیدار کرنے میں نگوڑھی کتنی بایں کرتی ہے۔ تصور کئی۔ اور اپنی خالہ فیروز سی خانم کو شامی کمرہ میں سے بیدار کر کے بلاتی۔

مادر نوجوان۔ اے باجی دیکھو تو یہ سجاد حسین کو آنکھوں دیکھتے کیا ہو گیا۔ میں خود آئے دن دیکھتی ہوں۔

فیروز سی خانم۔ باجی سرور کی خانم سجاد کے دشمن کا حال اچھا نہیں ہے۔ میں خود آئے دن دیکھتی ہوں۔ کہ بشرا اچھا کیا کرتا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے۔

سرور سی خانم۔ اے تو مجھ سے کیا پوچھتی ہو خود اسی سے معلوم کرو۔ فیروز سی خانم۔ بیٹا سجاد نصیب دشمنان کی کسی طبیعت ہے۔

سجاد حسین۔ خالہ جان آپ کی دعا سے میں تندرست ہوں۔ ذری بخار کی
خداوند عز و رب ہے

فیروز می خانم۔ اے بھابی یہ تو کئی دن سے سکول کو نہیں جاتا ہے۔ ماٹر
صاحب نے کئی مرتبہ اسکے کلاس فیلو کو میرے پاس بھیجا۔ اور معلوم کیا۔ لیکن میں
نے اسکے باپ کی وجہ سے کہا بھیجا۔ کہ اسکی طبیعت ڈرنا ساز ہے۔

تصور۔ امی جان بھائی جان کے پاس جو اصغر علی صاحب آیا۔ کہئے۔ وہ اب نہیں
آتے ہیں۔

سرور می خانم۔ ہاں بیٹی ابھی کی تو یہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے۔ کو کا لگے ایسی
دوستی کو جانے سے بچے گا یہ کیا حال کر دیا ہے۔

فیروز می خانم۔ ٹوڑ ماری یہ کیا آفت ہے کہ بتل بیڑا ہی نہیں لگتا۔

سرور می خانم۔ اے بیٹا سجاد حسین تم نے کچھ نہیں بتایا۔

سجاد حسین۔ امی جان آپ ہم کو یہاں ٹھہرنے نہ دیں گے۔ اچھا اب میں

جا کر اپنے کمرے میں لیٹا ہوں۔ سجاد حسین اٹھ کر باہر چلا آیا۔ اور کمرے میں

آرام کرتے لگا۔ مگر شاہو دل کسی کی کب مانتا ہے۔ آخر اس کو بے چین

کر نیوالے دل نے بیتاب بنانا شروع کیا۔ تو اٹھ کر میم صاحب کے بنگلہ کی راہ

لی۔

میم صاحب نے برآمدہ سے دو جوان کو تے موئے دیکھا۔ تو خان ما

سے کہا۔ جاؤ جکاؤں میںے متکثر خصلت دیا۔ خات مان چلا گیا۔

میم صاحب۔ ول باو تم نماز پڑھو آیا۔

سجاد حسین۔ جی نماز اوکیڑے دو نو سے فارغ ہو آیا۔ اب میں آپ کے ہر حکم

کی تعمیل بہت خوشی کے ساتھ کر سکتا ہوں۔

میم صاحب۔ دیکھو بابو ہم تم سے ایک بات پوچھتا ہے۔

وہ یہ کہ تم سے پہلے ہم نے کئی مرتبہ جانے کو کہا۔ کہ تم جاؤ رسم

کے موافق کپڑا بدلو۔ نیز تمہارے کلاس فیلو نے بھی کئی

مرتبہ کہا۔ لیکن تم نہ گئی۔ مگر اب یہ رسم سے تم

کیوں اتنا میوڑ ہو گیا۔

سجاد حسین۔ میری رائے میں آپ اسکو بالکل دریافت نہ فرماویں۔

میم صاحب۔ نہیں ہم آج تم سے ضرور دریافت کر لیتا۔ اگر تم نہ بتاے گا۔ تو ہم ناخوش ہوگا۔

سجاد حسین۔ پیاری دین یہ بات بھی کوئی دریافت کرنے کے قابل ہے۔ نظام ہے کہ میں تم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تصور کرتا ہوں۔ ششوس حب کو اپنی جان و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھوں۔ اسکی قسم کو کیونکر نہ ماؤں۔ آپ نے خود با اصرار معلوم کیا تو میں بھی ابا صاف صاف بتائے دیتا ہوں۔

میم صاحب۔ بالآخر کیسی باتیں کر رہا ہے کیا کچھ لٹ پٹی کر آیا ہے

چہ خوب

ہم نے تو اب لٹ پٹیا ہی نہیں جیسے تیشی تاروے۔

جان سن۔ یہ کوئی لٹ نہیں پٹا۔ بس تو سنو۔ یہ لٹ تو میں

اس دن سے پیا ہے جس رات تم کو صاحب کے ہمراہ اسٹیشن پر دیکھا تھا۔

میم صاحب۔ دیکھو باویم ایسی باتیں ہرگز سننا نہیں چاہتا۔ ہم کو ہتھارے طریقہ سے چلے ہی ثابت ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ہم نے آج تم سے صاف صاف الفاظ میں کہیا۔

سجاد حسین۔ تو مجھ کو بھی لازم ہے تم سے آج اپنا درد دل کہہ گذروں۔

کیا وجہ کہ تم نے صاف صاف جواب جس حالت میں دے دیا۔ تو مجھ کو بھی کہنے کی جرات ہوئی۔ مثل مشہور ہے کہ درمزا کب نہ کرتا، پیا رحی دین آپ کیوں یہ باتیں نہ چاہا جب کہ کرتی ہو۔ ان چلے دل کو لے لیا۔ اب یوں باتیں بنانا کس نے مانا۔

میم صاحب۔ ہم اس بات کو بالکل نہ سمجھا۔

سجاد حسین۔ پیلہ کی تم کیوں سمجھنے لگیں۔ تم کو کب غرض ہے۔ نہیں معلوم کیونکر ہو۔ یہ جانناں میرے دم پر بنی جو کچھ بنا کی

سجاد حسین۔ خاف پیار می دین میری زندگی کا آج آخری دن ہے۔ کیونکہ حضور
سے آج صاف جواب مل گیا ہے۔

میم صاحب۔ تو کیا تم اپنا جان دینا ہے اور مجھے الزام لگا بیگنا۔

سجاد حسین۔ نہیں بلکہ تمہاری عقل پر
میم صاحب۔ دیکھو بابو تو ہم شادی والی عورت ہے تم اگر ہماری نسبت اب
خیال کر لیتا۔ تو بہت برا ہو گا

سجاد حسین۔ میرے واسطے کوئی برا نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو
ابت سب کچھ ہو سکتا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اسے جان ہم تو
تم سے سبھی نازک مزاج ہیں۔ بشر۔ یوڑی چڑھائی تم نے اور صدمہ نکل گیا۔
میں آپ پر الزام لگتا ہوں۔ میری قسمت میں آزل سے صانع قدرت نے یہی
کٹھن فرمایا ہے۔ کہ میرا گل جو انی کھلنے سے پہلے موت کے دیر دست جھونکے
سے کسلا کر خٹک ہو جائے گا۔ فسوس میں اور آپ دونوں مجبور ہیں
مگر اس نا اسی درمی و نا کامی پر پورا یقین کر کے اور آپ کو اپنے حال پر
بالکل مامور مان پا کر دو آرزوئیں مجھ کو مجبور کر رہی ہیں۔ سمجھتے ہیں۔ کہ عرض
شاید قبول ہو جائے

میم صاحب۔ پیارے بابو تم بولو وہ دلی دو آرزوئیں کیا ہیں۔ ہم انکے مان
لینے کا اقرار کرتا ہے۔ بشر۔ کہ تم اپنی جان دینے کی کوئی تدبیر نہ کرے۔

سجاد حسین۔ پیاری وطن کیا عرض کروں مجبور کروں اور نہ تو ایسے واپیات
حب ال کو اپنے نزدیک تاک نہ آئے و تھا۔ کیونکہ مجھ کو کسی بھولی صورت
نے اپنا گردیدہ و شید اپنا لیا ہے۔ میں نہایت ادب کے ساتھ پہلے تو ان
حبسوں کی معافی چاہتا ہوں جس سے تمہارے نازک دل پر میرے
کلمہ حق کہنے کا ملل گذرا ہے انہوں نے بد عرصہ میں مدعا کی طرف رجوع
ہوتا ہوں۔ میری پہلی آرزو یہ ہے۔ کہ آپ اپنا وصیت بد میں میرے
دھم کئے واسطے دل پر چند صاعقت کے واسطے رکھ دیں گے۔ تاکہ میرا
بتیاب دل مجھ کو اتنی محبت دے کہ میں گلیہ نہ کر سکوں۔ پتہ پہنچ جاؤں۔

آج عید کا دن ہے۔ میرے کوئی دوست آئے ہونگے۔ میں ان سے
آخری ملاقات کر لوں اور اپنے اٹھ کھیلے دو سنتوں کی صورت خوب جی بھر کر
دیکھ لوں۔ اور یہ چند اشعار انکو سنا دوں

یام جوانی ہے نہ پھولے نہ پھلے میں
شادی کے جودن آگے تو مر نکو چلے میں
چل جاؤں سیکڑوں تیر سر پر مرے
مکمل نہیں کہ راز محبت عیاں کروں

پیار سی اولین دوسری عرض یہ ہے۔ کہ جب آپ یہ سن لیں کہ اس نے میری
چاہت کا خوب شراٹھا یا۔ اور میں صاف جواب دیا۔ تو اس نے زہر لھایا۔
تو تم میرے جنازے تک تکلیف کر کے میری روح کو خوش کر جانا۔ اور میری
میت کو باغ باغ کرنا۔ پیاری ہر چند کہ تم بہت نازک مزاج اور حسین ہو۔ لیکن میری
میت سے خوف نہ کھانا۔ میں سر کر بھی تمہاری محبت میں دم ہوش رہوں گا۔
پیار سی میری دلی آرزو ہے جیسے بتایا بنا رہی ہے۔ یہ کہہ کر ہمارے نوجوان نے
اپنی پاکٹ سے لیشمی رومال نکالا۔ اور چشم گریاں پر رکھ کر زار زار مثل ابرو بہا رہا
روما شروع کیا۔ کمرے میں چند منٹ تک یا کھل سناٹا طار کا رہا۔ یہ سیم صاحب
کے دلو کو نوجوان کی چرب زبانی پہلے ہی موم کی طرح نرم کر چکی تھی۔ اس ساخ
خیرت اخرا اور کلام محبت خیر کا خیال کیا۔ تو نوجوان کے آنسو جوشل گوہر
کے اس چشم زکین کے نہ دیکھے گئے۔ ذرا مانند برق اپنی کر سہی گئے
ترپ کر کر سہی کے سرے چسپ کہ نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ آئی۔ اور نہایت قیامی
کے ساتھ بائیں اٹھ سے ان کی وہ کلائی پکڑ لی۔ کہ جس کی گوری گوری انگلیوں
میں رومال دیا ہوا تھا۔

نوجوان افسار کے رہ گیا۔ جلدی سے سیم صاحب لے رومال سے
آنسو پونچھے۔ اور وہ اپنے اٹھ کو نوجوان کی گردن میں حاصل کر کے خوب ہی
شربیک کر رہا عاشق ہوئی۔ یہاں تک کہ پہلی بندھ گئی۔ یہ بھی سین قابل دید تھا
اسکا ہر ایک کرشمہ عاشق کے دلو کے چین کے دیتا تھا آخر سیم صاحب نے

خود ہی نوجوان کو سنبھالا۔ اور اسکے آنسو پونچھے اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

میم صاحب۔ پیارے یاد دیکھو تم کو ہمارا قسم تم رو نہیں۔ اس وقت تم نے ہلکی تین ولادیا۔ تم کو ہم سے دعا محبت ہے اگر ہم تم سے پرہیز کرے گا۔ تو تمہارا جان خالی ہو جائے گا۔ ہم کو ہر طرح تمہارا خدائی منظور ہے۔ نوجوان کے آنسو ان کلمات فرحت حیات سے رگے۔ تین منٹ تک کمرہ میں ایک سکوت کا عالم طاری رہا۔ ہمارا نوجوان چند منٹ تک میم صاحب کے چہرہ کو حیرت سے ٹٹکی باندھے غور سے تکتا رہا۔ بعد ازاں حیرت سے حواس منتشر کو جمع کر کے (لیکن ذرا کالفرش کے ساتھ) یوں گویا ہوا۔

سجاد حسین۔ کیا یہ صرف میری تسلی اور دل دہی کے لئے چند عنائیت فرمائی گئی ہے۔ یا مجھ کو موت کے زیروست پہنچنے سے پہلے اگر میری والدہ ہی کرناہ نظر ہے

میم صاحب۔ اس وقت تمہارے رونے نے سہاؤ کو بالکل ملت دیا۔ سجاد حسین۔ میں کیا اپنے دل کو پورے طور سے یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ میں کلیدی کے درجہ کو حاصل کرؤں گا۔

میم صاحب۔ بیشک بیشک تم محبت کے جال کی ڈگری پائیگا۔ ہمارے نوجوان نے چند برس بے نازک کے لئے۔ اور کئی منٹ تک اپنے سینہ بے کیف سے اس ماہِ خونی و مہربانہ عشرت کو دنگے رکھا۔

سجاد حسین۔ پیارے بابو کیا سچ سچ ہمارا محبت نے تم کو یہاں تک از خود رنہ کر دیا ہے۔ کہ تمہارا یہ عالم ہے۔

سجاد حسین۔ آہ جان سید تم کو ابھی تک نہیں معلوم ہے۔ کہ میرا کیا حال ہو رہا ہے۔ یہ میری دلیں سیرِ جان و دل کی ایک دلیں میں ترخود سے کھویا گیا ہوں۔ ورنہ میرا یہ حال کیوں ہوتا۔ کلاش میں اس روز اسٹیشن پر نہ جاتا۔ ترہستہ رہتا۔ اب تو مجھ کو اپنی جان کے لئے چڑھے ہیں۔

میم صاحب - میرے پیارے بابو میرے اپنے بابو کے مالک بابو
میرا بھی یہی حال ہے پر میں کیا کر سکتی ہوں -

سجاد حسین - پیارے والدین کیوں آج عید کا دن ہے اس سے اور کون دن
خوشی دینے والا آئے گا - پیارے میرے عزیز دوست سکولی آئے ہونگے
اگر اجازت دو - تو میں جاؤں - بشرطیکہ تم وعدہ کر دو - کہ اس گھر میں تم کتنی دیر
میں آ جاؤ گی - جو ہی تم کو ملا ہے

میم صاحب - بابو تم تمہارا بالکل نہ بات سمجھا -
سجاد حسین - پیارے والدین تم میرے غریب خاندان کو اپنے قدم میں منت لڑو
میں سے کس وقت منظور و ممتاز فرماؤ گی - کیونکہ یہ دن خوشی پر مبنی ہے -
جان مید اس سے اور کون دن خوشی کا آئے گا -
میم صاحب - (گھر سے دیکھ کر) دیکھو بابو بارہ بج گیا - ہم ایک بجے سے
پہلے تمہاری کوٹھی پر نہ جا سکتے تھے -

سجاد حسین - اچھا میں اب جاتا ہوں - مگر خدا کے لئے انتظار بہت
کر دے گا - یہ کہ تمہارا میرا تو اچھا کریم صاحب کے پاس سے چلا گیا
اور میں صاحب اپنے خیال میں محروم ہو گئیں -

تسیر باب

میں یہ دل لگی چھی نہیں لگتی

شعر گو مر

اس بت کو انہما خوشامد سے ملے ہیں
دن کے کوئی دم نہجے ہوئے - آفتاب کی مدت کسی کے جو بن کا طرح
نیش خوشی کا اپنے منہ خجام ہو گیا

چلی آتی ہے اندیز موفیاد ہو کر ہی کے مہوش کے غصہ کے ماتر تیز ہوتی جاتی ہے
عید گاہ میں اسوقت ایک عجیب سا نظر آ رہا ہے حیدر آباد میں آٹھ بجے
بے چل قدمی کر رہی ہیں کئی آدمی اور سب سے پہلے وہ ہیں۔ کوئی
عید کا ہی کے پہانے سے گلے مل رہا ہے۔ کوئی فرط غم سے
جاسے میں پھر لہ نہیں سکتا ہے۔ کئی مدتوں کے ارمان و لبہ ترح و امو
رہے ہیں۔ کوئی نصیب کا پورا اپنی عشق کے پیسے سے ملے ہوئے
آ رہا ہے۔

یہ جو مکان آپ اسوقت دیکھ رہے ہیں۔ اسکی حقیقت قابل وید ہے۔
پختہ عمارت پورانی وضع کی۔ ایک چھوٹا سا دیوان خانہ کئی بزرگوں کی یادگار
بن ہوا کسی کی یاد دل رہا ہے جسکی پہلو والہ کمرہ کو انگلش زبان میں ڈرائنگ
روم خطاب سے رکھا ہے۔ ایک عجیب انداز سے سجایا گیا ہے
جن کے دروں پر چاندنی کی چائیاں بکرا پناؤ کھا جلاہ دکھا رہے ہیں
کمرہ میں کوئی چڑھے ہوئے ہیں۔ چیر بتانی محفل کے گئے پڑے
ہوئے اپنی ذیبا نشیں پر ناز کر رہے ہیں۔ چلی آٹھ بجے قد حیاتان کے
برابر کھڑا ہوا اسکا کئی یاد دل رہے ہیں۔ آتش دان پر گھڑان رکھے اچھا
اپنی اور اسکل سے تمام کمرہ کو رونق دے رہے ہیں۔ سب سے جو کرسیاں
بچھی ہیں۔ انپر ہم اسوقت چند نوجوانوں کو بیٹھا پاتے ہیں۔ انکے طرز کلام سے
پیدا جاتا ہے۔ کہ گویا انکو کھی کا خیال اس کمرہ میں بے چین کر رہا ہے۔ اور
ایک دوسرے سے بے چین ہو کر کہتا ہے

ایک طالب علم: ارے بھئی چلو۔ اچھا وقت محنت کیوں فصل کرتے ہو۔
انکے آنے کی کیا جھجک ہے

دوسرا طالب علم: ارے سیلا بس کچھ ہوا۔ کمرہ میں کئی کئی ہیں۔
تیسرا طالب علم: جذبات عالی مشوروں کی شکایت بجا ہے۔ ان کو تو خط
ہو گیا ہے۔ بھلا وہ سکول کیسے بھاگے جسکو عید کے دن بھی اپنے
خیر انکی محبت نہ ہو۔

جو مختار۔ آج دیر تو ضرور ہوئی ہے ناگراں ان سے وجہ بھی دریافت
کر کے چلیں گے

پانچواں۔ انکے آنے کا اعتبار ٹھکرا ہوا۔

مختار۔ قصور صاف آخر کسی وقت تو تشریف لائیں گے۔ اگر قصور اہی چھوڑ
دیں گے۔ ہم بغیر دریافت کر کے یہاں سے ٹھکنے سے نہیں۔

پہلا۔ پڑھ رہے ہیں۔ یہ ضرور دریافت کر کے جائیں گے۔

چوتھا۔ اور پڑھا ہوا ضلع سکول باندھ کا۔ جہاں سے یاقوت تمام تقسیم
ہوئی ہے۔

چھٹا۔ جو خاموش بیٹھا تھا۔ لیکن آپ! عجیب شان سے رہے ہیں
کوٹ کے بن گئے ہوئے۔ بال پریشان اسپر طرہ یہ کہ ٹپکتے ہوئے

تشریف آور می فرما رہے ہیں۔

پہلا۔ دو چار قدم آگے بڑھ کر استعانت عرض کرتا ہوں۔ ذرا ابھرا کر
مزاج شریف کی حالت میان فرمایا یہ یہ حضور آج محل سے زیادہ خوش
کیوں ہیں۔ اور موت تک کہاں تشریف رکھتے تھے۔ پہلے کتنے غصہ سے حضور
کی توجہ تھی گئے منتظر تھے۔ یہ جلیلہ شریف کیوں لگاؤ ہے۔ فیض پسینہ
سے سینہ پر بالکل تیل میں ڈوب گیا ہے۔ یہ کسے سینہ پر لٹا یا ہے۔ ذرا کا ہم
سے تو بیان فرمائیے۔

سجاد حسین۔ ارے بیٹھی آج عید ہے ایک نعل عقدہ حل ہوا۔ آج ایک
امید برسوں کی آسمان کے پتھر رہ کر نکلا۔ آج امید کا نکل با وعشرت سے کھل
گیا۔ تمنا یا رنگی ہوئی نعل امید میں مٹا آیا۔ عزیز میرے میں ایک معاملہ
میں بد جہانغایت پریشان تھا۔ آج وہ مشکل حل ہوئی۔ اس سے میں آپ
سے مسرتی چاہتا ہوں۔

ایک طالب علم۔ جیسی فرزند ہزار شکراں خدا المیزان کا ہے جس نے آپ
کی امید کو بار آور کیا۔

سچ ہے

سجاد حسین - میرے پیارے دوست میں کیا اس خوشی کا باعث بیان کروں
دوسرا بیٹھے اصغر علی صاحب بھی آگئے۔

سجاد حسین - تسکات اے حضرت! آپ جب سے تشریف لے گئے ہیں۔
پھر ہمارے کچھ خبر نہ لی۔ دوستوں آپ نے جھوٹے منہ نہ پوچھا۔ کہ بھیجی تمہارا
کیا حال ہے۔

اصغر علی - خیریت ہے۔

سجاد حسین - آپ کی دعا سے طبیعت ذرا سہجال رہا کرتی ہے۔
اصغر علی - اس بیمار کا سے جو آپ کو آرام ہوا۔ دل کا تپش سے قرار
پینے کو چھوڑا

سجاد حسین - ارے بیٹھی وہ آہوشی ہمارا آرام ہو گیا۔
اصغر علی - ذکر سے اچھل کر ارے ماننا ہوں۔ وہ بھی کچھ خوشخبر کا
سناد۔

سجاد حسین - کیا خوشی کا باعث عرض کروں۔

اصغر علی - اچھا شفق کچھ تو فرمائے

سجاد حسین - اچھا آپ کھانا تناول فرما لیجئے۔ پھر عرض کروں گا۔ سب
کھانا لاؤ۔ اور اگر فوراً میرا کام بات سن جاؤ۔ میں ایک کام تمہارے
سپر و کرنے والا ہوں۔

سب - بہت اچھا جناب ابھی حاضر ہوا۔

سب نے کھانا لا کر سامنے سب دوستوں کے چنا اور آپس میں
ہنستی مذاق ہونے لگا۔

سجاد حسین - میرے شفق جلد سے کھانا تناول فرمائو۔ اب ایک معزز
دوست کی آمد ہے۔

ایک طالب علم - کیا معزز مہمان کھانا چھین لیا کرتے ہیں۔

سجاد حسین - حاضر جوابی تو گویا میرے سکول میں گھول کر پائی جاتی
ہے

دوسرا - جی تو ایسی آنت کیا پڑی ہے۔

سجاد حسین - بھائی میں یہ کہتا ہوں - کہ خاطر مدارت کر بیٹے یا لھائیگے۔

اصغر علی - درخش ہو کر اسے بھی دوا دیکھو میم صاحب تشریف لارہی ہیں۔
ایک چھوٹا سا چھتا لنگے ہو کے چلی آتی ہیں۔ خدا کرے میرے آنکھیں اس
وقت مجھ کو دھڑکے۔

سجاد حسین - دیکھو اس خدا نہ کرے جو تمہارے آنکھیں تم کو دھڑک دیں۔ بلکہ
میں آپ کی آنکھوں کی تعریف کرتا ہوں۔

میم صاحب خزانہ حرامان کسی عاشق کا دل یادوں سے ملتی ہوں۔

آئیں - باران طریقت نے میم صاحب کی تعریف کی۔ مگر میم صاحب نے دیکھا
کہ یہ لوگ کھانا کھایا جاتے تھے ایک منٹ بیٹھ کر کھا۔

میم صاحب - آپ لوگ کھانا کھائیں جب تک ہم زنانہ مکانات جاتا ہے۔
سجاد حسین - بہت خوب آپ تشریف لے چلیے۔ میں قبل جا کر اطلاع کر
دوں۔ کہ امی صاحب آپ کو پہچان جائیں۔

ہمارے نو جوان نے چند قدم تیز رفتاری سے رکھ کر اپنی ماں سے کہا
کہ جس صاحب کے پاس میں آتا جاتا ہوں۔ ان کی میم صاحب تشریف لائی ہیں۔
آپ ان کی خوب خاطر مدارت کریں۔ اتنے میں میم صاحب نے منہ
سے مادر نو جوان کو ثناخت کیا۔ اور ایک پٹنگ پر بے تکلف بیٹھ گئیں
نو جوان دوا پہنچا آیا

مادر نو جوان - ہمارا لڑکا آپ ہی کے اہل جاتا ہے۔

میم صاحب - جی ہاں آپ کے رشتہ کا ہمارے صاحب کا درجہ سے ہمارے
یہاں جایا کرتا ہے۔ اور آپ کے رشتے سے بہت محبت ہمارا صاحب
کرتا ہے۔ آپ کا رشتہ کا بڑا ٹیٹل ہے۔

مادر نو جوان - میم صاحب یہ کہتے پڑھنے سے بالکل غافل رہتا ہے۔
سوئے شہ کا تھیل کے کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ ابھی کوئی باغیچاں حبیب
روزے کے مہر مہی صاحب بھی سکول سے تشریف لائے۔ اور کہا کہ تمہارا

صاحبزادہ سکول سے بہت باغیر حاضر رہا کرتا ہے۔ کیا کروں ماسٹروں کی وہ نہیں سنتا میری وہ نہیں سنتا

میں نے کہا۔ بیسیاں کیا کروں۔ نہیں اختیار ہے۔ اسے مار دنا وہ کہنے لگے۔ اور صاحبزادہ جو ان آدمی کو کون مارے مائت الہدایہ وہ جوان ہے۔ ایسی تہذیب کا انجام برائہوا۔ تو میں کیا بدوبہت کر سکتا ہوں۔ اس نے تمام استادوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ہر ایک کو باہیا ہے۔ تیم صاحب آپ بھی ڈرا آپ صاحب سے اسکی فنانس کرایئے۔ شاید کچھ ہنگ پر آجائے۔

میم صاحب۔ ہم خود سمجھائے گا۔ اور اپنے صاحب سے بھی کہلائیگا۔ مگر یہ تو حکا کے پاس جینٹل رہتا ہے۔ انگریز بھی سکتا ہے۔ اس کا صاحب کے پاس بیٹھا بہت مفید ہے

راوی۔ جہاں۔ آپ انکو خوب ایف۔ اسے کا پاس کرایگا۔ ماور لوجوان۔ اسے پینٹی میر اسنگاروان لانا۔ میں میم صاحب کو عطر پان دوں گی۔

میم صاحب۔ ہم رنگ اس خاطر کے بالکل عادھی نہیں ہیں۔ آپ ہمارے واسطے تکلیف نہ فرمائیں۔

ماور لوجوان۔ مجھ کو یہ معلوم ہے۔ کہ تم لوگوں میں عطر پان کا بالکل رواج نہیں ہے۔ بلکہ کچھ بڑا بھیج جانتے ہیں۔ لیکن نیٹ صاحب میرنڈ منٹ صاحب کی میم صاحب ہمارے پاس آئے دن آیا لیں۔ جب سجاد اللہ رکھے ایک سال کا تھا۔ انکو ہم نے پان بھی کھلائے۔ اور عطر بھی لگا دیا۔ آخر میں خود لگا کر لگایا کرتی تھیں۔ مہاراجا خشی سے تم بھی پان کھاؤ۔ تم نے چرنا بہت ہی خفیف لگایا ہے۔ بد مزاج ہو گا۔ اور عطر بھی لگاؤ۔ ان خوشبویات سے دماغ سے تازگی پہنچتی ہے۔ اور طبیعت کو فرحت ہوتی ہے

میم صاحب۔ ماما ہکو آپ کا فرمائاں بہت دیکھتا ہے۔ ہم خود رنگائے گا

مادر نوجوان - تم خوش رہو۔ جلد حیدر چنبیلی ذرا تصور کو بلانا۔ یہ نگوں کی
دون رات کمرہ میں بیٹھی رہتی ہے۔ چنبیلی کھٹا۔ اور تصور کو کمرہ میں سے
بل لائی۔

مادر نوجوان - خیر ہا ہو۔ تصور تجھے تو دن رات سوئے گھر پاں کھیلنے
کے کچھ کام ہی نہیں ہے۔ یہ سیم صاحب تشریف لائی ہیں۔ انکو سلام
کر کے مزاج پر سکا کرو۔

تصور نے جھبک کر یک فرشتی سلام کیا۔ جس کے جواب میں سیم صاحب
نے پاؤں پر یہ کھانک ٹوٹ دیا۔ تصور نہ لیتی تھی۔ لیکن اسکی ماں نے کہا
اے اے کیوں نہیں لیتی۔ تصور نے ماں کے کہنے سے لے لیا۔
اور ایک طرف مڑ دیا ہونک بھیٹ گئی۔

سیم صاحب - یہ آپ کا شہر اسی تصور نور جہاں بیگم ہے۔

مادر نوجوان - جی ہاں یہ آپ ہی کی کینر نارم خریدہ ہے۔

سیم صاحب - انکا ابھی نشا دہا ہوا یا نہیں۔

مادر نوجوان - شگنی تو مرزا تھو حسن صاحب سے لڑ کے ساتھ ہو گئی ہے
مگر ڈوا دینا باقی ہے۔

سیم صاحب یہاں سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائیں۔ یاراں طریقت
سو اے اصغر علی کے سب کھانا کھا کر رخصت ہو چکے تھے۔ یہ دونوں
سیم صاحب کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

سجاد حسین - ذرا آگے بڑھ کر آئیے یہاں تشریف رکھیے۔

سیم صاحب - کرسی پر بیٹھے ہوئے نہیں ہم یہاں بیٹھتا ہے۔

سجاد حسین - اچھا جی ہاں۔ سے بھاگیا بات چیت ہو رہی تھی۔

سیم صاحب - تمہاراں تمہارے پڑھنے کی شکایت کرتا ہے۔

سجاد حسین - میری شکایت کیا تھی۔ ذرا میں بھی لکھوں۔

سیم صاحب - کچھ نہیں۔ یہی لکھتے پڑھتے کی بات کچھ بات چیت ہو رہی۔

سجاد حسین - سبق ایسا پڑھا دیا ہے تو نے بدلہ دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

میم صاحب اس پر کچھ جھینپ سی گئی۔ اور بچے میں کڑے مسکراتے لگیں۔
لیکن ہمارے نوجوان نے اپنے بگڑے ہوئے حال کو سمجھا لیا۔
سجاد حسین۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ جیتک آپ یہیں تشریف رکھیں
اصغر علی سے آپ بات چیت کیجئے گا۔ مہکروانا میں آپ سے تشریف لےنے سے
پہلے چند منٹ بدایا تھا۔

سجاد حسین۔ (دوسرے کمرے میں جا کر) بننے کھانا کھا تیجئے وقت تم سے جس
کام کیواسطے کہا تھا۔ وہ تیار ہے۔

سیا۔ جی ہاں۔ ڈبل روٹی کی باریک تاشیں بنا کر اور کھن۔ لگا کر سینگ لی ہیں۔
اندھے بھکا اوبل کئے ہیں۔ چاء بھی تیار ہے۔ اور بوتل لمیٹ۔ سوڈا
ایک ایک درجن۔ اوٹام ایک بوتل۔ برٹ دین لیڈ سی ایک بوتل منگوا
لی ہے۔

سجاد حسین۔ دگٹر کی دیکھ کر دیکھو اتنی دیر دو بجنے میں ہے۔ اتنے عرصہ
میں یہ سب کام درست ہو جائیں۔ اسکا کمرہ میں میز کے قریب چار چوکیاں
ڈال دو۔ اور سجاد میز کے اوپر بچھا دو۔ پھر وہ ان میں اندر سے پھنسا
ہوں۔ وہ دو ٹول گلدے آسین وگھ کر میز پر لگا دیتا۔ جب یہ سارا
سامان تیار ہو جاتے۔ تو اصغر علی صاحب کو میں بھیجتا ہوں۔ یہ سب
اشیاء انکو دکھا دینا کسی چیز کی گمان نہ ہونا چاہیئے۔

سیا۔ اگر خدا کو منظور ہے۔ تو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو گی۔ ہم نے سینکڑوں
انگریزوں کو دکھانا وہ دو گفٹہ میں تیار کیا ہے۔ آپ اطمینان فرمادیں۔

واں تو دعوت کا مہم انجام ہو رہا تھا۔ اور یہاں میم صاحب اصغر علی
صاحب سے بات چیت میں مشغول ہو رہا تھا۔

میم صاحب۔ ول اصغر علی تم سے بازو سے کب سے رجم دتا وہ ہے۔

اصغر علی۔ جب سے میں نے ادب پارے ہوش سمجھا ہے۔

میم صاحب۔ کیا یاو کا شاد سی ہو گیا۔

اصغر علی۔ جی ابھی نہیں ہوئی۔

میم صاحب۔ ہمارا فادر کیا کام کرتا ہے۔

اصغر علی۔ میرے والد ملے گا پولیس میں ایک چھوٹے انسر میں روپیہ
ماہوار کے ہیں۔

میم صاحب۔ بابو نے کس عورت سے محبت کیا ہے۔

اصغر علی نے میم صاحب کے اس سوال کا جواب کچھ پٹے
لب نازک سے دیا۔

میم صاحب۔ اصغر علی تم نے ہمارے بات کا جواب کچھ نہ دیا۔ کیا تم
کچھ کہہ رہے۔

اصغر علی۔ کیا عرض کروں۔ میں ایک شش دوپٹے میں پڑ گیا۔ کیا آپ سے ان
کارہ پٹوں سے عقوڑا ہوا ہو گا۔ پھر مجھ سے تصدیق کرنے کی کیا ضرورت
اور اگر الزامہ پر دروغ آپ مجھ کو سچا ہی جانتے ہیں۔ تو یہ ضرور کہہ سکتا ہوں
کہ محبت سے تو کوئی بشر خالی نہیں۔ شاید بابو کو کسی پرورش
طبیعت فرنگ سے محبت ہو۔ میرا نزدیک دوسری عورت سے
نہیں ہے اگر دنیا کے پردہ میں کسی عورت سے محبت ہے۔ تو وہ
خود اپنے دل میں تصور کر سکتے ہیں۔ سیرے تصریح کرنے
سے کیا فائدہ کہ۔

میم صاحب۔ (کچھ جھینپ کر) یہ تم نے کیا کہا۔ دوسری عورت کون ہے
اور پہلی عورت کون نہیں۔ بابو کی کس سے محبت ہے۔ وہ
پہلی عورت کون ہے۔

اصغر علی۔ اے سکونہ چھو۔

میم صاحب۔ نہیں شکرا بھی بتانا ہو گا۔

ہمارا نوجوان اسکا آشنا میں داخل کمرہ ہوا اور پوچھا۔ کیا بائیں ہو رہی ہیں
میم صاحب۔ آپ نے بہت دیر لگایا۔ ہم جایا ہی چاہتا تھا۔

سجاول حسین۔ ڈپٹی منظور حسین صاحب کی بیوی آئی ہیں۔ انہوں نے
عید کا دیئے کو بلایا تھا۔ ان سے چہ منہ بات کرنے میں البتہ ایک

کی دیر ضرور ہو گئی۔ مافی چاہتا ہوں
 میم صاحب۔ لوجوان کی بات کا جواب نہ دیکر اصغر علی تم نے نہ بتایا کہ وہ عورت
 کون ہے جس کے سوا باپ و دوسری عورت سے محبت نہیں کرتا۔
 سجاد حسین۔ ذرا میں سمجھا اس فقہ میں وصل و معقولات ہونے کی
 آجانت چاہتا ہوں۔

اصغر علی۔ پیارے دوست آپ کی اتنا ہم شوق سے قبول کرتے ہیں۔
 سجاد حسین۔ اچھا کیا بات میم صاحب دریافت کیا چاہتے ہیں۔
 اصغر علی۔ میم صاحب مجھ سے یہ بات دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ کہ باپ کو
 کس عورت سے محبت ہے۔ میں نے بد سکت کے عرض کیا۔ اب ان کو شک
 ہوا۔ میں نے مذاق چھیڑا تو انکو پورا پورا یقین ہو گیا۔ وہ تو ایک کچھڑا ہو گیا
 اب آپا چیر میں میں خود ہی سمجھا دوں گا۔ میم صاحب سنو وہ عورت
 ہے۔ جسے بغیر میرے علم محبت ہو گی۔ دوسری عورت سے مراد ہزار عورت
 کہ انکی محبت میرے علم میں ہی سے نہیں ہے۔

میم صاحب۔ نہیں تم نے ابھی کچھ بات چھپایا۔ تمہارے چہرہ سے صاف
 ثابت ہوتا ہے کہ تم بات کو بنا کر کہہ رہے۔ اب دو دو لوجوانوں نے دل
 لگی سے چھیڑنا شروع کیا۔ اور مذاق نے زور سے پہلو میں لگادیا۔

سجاد حسین۔ آج میں میم صاحب تم سے کہتا ہوں۔ کہ میرے دلی دوست
 کو بھی آج تک نہ معلوم نہ آتا تھا۔ کہ میرا ایک عورت پر دم نکلتا ہے۔ اور میں جان
 سے جاتا ہوں۔ مگر وہ عورت حسین کیا ہے۔ گویا سب حسینوں کا مسہ کار
 سرتاج ہے۔ نادک مزاج گل اندام پر ہی چہرہ جا۔ زیب خروش گلہ شریں کلام
 باو صغیر بامروت یا محبت پیار کا دین میں کیا اسکی تمہارے آگے تعریف
 کروں۔ وہ تو میرے دل کا ٹکڑا اور چھچھو چلیں رہے۔ میرے آرام کا باعث
 میرا خرمی کا سرمایہ میرے عیش کا خزانہ ہے۔ اس ماہ پیکر کی تعریف
 تمہارے آگے کیا بیان کروں۔

میم صاحب۔ بہت آذر وہ ہو کر۔ اسکا کچھ نام بھی ہے۔ یا یہ خرمیاں بھگیاں

اس کا نام بن گئی ہیں۔ خیر جی ہیں کسی سے نام و نشان سے کیا غرض ہم جاتا ہے۔ شاہد ہوتا رہی پیار سی مشرق سے۔ اور اسکو سہارا آنا ناگوار گذرے اس لئے ہم جاتا ہے۔

اصغر علی۔ وہ صاحب آپ کیا فرماتی ہیں۔ آپ کا آنا سہارے واسطے موجب فخر کا ہے۔ کیا کوئی کسرت نہ ہے۔ نیٹوں کے گھر جانا۔ شاید اسوجہ سے آپ ٹھن کھائے بغیر جانیکو مسعد ہو گئیں۔

میم صاحب۔ ہم آج ٹھن بالکل نہیں کھا سکے۔ سجاد حسین۔ کیا خوبا ہے تو کل شام سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اگر آپ یہ خیال کریں۔ کہ میں نے اپنے سکو لی دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا ہو گا۔ پیار کا دین میں مطلق کھانے کو انکے ساتھ نہیں کھایا۔ بلکہ ان کے ساتھ شکایت رفع کرنیکو بھجوا دیا تھا۔

میم صاحب۔ (دھچکے سے) اب تم اس عورت کے ساتھ کھانا کھانا جس کا نام تک بھکر نہ بتایا۔

سجاد حسین۔ وہ اتنی سی بات پر ناخوش ہوتی ہو۔ ہم اسی وقت اس کی تصویر آپ کو دیکھئے دیتے ہیں۔ پیار کا دین اس کو میں ابھی چہارے سامنے لا کر بٹھا کے دیتا ہوں۔ اصغر علی صاحب دوسرے گھر میں سے پیار سی مجبورہ کی تصویر جہانیت صاف شفاف جسم کی یاد دل رہی ہے۔ سفید توپے میں نیچھی رکھی ہے۔ اور ہنر سی چڑکھ ہے۔ لینے آؤ۔ اور سب کی کار گزار سہارے پر ایک نظر بطور اصلاح کے ڈالئے آؤ۔

اصغر علی بہت اچھا کہہ کر دوسرے گھر میں چلا گیا۔ اور میم صاحب اس گفتگو کو سن کر بالکل خیرت کی تصویر بن گئی۔ ہزاروں آئے داسے خیال دل میں آ رہے تھے۔ اور بدگمان کرنے والے دوسرے بے بنیاب بن دیا۔ دلیں کہتی تھیں۔ ادا لگا ڈیہ کیا ہو گیا۔ میں نے کس بے وفائے محبت کی کس پر رحم کر دیا۔ اگر میں اب جانتی۔ تو مرگز اس بے وفا کو اپنا دل نہ دیتی۔ جواب خود غرض نکلا۔ کہ میرے سوا دوسری عورت سے محبت کرنے لگا۔ ہاں اسکو میری کیا پرواہ

محبہ سے ہزاروں حسین و یاسین موجود ہیں۔ ان میں نے بڑی غلطی کھائی۔ اگر میں ایسا جانتا تو ہرگز میں اپنا اچھوتا جو بن اس کے حوالہ نہ کرتی۔ کیونکہ بے وفائی تو خدا نے مشوقوں اور دلبروں کی گھٹی میں روزِ ازل سے ڈالی ہے۔ انکو خدا عاشق کا دل ہی جملانا آتا ہے۔ سوئے سکے کچھ جانتے ہی نہیں۔

اب ہمارا کام یہ دین کو کا مل یقین ہو گیا۔ کہ سجاد و بنی کا کسی عورت سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی صورتِ زیبا کا عاشق ہے۔ اس وقت ہمارا کام یہ تھا کہ ہماری ہی اپنی دل میں شرمندہ اور غمگین ہو رہا ہے۔ اور دل میں غور کیا کہ ایسے آدمی کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ ہمارا نوجوان میم صاحب کی سراپائی کو تارنگ کیا۔ اور اپنی کلام کی مستحکم کے واسطے یوں گویا ہوا۔

پیارے میں تمہیں اپنی دل آرام کی تصویر دکھاتا ہوں۔ اچھا صاحب! اس کی صورت دیکھو گی۔ تو سب ناز ادا بھول کر بھٹک رہ جاؤ گی۔ جان من وہ کچھ ایسا دلہن عورت نہیں اسکی صورت کا ایک عالم شیدا بنی ہے۔ حسین وقت معصوم قدرت نے اپنے نامعقول سے اسکی تصویر کھینچی تھی۔ تو ہر ایک کو دیکھا سکتا تھا۔

کھینچنے کیا دیکھتے ہی مانی بنو کی شکل

بنی کی تصویر حیرت و دلوزن نقشہ چھوڑ کر

اچھی دین تم اگر اسکو دیکھو گی۔ تو حیران ہو جاؤ گی۔ طوطے! تھو کے اڑ جائیں گے

کون ہے جو نہیں سوچا کہ عاشق اسکا

کون ہے جو لے اسکا نہیں لے لیا ہے

میم صاحب۔ بنیہ۔ ہو کر ہم سن چکا۔ تھوڑا تعریف۔ یہاں بھرنے

سے کیا ناید۔ ہم اب جانتے ہیں۔ ہم کو ایک کام ضرور ہے اور ہمارے سر میں درد

بھکا ہوتا ہے۔ نہ معلوم کیا وجہ ہے۔

سجاد و حسین۔ کیوں کیوں حیرت ہے۔ ایسا حیرت کیا ہے آپ اگر میری باتیں

سے کچھ ناخوش ہوئی ہیں۔ تو میں اسکی معافی چاہتا ہوں۔ اور وہ اپنے الفاظ
شوق کے ساتھ واپس لینا چاہتا ہوں۔
میم صاحب۔ نہیں ہم کیوں آپ کی باتوں سے خفا ہے۔
اصغر علی نے جا کر سیا سے معلوم کیا۔
اصغر علی۔ خاصہ تیار ہے۔

سیا۔ جی تیار ہے ملاحظہ فرمائیے نیرنگ کو کا ہے
جو چیز خلاف قاعدہ ہے تو اسکو درست کرو بیچئے۔
اصغر علی۔ نیرنگ لکھنؤ دیکھ کر سیا کیا یہ لکھنؤ کھایا جائے گا۔
سیا۔ نہیں یہ سمنہ می بھول ہیں۔ حرف نیرنگی آرائش کے واسطے
سجائے گئے ہیں۔

اصغر علی۔ اچھا تم ایک صاف تولیا میں ہنری چوٹ والا آئیہ جو سامنے کمرہ
کھڑا سکندر کا روح بھر کا رہا ہے۔ لے آؤ۔ میں میم صاحب کو بلا کر کمرہ
میں لاتا ہوں۔ انکے سامنے آئیہ پیش کیا جائیگا۔
سجاد حسین کمرہ میں کھانا چن گیا تھا آکر۔ بھیجا اصغر علی جلدی کرو۔
آئیہ کہاں ہے مجھے دو۔ میں میم صاحب کو دکھا دوں۔ اور انکو اپنی محبت
کا پور کا صداقت کراؤں

اصغر علی۔ بیچئے آئیہ یہ حاضر ہے
ہمارے دروان نے میم صاحب کو بلا کر گری پر بٹھایا۔ میم صاحب
نے ذرا تولیا میں جو آئیہ پوشیدہ تھا۔ اسکو اپنے نامہ میں لے لیا۔ اور اسکو
جلد کا سے کمر لکھ اس پر سیاہ سیاہ چیم ڈالنا شروع کر دیں۔ جس سے
صاف نمایاں تھا۔ کہ یہ اپنے حسد کی آگ اب رشک سے فرو کر رہا تھیں
جیسی تیز نگاہ سے کسی کی تصویر کو دیکھا۔ وراہی آئیہ ہاتھ سے پک دیا۔ اور
دوڑوں سے فہم کر اپنا منہ چھپا لیا۔

سجاد حسین۔ پیار سچا دین دیکھا۔ تم نے میری مشرق کو۔ جان مید میرے
محبوب کی تصویر ہے جسکی صورت کا ایک عالم گردیدہ ہے

برقی
حوالہ نہ
میں روز
سوسے

عورت
فقت
ہور جا

مستحکم

نیاں
ان سن
ہے
کینیسی

مٹا گئے

نے
ورد

باز

میم صاحب۔ دیکھو باؤ آئینہ مذاق نہ کرنا۔ ہمیں یہ دل لگی اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے

سجاد حسین۔ پیار سی دین بھلا میں نے کون ای مذاق کیا ہے جسک آپ اسقدر آزرہ ہیں۔ جتنے حرف ایک آئینہ ہی تو آپ کو دکھایا ہے۔
 پیارے ناظرین آپ کچھ سمجھ پاتھیں۔ اگر آپ نہ سمجھ سکیں۔
 تو بیچے۔ ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔ کہ یہ سب جین جس وقت آئینہ میں اپنی صورت دیکھے گی۔ تو اسکو اپنی صورت معلوم ہوگی۔ پس یہی ہمارے ہیرو کی مشق ہے۔ اس نے اور چھپڑنے کو کہہ دیا۔ کیوں صاحب کب مزاج ہے
 میم صاحب۔ ہمارا اس وقت دل گھبراتا ہے۔

سجاد حسین۔ کیوں خیر تو ہے
 میم صاحب۔ یہ دل چاہتا ہے کہ حزب چین مار مار کر دے۔
 سجاد حسین۔ یہ کیوں۔

میم صاحب۔ ہم اپنے دل کی حالت کیا بیان کرے۔ گاہ امید آکر ہمارے دل کو ڈار میں دیتی ہے۔ اور کبھی ندامت آکر سر نیچا کر دیتی ہے ایک خیال آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ دل اس وقت بہت ہی گھبراتا ہے
 سجاد حسین۔ پیار سی دین کیوں۔ نصیب عدو کب مزاج ہے۔

میم صاحب۔ اے ہے دخت کرنے والا دل کتنی دخت کر رہا ہے۔
 اور گھبراتے والا جی ماہقوں اور چیل رہا ہے۔ ذبحان نے یہ جملہ شکر مثل برق چمک کر دین کو گود میں اٹھا لیا۔ اور لب نازک کے حزب پیسج پیسج کر بوسے لے لے۔ اور دوسرے کمر میں اٹھا کر لے گیا۔ علیحدہ علیحدہ کر سی پرو دلاں۔ بیچھ سکے۔ اور اصغر علی نے اپنی کر سی ورا علیحدہ بچھائی۔

میم صاحب۔ اصغر علی صاحب آپ نے اپنی کر سی کیوں علیحدہ بچھائی۔

یہ لکھ کر خاموش جواب کی منتظر رہی۔

اصغر علی - میں ہمیشہ ان سے پہلے کہنا کہ ان کو کھانا پکھانا ہو۔
مسل خلاف پھر ایک تقریر بھی لکھنا پڑا۔

میم صاحب - تم اصغر علی صاحب کو ایک جام شراب کا دو - چیتو - اصغر علی صاحب یہ نقصان نہیں کرے گا۔

اصغر علی - میم صاحب اصل بات یہ ہے کہ میں دور بابو دولو اس سے نہیں
ہوں۔

سجاد حسین - ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ ایک دوا ہے۔ پی جاؤ جس سے
میرا دماغ چکر بڑا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ دوا شراب میں
ٹی ہوئی ہے۔

میم صاحب - اصغر علی صاحب اگر تم نہ پیو گے۔ تو تم بھی نہیں گے
نوجوان اور اصغر علی صاحب نے میز پر کھانا لگایا۔ بد کھانے کے
مذاقت پا کر یوں گویا پڑا۔

سجاد حسین - میم صاحب اصل بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ہر کسی
انگریز کی دعوت کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ جو بات خلاف مزاج سہیلہ تکلف
فرما دیجیئے کہ وہ اصلاح آئندہ کام میں آئے۔ اور جس کی چیز کا ضرورت
ہو۔ ذرا مشکافی جائے۔ ہم ہر طرح حاضر ہیں۔

میم صاحب - نہیں۔ نہیں کوئی خلاف قاعدہ بات قابل اعتراض نہیں۔
اور نہ کسی چیز کی ضرورت ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے اوپر
خود اعتراض کرے یہ ہمارا گھر ہے

سجاد حسین - شکر اللہ کہ آپ نے اس سیاہ خانہ کو عشرت گدہ سمجھا۔ بھلا
مجھ کو یہ امید کہاں تھی۔ کہ آپ ساجد حسین اور میرے حالی زار پر کسی غلط
فرمان کیجیے۔ ذہن تہمت آج مجھ کو اپنے نصیب پر ناز ہے۔
میم صاحب - اچھا اب تم ہمارے ساتھ چلو۔

سجاد حسین - آپ اگر اجازت دیں۔ تو میں چند دوستوں سے ملکر چلا آؤں
وہ وہ لوگ شکایت کر رہے ہیں۔ میں کچھ دیر کے بعد جناب کی خدمت

حاضر ہو جائیگا۔

سیم صاحب۔ تم کو دیر ہو گا۔

سجاد حسین۔ نہیں۔ نہیں پیار سی دین جہاننگ ملن ہو گا۔ جلدی حاضر ہو کر تیرے ہی حاصل کروں گا۔ پیر سمجھو تو میرے کو خود کیسے چین آئیگا۔ سیم صاحب تو یہ کہہ کر رخصت ہو گئیں۔

چوتھا باب

پیادہ کی دین کہ تم سوتی ہو

بترے ساتھ جو یہ دل جان کیا ہے

غضب ہے یا ہے تیری ان کیا ہے

اصغر علی۔ ناں یہ تو فرمائیے یہ آہوئے کشمکش کیسے آرام آتا۔

سجاد حسین۔ خدا کی قدرت ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا سبب ہے۔

اصغر علی۔ آخر کچھ تو معلوم ہو۔

سجاد حسین۔ میری کشتی محبت نے انکو بھی بے چین بنا دیا ہے

اصغر علی۔ اب تو خوب تابو میں آ چکی ہیں

سجاد حسین۔ دوست میری تفریفا کرو۔ ایک سے اس آہو دشی کو رام کیا۔ کہ

اب رام لکل ہی نہیں سکتا۔

اصغر علی۔ ارے مانتا ہوں۔ آپ نے بڑا کام کیا۔ کیوں نہ ہو۔ آپ ایسے ہی

سب اور میں۔ اب یہ تو فرمائیے کہیں چلے گا یا نہیں۔

سجاد حسین۔ یہی تم نے نہیں سنا۔ تمہارے سامنے سیم صاحب نے کیا

فرمایا تھا۔ چلتے وقت کیا تاکید کی تھی۔

اصغر علی۔ کیا غضب کرتے ہو۔ میں تم کو سمجھاتے سمجھاتے تنگ جاتا ہوں

اور تم باز نہیں آئے۔ بھائی ان باتوں کا برا نتیجہ نکلتے گا۔ ہر وقت وہاں سکا

جانا باعث حرامی ہے۔ میرے کو بڑا غصہ اور طال اس بات کا ہے۔ کہ تمام

شرحوں کے نزدیک تمہارے والد کے نزدیک میں برا ہوں۔ سب کا اتفاق

ہے۔ اسی کے باعث حجابی کے چین ہیں۔ حالانکہ ہتھار سی صحت مہر کو کچھ
مضر نہیں ہے۔ اور ہتھار سی کا یہ حالت ہے کہ میرا کہنا مانا کیا یعنی اندرون میری
مطلق سنتے ہی نہیں۔ جو مزاج میں آتا ہے۔ نیز صلاح و مصلحت
کر بیٹھتے ہو۔

سجاد حسین۔ آخر تم ہی بتاؤ مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ میری سیالی کا جو مسئلہ
نکلے وہ کرنا چاہیے۔ ان آفت تو یہ ہے۔ کہ میرے جو مطلب کا یہ مسئلہ نکلتا
ہے وہ تم بالکل قطع کر دیتے ہو۔

اصغر علی۔ چچا میں یہ چاہتا ہوں ہتھار مطلب بھی نکلے اور دنیا کا بھی نہ ہو۔

سجاد حسین۔ میں خوشی کا باؤٹ ہو گا۔ جو فرمائیے گا شہر شہم حاضر ہوں
لیکن عید کا رٹ و فرمائیے۔ ایک دو جگہ جانا بھی ہے۔ پیار سے دو ستر
میرے بے چین و دل کو سیم صاحب کا خیال اور بے چین بنانا ہے۔

اصغر علی۔ اس وقت دن بالکل نہ چاہیے۔ آج عید تھے سب دوستوں سے
جلیو۔ اور فراموشی والے سے اٹھ کر اپنے مکان کو آ جاؤ۔ یہاں آ کر مجھ سے
کہنا تمام دوستوں سے ملی۔ اور شام ہونے ہی کی صورت گڑھ فائدہ کا یہاں نہ کر کے
بلکہ چلا جانا۔ چنانچہ سجاد حسین نے ایسا ہی کیا۔

سیم صاحب آ کر چشم براہ بقیں۔ خوراک کر سی سے کھٹ کر نوجوان کے کئی بوتے
نے اور مزاج پر سی کا کیا۔ نوجوان نے بھی انگریز سی میں اسکا شکریہ ادا کیا۔
اور سیم صاحب کی بھولی صورت کا نظارہ کر کے کر سی پر بھیج گیا۔ سیم صاحب
نے ایک دو کیا غصیوں دکھایا۔

سیم صاحب۔ پیار سے باؤ تم نے اتنا دیر کیوں کیا۔ ہم تو بڑھ چکے ہیں
ہتھار افسار کر رہا ہے

سجاد حسین۔ پیار کا دین میرے پاؤں باعث ضعیفی اٹھ نہیں سکتے تھے۔

سیم صاحب۔ کیا وجہ سجاد حسین نے کہا جب سیم سے روح جدا ہوتی ہے
تو قلوب کے جان رہ جاتا ہے جس دھڑکت نہیں کر سکتا پس جان من میری لگی
یہی حالت تھی۔ کہ پاؤں اٹھاتا تھا۔ تو میرے پاؤں اٹھ نہیں سکتے تھے۔

سیم صاحب۔ ہم اگر تہذیبی بات کا یقین بھی کرے۔ تو ہم یہ سوال کر سکتے ہیں۔
کہ تم بیان تک کیسے پہنچا۔

علاء حسین۔ آپ کی محبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ میں اس کے سوا
کیا کہہ سکتا ہوں۔

سیم صاحب۔ ڈیر پھر تم کیوں اپنے وقت میں بھٹتا ہے۔ (کچھ دیر ٹھہر کر)
ڈیر فریڈ اس وقت تم کو بہت غلطی سے محکم لینا ہو گا۔ ورنہ ہم سے تم کو
انڈس کے ساتھ جلا ہونا پڑے گا۔ اور ہم سے پھر کچھ دو نہیں پہنچ سکتا
ہے۔ کیوں ہم ایک شادی والا عورت ہے۔ گو ہمارا صاحب جس کے
ہاتھ ہم نے پناہ دے دی تھی وہ اب ہے۔ لیکن بایں حقوق وہ ہمارے دل کا
ملک و مختار نہیں ہے۔ اب ہم چاہتے تو آزاد سی لے سکتے ہیں۔ ہمارے
گورنمنٹ عالیہ نے اپنی عنایت سے یہ عہدہ ہم عہدات ناقص انفعل کو
عنایت فرمایا ہے۔ لیکن صاحب جو ہمارے کچھ اچھے دوست تھے۔ تو اپنی نظر
میں ہمارے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔

علاء حسین۔ ڈیر سنا۔ قول مردی جان وادو۔ اگر سننے کا۔ تو تم فارغی لے سکتی
ہو۔ اور میں جیسا کہ درجہ ہوتا ہے۔ یزدی کا تم لوگوں سے افضل رہ سکتا ہوں۔
پھر میں جیسا کہ کائنات و قوس میں ہو گا۔ پیر کا دین میں قوم کا سید ہوں
درمیر کا دین و وقت بہت ہے۔ اور میر کا حالات جہاں تک دیکھیں گے۔
آپ لوگوں سے اعلیٰ پائی جاتی ہے۔ اس ثابت ہو جائے گا۔ وہ جلد مقرر
ہے۔ کہ اس شہر اندو میں خان صاحب عرف لوٹ دے۔ رئیس جو

سب سے عزت اور رویہ میں زیادہ ہیں۔ وہ میر سے عزیز بہت
قریب کے رشتہ دار ہیں۔ تم دیکھ چکے ہیں۔ پوسٹر لیکن صاحب کے
ساتھ میر کا کیا طاقانہ اور سب سے کٹھن ہے۔ اس کا بھلے خود اندازہ ہو جائے گا
سیم صاحب۔ انہیں اگر ایسا ہی ہو گا۔ اس سے غریب
کا ہی ہونا چاہیے۔ اور تیر میں تو ایک رقت گزرنے کے بعد
کوئی۔ اور تہذیب و اخلاق بھی انہیں ایام میں ہو جائے گا۔ عہد سید

پھر تم تعلیم میں کیوں سستی کیا کرتے ہو۔ اس سے تم کو بڑا کام لینا ہو گا
تمہیں خود معلوم ہے۔ اگر میں اس سے کفایت بخاری کروں۔ اور تمہیں
کر کے اس سے کم بھی گذر کر سکتا ہوں۔ لیکن تحقیق کب حصولِ ماش
نرض منبھی پہنچتا ہے

سجاد وحیدین۔ میں نے جس شب تم کو اول اسٹین پر دیکھا تھا۔ اسی
دن سے ارادہ کر لیا تھا۔ اول تو یہ ارادہ تھا۔ کہ تمہارے
دل میں حیدری میری محبت کا غلط پڑے۔ اور تم میری پیکر حسن کی دیوہی
رہ ہو۔ دوسری آرزو میری یہ تھی۔ کہ تعلیم میں ایسی کوشش کروں۔
کہ تم ہمیشہ میری تفریق کیا کرو۔ کہ تمہاری راحت کے سواؤں میں کوئی
کمی واقع نہ ہو۔ اور جانفشانی سے محنت کر کے ایم۔ اے کے امتحان
میں سب سے اول رہوں۔ لیکن بڑی خرابی تو یہ ہے۔ کہ میں اگر سکول
جاتا ہوں۔ تو یہ پیاری صورت کہاں دیکھنے کو آئے۔ اور اگر نہ جاؤں تو تعلیم
میں کمی واقع ہوتی ہے۔

میم صاحب۔ اگر تم سے یہاں نہ ملے تو تم کیا کر سکتے ہو۔
سجاد وحیدین۔ دیکھو کہ میری سائنس بھر کر (خدا نہ کرے)۔ کہ تمہاری
پیاری صورت مجھ سے جدا ہو جائے۔ اور میں یوں ترپوں۔ پیاری دلیں
اب تو یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ تم میم سے نہ ملو۔ اور میں تمہاری کے عذاب سے
بے تاب رہوں۔ اب تو مجھ کو اپنی قسمت پر تار نہ دیا ہے۔
میم صاحب۔ یہ کیسے

سجاد وحیدین۔ تمکو یہ بالکل سچا سمجھ رکھا ہے۔ اور جتنی گفتگو اس وقت
کی ہے۔ اس میں ایک قسم کی سچائی کا پہلو نکلتا ہے۔ مای پوری
دلیں میں یہ بھی عرض کر دوں۔ کہ اچھے بچے سے پہلے ہی میں چھ آدمی لگا
جب تک کہ ایسی باتیں کرنا چاہیے۔ کہ جس کے واسطے یہ سختیاں جھیلیں
ہیں۔ اور انہیں اٹھاتی ہیں۔ اور تم جان دارے کو تیار نہیں۔
میم صاحب۔ کیا تم آج ہمارے پاس نہیں رہے گا۔

سجاد حسین - آپ ہی کا کہنا ہے - کہ اس مقدمہ میں تم کو عقل سے کام لینا چاہیے - پھر مجھ کو ہرگز آج کے دن یہ نہ چاہیے - کہ میں آدمی رات تک سنبھارا بھل کر کم کر دوں - اور میرے ہاں میرے دوست نے اقارب آتے جاتے ہو گئے - وہ مجھ کو ضرور پاپا سے دریافت کریں گے اور میری تائش ہو رہی ہوگی

میم صاحب - جب تم کو اتنا اندر ہم سے جدا رہنا ہوتا ہے - تو پھر اس قدر پیار کیوں بڑھایا ہوتا - اور اس پیار کا بڑا نئے کا تم کو مزہ ہی کیا مل سکتا ہے سجاد حسین - پیار کا دین میں کیا کہیں ہمیشہ حقوڑا ہی حیدر ہوں گا - مزاحفوت کا چاہ ہے - کہ جب دل میں بھی کوئی دوسرہ نہ ہو

میم صاحب - دیکھو بالو ہمارا اعزّت اور جان دونوں تمہارے ہاتھ میں ہے - اور انکو ہم تم کو دے چکا ہے - تم کو اختیار ہے - کیونکہ اگر تمہارے صاحب کو اس راز کا پتہ ہو گا - تو ہرگز جان سے مار دے گا - پھر ہرگز کیا لطف زندگی کا ملے گا - لہذا تم اب علاوہ وقت مکمل دوسرے کا جگہ نہ جایا کرو ان میں یہ بالکل بھول گئی - کہ سکول اور گھر سے جو وقت بچا کرے وہ میرے ہاں سامنے رہ کر گزارا کر دے - اب تم حقوڑا کا دیر میں میا سے پاس سے چلا جائیگا - اور ہم اکیلے چائینگا - شاید تم کو بھی نیند نہ آئے گا - اور ہرگز رات کا سنا سنا ہوا ہو جائے گا

سجاد حسین - پھر تم اپنے دل میں ذرا غور تو کرو - میں تم شیدا ہوں - یا تم مجھ پر درجہ ست تم نے کیا پایہ میم صاحب - تم نے -

سجاد حسین - خوش آمد تم نے کی یا میں
میم صاحب - دچ ہو کر پیار سے سیدے
سجاد حسین - اچھا جان دینے کو کون تیار تھا -
میم صاحب - تم -

سجاد حسین - پھر تم دونوں نہ کر سکتی ہو - کہ مجھ کو تم سے زیادہ پیارا ہے

یا تم مجھ سے۔ آجکل میں اب پہلو لٹکوں گا۔ اور آپ دونوں باقی حصہ زندگی کا عیش سے لیں کریں۔

میم صاحب۔ پیارے بابو جس وقت تمہارے جانے کا نام آتا ہے تو ہمارے دل میں ایک ہول اٹھتا ہے۔ اور ہموں پر بج آتا ہے۔ ہر وقت تمہارے یاد میں گزرتا رہتا ہے۔

سجاد حسین۔ انا والد قلم سے صحیح ہوتے ہی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ پیارے دین میں تم کو اپنا دل دے چکا ہوں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے تمہارا ہی وہ میدان ہے۔ مجھ سے جان من بے مروتی دیوناٹائی نہ ہوگی۔ ملاقات رہی نہ رہی اسکا کچھ اعتبار نہیں۔ مگر اب آپ کی محبت نے میرے دل میں گھیرا اثر کر لیا ہے۔ یہ جاننے کی چیز نہیں ہے۔ اچھا میرے پاس آؤ۔

میم صاحب۔ کیا سچ بچ تم جانتے ہو۔ بابو تم ہموں پر چھوڑتا ہے۔ سجاد حسین۔ انوس تو اس بات کا ہے۔ کہ میں اس وقت سچ کہہ رہا ہوں۔ کاش کہ یہ جھوٹ ہوتا۔ میں ہی تھا۔ اسے دل مت بھرا۔ تو آج کیوں اس قدر افسانہ ہے۔ اسے دیوانے پھر وہی دن آئیں گے دو چار دن کی بات ہے۔

میم صاحب۔ دل ڈانٹک چار تم آج کیسے موقوف۔ سیٹھے گا۔ جلد آنا۔ سجاد حسین۔ پیارے ضرور بظور دل لگا۔ جان سید تم اپنے دل میں گھبرنا نہیں۔ میں صحیح ہوتے ہی آ جاؤں گا۔ پیارے جھکو داں کیونکر چین ہو گا۔ دیکھئے والد صاحب سے کیسے نیلہتی ہے۔ وہ کل سے بہت ناخوش ہیں آج میں بالکل انکے پاس تک نہیں بچھکا۔ اگر اجازت ہو تو آپ کو آپ کے اپنے بنگلہ تک ہمراہ چلنے کی تکلیف دے سکتا ہوں۔

میم صاحب۔ اچھا ہم خود بھی وہاں تک جاتے۔

چند قدم ہمارے درجوان کریم صاحب پہنچا کر اس آکر اور کریم صاحب پتنگ پر نہ سر لپیٹ کر پڑ رہیں۔ مگر دل لگا بہن شگب چین پر چھوڑتی ہے

آدمی
میں گئے

بھیر
نہاے

دھ
سہا
سکو

بیا کر
وہ
پاس
اور

ن۔

ابو ہے

کئی بار کر ڈیں لیں۔ لیکن بے چین کرنے والے دل نے کب چین کرتے دیا
 بے قرار دل نے تو وہ تسلیم لیا تھا۔ کہ یہ سینہ پکڑ کر رہ جاتی تھی۔ اور
 دوسرے خیال آکر حمل ہونے لگے۔ اور کسی کا چھٹا ہوا دل ایسا فقور ہی تھا۔ کہ وہ اسے
 چین پر چھوڑتا۔ جتنی بے باعث دل تھکاتا گھیر رہا ہے۔ کہ سناؤ الدنہا
 ذرا غافل ہوئی۔ اور چھیل پڑھی۔ گویا کوئی کان میں کہتا ہے۔ پیار کا دین
 کیا تم سوتی ہو۔ یہ اٹھ کر رہ کے چٹکتے کھولتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ پیارے
 بار تم کہاں ہو۔ ات ہمارا تو تمہاری جدائی میں دم نکلا جاتا ہے۔ کاش خدا نے
 تمکو تمہاری محبت کا قید سی نہ بنایا ہوتا۔ تو اچھا تھا۔ پیارے ہمارا بہ کیوں
 حال ہوتا۔ جگر کی چین کسی ترندیوں پر ہے۔ اسے ہے نیند تو آج
 حرام ہو گئی۔ اور کوسوں مجھ سے بھاگتی ہے۔ اسے الدین کیا کروں۔
 ات یہ میرے دل کو کیا ہو گیا۔ پلنگ سے اٹھ کر اچھا میں ڈر کا ستار
 ہمارے دل پہلاؤں۔

ات یہ عشق بھی برسی بلا ہے۔ اس نے ہمارے زجران ہم صاحب
 کو کب بے تاب کر دیا۔ کیا یہ سیج ہے۔ کہ اس کھول پہلو سے نکل گیا۔
 نہیں اسکو بے تاب کرنے والے دل نے بے تاب کر دیا۔

اب جہاں ہم صاحب نے ستار اٹھا کر اور یہ غزل گو ہر کی خوش لہجہ کے
 ساتھ گائی تھو دے کا

غزل

رقیبوں میں گر اسکو دیکھ پاتے اپنی آنکھوں نے
 تو دیا آستوں کا ہم بہاتے اپنی آنکھوں نے
 یقین آئے نہ آئے من کے میرا حال تا حد سے
 کسی کی صورت وہ دیکھ جاتے اپنی آنکھوں نے
 نہ کرتے بات وہ کچھ دیکھ ہی لیتے ذرا ہمکو
 ہم اپنا حال دل انکو جانتے اپنی آنکھوں نے
 کہیں سے اٹھ آ جاتی اگر تصویر دلبر کی

تو سنبہ پر رکھتے ہو رک گاتے اپنی آنکھوں سے
 نہ تھی پروہ دنیا کی نظروں سے میں گر جاتا
 مگر اہل اک نہ مجھ کو گرتے اپنی آنکھوں سے
 خیال آتا ہے، صبح کہیں عاشق نہ ہو جائے
 وگرنہ ہم سے انکو دکھائے اپنی آنکھوں سے
 نہ ہوتی شفیقہ گرو مجھ کو حسن بت کا سر
 تو کیوں حد سے پہ حد سے اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 اگر خاک ورجا ناں ہمارے مافقہ آجاتی
 مگر جانکر اسکو دکھاتے اپنی آنکھوں سے
 اگر آنکھیں لڑاتے ہم سے وہ خوش چشم اے گوہر
 متا شاپتیوں کا ہم دکھاتے ہم اپنی آنکھوں سے
 شیرے شکر کو کئی کئی بار ادا کیا۔ اور اپنے خوب حال اس کا مطلب
 سمجھ کر بے تاب ہو گئی۔ سہارا دقت سے چپٹ کر زمین پر گر گئی۔ اور یہ خوش ہو گئی

پانچویں باب

اچھا صاحب کے ان اہل جانا کیوں لیا ہے
 اتنی نفرت انہیں کیوں ہو گئی جسے گم تیوریاں دیکھتے ہی مجھ کو چڑھا لیتے ہیں
 نظیر باغ کے شمالی رخ پر ایک دیوان خانہ پختہ عمارت سے کبھی کبھی
 شوقین کے امتوں کا بنا ہوا اسوقت اپنی خوبصورت پرناؤ کر رہا ہے شب
 کے کوئی تہ نہی ہوئے چاندنی رات اپنا انوکھا جلوہ دکھا رہا ہے۔
 چین میں جو کیوں کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس پر سنبہ چاندنی بھی ہوئی اپنا
 انوکھا جلوہ دکھا رہی ہے۔ اس پر چند سبز و مدید شخص بیٹھے ہیں۔ اور
 کچھ ہمارے دو جوان کے حال حال کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اتنے میں ایک
 شخص آیا۔ اور سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔
 پھر دو جوان۔ (دعوت سے) اب آپ کی آوارہ گردیوں نے خوب پاؤں پھیل گئے

نے دیا

ادھر

اسے

سنا

میں

سے

رات

لیں

آج

ن۔

تار

ج

یا

سے

میں۔ ہم نے ہر چند چاہا کہ تم لوگ اپنی خود اصلاح کرو مگر یہ غیر ممکن ہوا۔
 تم لوگوں نے میوہ گردیا۔ ہم بطور خود اسکا انتظام کر نیئے۔ جناب حکیم صاحب
 صاحب فرمائیے۔ عید کا دن ہے۔ اور مزد صاحب کا اس وقت تک گھر
 میں ناہیں ہوا۔

حکیم صاحب۔ اسے صاحب آجیل کے جوان کا بھی حال ہے۔
 پرنسز ان۔ بھٹا جاتا تو چلن مصیبت میں آگئی ہے۔
 حکیم صاحب۔ آج کہاں ہونگے؟ وہ قہر کر کے آئیں۔
 پرنسز کو جوان۔ اسے صاحب آدھ گردوں کا بھاکہیں پتہ ہوتا ہے۔ جوان کا
 ہوتا۔ کہیں دوست جیادوں میں پڑے پھرتے ہوں گے۔ ان کے
 دوست غلبی یہ مسیحا اصغر علی صاحب ہیں۔ ان سے دریافت کیجئے۔
 اصغر علی۔ ان مجھے معلوم ہے۔ بلکہ ضمانیت رسول صاحب کے پاس تلخ
 میں تشریف لے گئے ہیں۔

پرنسز کو جوان۔ فقرہ تو اس لوگوں کے پاس بنا طیار رہتا ہے۔ اصغر علی ان
 انظموں کو شکر بے قرار ہو گیا۔ اور اپنا سر جمع لیا۔ اسنے میں ہم دیکھتے ہیں کہ
 پرنسز کو جوان سامنے سے چلا آتا ہے۔ اسکے دل کی خوشی مسکراتا اس کا
 چہرہ کر کے۔ اسکے دل کا بید کہنے کو تیار ہو رہی ہے۔

حکیم صاحب نے اسکی آواز کو ثابت کر دیا۔ پورے سامنے آکر غصہ کا
 لڑا گئے بڑھ کر ایک مندرہ سلام کیا اور ملکہ پر بیٹھ گیا۔

پرنسز کو جوان۔ آج اس وقت تک آپ کہاں تشریف فرما ہے۔

نوجوان۔ کاشی ہر آواز سے۔ آج تمام دن عید ہمارے گزر گیا۔ بدین
 وجہ حضور کے سامنے بھی نہیں آیا۔ اس وقت صاحب غریب باشندہ کا
 موقع حاصل ہوا۔

پرنسز کو جوان۔ کہیں گئے۔ مگر تم نے اس وقت اس عید صاحب کی کبھی
 دعوت کی ہے

اصغر علی۔ خاموش۔

میں کی زندگی گل و گلزار دیکھتا
اور میری زندگی تیرا دیدار دیکھتا

لہذا عرض کرنا ہوں۔ کہ ہر ذرا آپ کو کسی سوزے محبوب سسچ ستائی۔
اپنی طرف سے عاقبت گڑھ لگا کر اس غرض سے کہ سنائی۔ کہ مہلوگوں
پر خنکی کا باعث جائز ہو۔ جو شکایت آپ تک پہنچے آپ اس کی خود
تحتیات فرما لیجئے۔ اور اگر انصاف اور تعاون کو مجرم قرار دے تو ہم درد و صاحب
غرض سے اسکی پاداش بھگتنے کو تیار ہیں۔

پدر نوجوان۔ اچھا صاحب کے ان آجکل کیوں جانا لیا ہے۔
نوجوان۔ بابا کیا وہ کوئی بدو منع یا کم حیثیت آدمی تھا تو اسی میں۔ حاکم وقت
کے ہم قوم تین سو روپیہ ماہوار کا کے ملازم علاوہ ان میں ان سے انگریز کا
میں آجکل سیکھا کرتا ہوں۔

پدر نوجوان۔ آجکل وہ تو دور میں راکر تھا ہے اب چھپتے ساتویں دن نیلگر پر
آ جانا ہے۔ ہر کوئی کچھ مدد ہے۔

نوجوان۔ فرض کیجئے اگر صاحب شریف بھی نہیں دیکھتے ہیں۔ تو ہم صاحب
کو خود اتنی دیا قتل ہے۔ کہ مہر کمین سال بخیر پڑا۔ مالکتی ہیں۔ اور
کچھ انکو سبب نہیں نہ ہو گا۔ وہ بہت بھلا خلق کے ساتھ ہمیشہ آیا کریں۔
پھر میں کیوں نہ جاؤں یہ کوئی مسیوب بات نہیں ہے جس پر چشم
اعظم و اقدس ہو رہا ہے۔

پدر نوجوان۔ (دھیلا کر) بس خاموش۔ ہم آج سے یہ سہیں۔ کہ تم وہاں
کئے وہ بہت بڑا ہو گا۔

پہلے نوجوان یہ سنکر متحیر ہو گیا۔ اور اندر زمانہ مکان کے آگے کر چلا گیا
اسے علی صاحب نے بھاد بے پاؤں گھر کا راہ لہ۔

چٹا باب

اسے پھر میں کیا کروں

جدا ہئی میں کسی رشک پر ہی کے حال میرا ہے بہتر ابتدا سے
عصر کا وقت ہے ۔ سال پر اہول مضطر کی طرح اٹھ اٹھ کر آ رہا ہے ۔ بارغ
ہے ۔ بہار ہے ۔ گل گل رہا ہے ۔ اور جھلی جھلی خوشبو سے کسی حسین
دوس کو لب رہے ہیں ۔ صبح یارغ کے کنارہ پر سر و اٹھ اٹھ کر قد جانان کا منبر
لے رہے ہیں ۔ زکس دریدہ نگاہوں سے کسی کے جمال زاید فریب کو
سینہ اٹھا کر جھانک رہا ہے ۔ لیکن وہ اب نظروں سے اوجھل ہے
کہ عذہ کی جذائی نظر نہیں آتا ۔ سو من کے دل پر غم کی گٹھ چھائی ہے ۔ لاکھ کسی
کے داغ جدا ہئی کے بیتاب بنا رکھا ہے ۔ یا من اپنی بیسی بیسی خوشبو سے
کسی شام جاگنو تازگی دے رہا ہے باوجود صبر ہے کہ ٹھک جلیاں کرتی ہوئی
آتی ہے تو کھپا پیا رہے پیارے رخساروں کے بوسے لے جاوہ جادو کھائی پرتی ہے
مذک کو تو غصہ ہی کا نیمبر نے اپنے گورے گورے ہاتھوں سے سونوارا ہے
چمن میں اغبان قوت نے رنگارنگ کے گل کھلائے ہیں ۔ کہ جگنو لٹن دیکھو
گردنک ہو جاتا ہے ہر روش پر کھلے برابر کھتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ جن کا
صفت گیری پر صانع کو ثابت ہے ۔ چھوٹے چھوٹے پودے بڑھنے والے اگلے
علوم ہو گئے ہیں ۔ اور اپنا اوجک سمجھو دکھ رہے ہیں ۔
سا مے ایک بنگلہ کسی شوقین کی پیار کا یاد دلا رہا ہے جس میں اس وقت
بہم کئے تو کیا دیکھتے ہیں ۔ کہہ کی آرائش تو اور سونے پر سہاگ کا کام
کر رہا ہے ۔

جلی آئینہ قد آدم صوب کھڑے سکندر کی روح کو بیٹرکا رہے ہیں
ورما مے ایک یورپین لڑکی کو کوچ کبیس پر بیٹے ہوئے دل سے باتیں
کر تا ہر پاتے ہیں ۔

چھ اندرون ایسا ہوا زمانہ میں جلی ہے کہ حبیب کو دیکھو وہ مطلب خود غرض

ہے۔ پھر ان ناہنوں سے کیونکہ ملاپ ہو سکتا ہے۔ میرے تو دل کا یہ عالم ہے۔ مگر اس بے وفائے کو بھی پرواہ نہیں ہے۔ اے اللہ پھر میں کیا کروں۔
پنگ سے اٹھ کر وہیں کیا بلا ہے۔ ارے کبھی ہمارے حواس درست کر دیجیے تو عالم میں کیا ہو رہا ہے۔ یا تیرا ہی دنیا سے انوکھا دل ہے
ان جیسے تو تمام عالم تیرا ملامت مہر نے لگا۔ نہیں معلوم مجھ کو کیا ہو گیا
آیا۔ دلمہ میں اگر حکیم صاحب اٹھیں نا۔ اب تو شام ہو گئی۔ آپ تو اتنا کچھ
سو یا نہیں کرتی عقلیں۔

سیم صاحب۔ آیا آج ہمارا طبیعت بت ناس ہے۔

آیا۔ ہے وہ شہزادوں کی طبیعت کو کیا ہو گیا ہے۔

سیم صاحب۔ ہمارا دل بہت گھبراتا ہے۔

آیا۔ اے بیکوں حضور کا دل گھبراتا ہے۔ کیوں صاحب آپ کیا آپ کے پاس

وہ قبیلے نہیں آیا کرتے ہیں جو آپ سے سبق پڑھا کرتے ہیں۔

سیم صاحب۔ دچپ ہو کر نہیں آیا کیوں نہیں کرتے ہیں۔

آیا۔ اچھے مار کئی سیر بھیجئے دل بدل جائے گا۔

سیم صاحب۔ نہیں ہمارا دل سیر کو بالکل نہیں چاہتا ہے۔ ہم سیر کیا کریں

ہمارا تو دل قابو سے نکل گیا ہے۔

آیا۔ سیم صاحب دل پہلانے کی میں ایک صورت نکالتی ہوں۔

سیم صاحب۔ وہ کیا۔

آیا۔ وہ یہ کہ آپ اس وقت کھیلنے چلیں۔ آپ کا دل و مال حضور بدلے گا۔

سیم صاحب۔ ہیں۔ ہم بالکل کھیل نہیں کھیلے گا۔ تم خود اندازہ کر سکتی ہو۔

کہ صاحب کی جہاں ہمیں کتنا شوق گذر رہا ہے۔ اور ہمارا دل

گھبراتا ہے والا مسکو بے چین کر رہا ہے۔ میگو نہیں معلوم کہ ہمارے

دل کو کیا ہو گیا ہے۔

آیا۔ اب گھبرائیے نہیں۔ خدا کو منظر ہے تو وہ خود ایک روز میں شریفی لے آئے گا۔

مقدور گھبراتا تھا۔ تو صاحب کے ہمراہ کیوں نہ شریفی لے گئیں۔

میم صاحب۔ ہمارا خوشی اس میں کیا کچھ صاحب کا زور ہے۔
آیا۔ اچھا استفادہ گھبراتا کیوں ہیں۔ کیا کوئی عورت اکیلی نہیں رہتی ہے۔
جو آپ کا یہ عالم ہو رہا ہے۔

میم صاحب۔ ہاں ہمارا اب دل گھبراتا ہے اس کو ہم کیا کر سکتے۔
آیا۔ مجھ کو اپنے دل پہانے کی کوئی صورت بتلائیے تاکہ میں وہ تدبیر کروں
جس سے حضور کا دل بہا رہے۔

میم صاحب۔ ہم تو کیا تدبیر تبتائے۔ ہمارا دل پہلو سے کوئی نکال کر لے گیا
ہے۔ اب ہم نہیں اس کو ٹھوگا کیا۔ مگر اس کا پہلو کوئی پتہ نہیں ملتا۔
پھر تم ہی کہو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

آیا ایک چلتی ہوئی عورت ملے۔ ذرا تار لگئی کہ اس کو حضور کسی کا پریشانی ہے
میں کے باعث سے یہ حال ہو رہا ہے۔

آیا۔ میم صاحب اصل حال چھپانے سے تو کوئی مطلب ہمارا ہی نہیں ہو سکتا
ہے۔ البتہ اگر حضور اپنے دلی حالات مجھ پر مخفیف فرمادیں۔ تو حضور کچھ
کا میا بی کا پہلو نکل سکتا ہے۔

دین نے کچھ جواب نہ دیا۔ خاموش آیا کے منہ کو کھتی رہی۔

آیا۔ میم صاحب کچھ تو فرمائیے کہ حضور کے دل پر کیا گذرتا ہے
میم صاحب۔ دیکھتے ہی سانس بھر سکتے (دل آیا ہم کیا اپنا حال تم کو
بتائے۔ ہمارا دل تو ایک نوجوان کے گئے۔ ہر کوئی سے کہتے ہوئے غم آتا ہے
آیا۔ میم صاحب اس میں کوئی غم کی بات نہیں ہے۔ دل سے انگریز اور ہندوستانی
سب مجبور ہیں۔ کوئی ہندوستان پر خصوصیت نہیں ہے۔ ذرا ہی میں
تو سنوں۔ کون ظالم آپ کا اچھوتا دل لیک گیا۔

میم صاحب۔ پیار ہی آیا ہم کیا بتا سکتا ہے۔ وہ بابو غریب ہمارے پاس
رہتا ہے آیا کرتا ہے۔ اس کی ہمارا صورت نے ہمارے دل پر ایک ہار ڈھلایا ہے
کوئی صورت اگر تم سے نکلے تو نکالو۔ ورنہ ہم دنیا سے چلا جائے گا۔
صاحب اگر خبر موت سے گنا۔ تو جانے کتنا رنج اس کو آئے ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے

کہ بابو کی صورت کو کو بسنے لال لگے ہیں۔ جس نے اپنی جبک سے
 ہمارے حواس کو دیئے۔ اگر ہم ایسا جانتا تو بابو کو ہرگز اپنے نزدیک نہ
 ٹھکنے دیتا۔ پر اب اسکی صورت اگر ایک منٹ ہمارے دم سے جدا
 ہوتی ہے۔ تو ہمارے ہوش خطا ہو جاتے ہیں۔ پیار کا آیا ہم کیا کرے
 تم ہر کوئی صورت نکالو۔

آیا۔ میم صاحب میرے ہوش اڑے جاتے ہیں۔ آپکا حالت دیکھ کر اگر آپ
 کے دشمنوں کا بھی حال رہیگا۔ تو بہت برا ہو گا۔
 میم صاحب۔ ہم اسکا واسطے تو تم سے جھپٹا تھا۔ کہ ہمارا حال قابل
 غصہ ہے۔ اگر تم سے کوئی علاج مبادا ہو سکے تو کر دو۔ ورنہ ہم نے تو
 اپنی حالت خدا پر چھوڑ دیا ہے۔

آیا۔ میرا جیسا میم صاحب میں آپ کے وارے جاؤں۔ میں تو ہر طرح آپ
 کی فرمانبرداری و خدمت گزار ہوں۔
 میم صاحب۔ اچھا تو تم کوئی صورت نکالو نا جس سے میرے بتیاب
 دل کو تسکین آئے۔

آیا۔ جی ہاں۔ کوئی شکل آپ کے محبوب کے بننے کی نکالتی ہوں۔ آپ گھبرا ئے
 نہیں دیکھئے۔ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسے پلنس و ٹھنڈا سما
 ان کا جیہ دل قابو سے باہر ہوتا ہے۔ تو بھی عام ہوتا ہے۔ میرا کدانت
 میں آپ اپنی حالت کو سمجھائے۔ کیونکہ آپ کے دشمنوں کی اگر صاحب علاج
 کریں گے۔ تو ضرور انکا نشانہ ہو جاوے گا۔ کہ کچھ نہ کچھ مال میں
 کا لہے۔

میم صاحب۔ میرے ہرے قرار کا حق نامیہ سو درجہ سے تجاوز کر گیا ہے۔
 میں کیا کر دوں۔ میرا لائٹ زندگی کا اب اختتام ہے۔

آیا۔ اے میم صاحب! یہ کیا فرماتے ہیں۔ خدا نہ کہے
 میم صاحب۔ ہم کیا کرے ہمارا دل قابو میں نہیں ہے۔ کیونکہ باقی حصہ
 ہم اپنی زندگی کا پیش سے گذرے گا۔ ہر کسی کا گرین و غم (کہا ہے

جاتا ہے۔

آیا۔ بیم صاحب در صیر بھیجے۔ اس قدر بیتاب ہوا کہ اس نے مانا۔ اگر اسکا وصل آپکے نصیب میں ہوتا ہے۔ تو ضرور ہرگز رہیگا۔

بیم صاحب۔ پیار سی آیا۔ تجھے خدا کی قسم۔ جو یہ رات کسی پر شکستہ کرے۔
دیکھ لوں جیب تجھے نکال کر دیتی ہے۔

آیا۔ اے میم صاحب میں ایسی ویوانی دھوڑا ہوا ہوں۔ گو ہم ہندوستانی آدمی ہیں۔ تاہم ہماری بات جان کے سامنے ہے۔ اور قول زبان کا ایسا کہ اگر کوئی سر کو تن سے جدا کرے تب بھی بھید تک نقطہ زبان پر نہ آئے۔

میم صاحب۔ میری زندگی کا دلدادہ و مددگار تمہارے ہی اوپر ہے۔

آیا۔ بیم صاحب اب میں جاتی ہوں۔ کچھ کام کاج دیکھوں۔ پھر حاضر خدمت والا ہو کر شرف حاصل کروں گی۔ آیا تو اٹھ کر چلی گئی۔ اور بیم صاحب اس کی انگلی میں رہ گئیں۔ دل کھیرانے لگا۔۔۔ بے گھر اور صحرانہ لگیں۔ چمن کی انیش سے دل کو پہلا نے لگیں۔ شروع کر کے کا سویم چینی کا کھلنا۔ سیلے کا بھلنا۔ سو من کے لب رنگین پرسی کا دھڑکی کا بھنا۔ گل خر شہر کی سینی بھینی خوشبو آتا۔ گل داوڑی کا کھلنا۔ ہر قسم کی کلیوں کا شگفتہ ہونا۔ چمن کو ایک رونق دے رہے

پادک پر تو اس وقت عقرب کا نزالہ چمن چھایا ہوا ہے۔ ہر شے گویا باغباں قدرت نے سنوار کر عروسی لباس پہنا دیا ہے۔ چمن اس وقت کیا ہے۔ گویا دلہن بنا ہوا ہے۔

میم صاحب! سپر بیار بطف وہ منظر سے اپنی آنکھیں شکمہ رہی رہیں۔ اور اپنے دل کو یہ انیش دکھا کر بہلا رہے ہیں۔ لیکن یہ سنا نہیں سکتا۔ دیکھ کر چمن چھوڑتا ہے۔ کسی کی یاد آ کر بے چمن بنانے لگی۔
اصناف سے کاغذ زبان پر آنے لگا۔ اور طبیعت بگڑنے لگی۔ دل کی آہن کچھ ایسا بڑھا کہ چمن کی رونق میں خارستان بنکر آکھوں میں کھٹکتے

گئی۔ کیونکہ جب ان کا دل قابو سے نکل جاتا ہے۔ تو اس کا جی کسی جگہ
 نہیں بیٹتا۔ اور اس کو بہار چمن بھی سواں مدح معلوم ہوتی ہے۔ جہر ہنسان
 کی آنکھوں میں تازگی پہنچاتی ہے۔ ہزاروں کو بہلا یا۔ مگر دل کہیں بہنے
 والا صفت۔ جو اس کے بہلا سے بہتا۔ آخر میوہ ہر گہ پٹنگ پر گڑ پڑتا۔
 اور چوندنٹ خاموش پڑتی رہی۔ بعد کو اچھل کر مانی ڈیر بالو ستم
 کہاں ہو۔ جواب نہ ملنے سے اور متردو ہو کر۔ اس کے اندر وہ کہاں۔ یہ
 صرف میرا خیال ہی خیال مجھ کو آرزو دلارا ہے۔ کہ وہ آئے لگے۔
 اتھین کیا بلا ہو گئی۔ میرا تو دل نکلا جاتا ہے۔ اس میں اگر مجھ کو یہ معلوم
 ہوتا۔ تو میں کسی بالو نہ دیکھتی۔ اور اپنی آنکھوں پر لافٹ رکھ لیتی۔ پر مجھے کیا خبر
 ملتی۔ کہ وہ میرے دل پر ایسے ستم ڈھا لیتا۔ اسے میری جراتی آیا ہو
 پائمال ہو گئی۔ اور اس دنیا سے میں بہرہ دار مان ہکا چلی۔ مجھ کو کچھ عیش کا حرا
 بھی دلا۔ ات کیسی نا کام چلی۔ اب میرا خاکہ تمام دنیا میں اڑے گا
 ہے۔ جبکہ لوگ کیب ذیل سمجھیں گے۔ نہیں میں اس وقت تک
 زندہ ہی نہ رہوں گا۔ کہ مجھ کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ اگر میرا
 چٹن آیا ہے کسی دوسرے شخص کے سامنے دوہرا دیا تو میں کیا کر سکتی
 نہیں وہ ایسی چھوڑی عورت نہیں ہے۔ ضرور اس کا میں عقل سے
 کام لے گی۔ اوہ نہ اگر اس نے کہ بھی دیا۔ تو کیا کر سکتی۔ میں اس وقت
 دنیا سے روح پوش نہ ہو جاؤ گی۔ اور کسی کی برسیا بھلی باتیں سننے کی عاگی
 نہیں ہوں۔ کیونکہ میں آئے دن کی نالوں میں دیکھا۔ کہ سلیکڑوں عورتوں
 نے اپنے کو دنیا سے شادویا۔ اور دنیا کا کو ترجیح نہ دی

یہ صاحب نے کسی کی جدائی میں روتے روتے برا حال کر لیا
 ہے۔ ات یہ عشق بھی برسیا بنا ہے۔ جہاں اس نے تو کسی سے
 تپاں لیا۔ پس اس کی جان کے بیٹے کے وہنے پڑ گئے یہ وہ خرابا ہے
 کہ جس نے حرام کی جان اور قرین کی سکی محبت میں ہاک کر دیا۔ مجھ کو
 کسی کی صورت نے پیلا بنا یا۔ اور عشق میں پھنسا یا۔ میرے مشرق کو

تا پکے
 کرے
 تانی
 یان پر
 ت
 کی
 کی
 ت
 ہر
 اس
 ہا
 کی
 ت

رہنے سے جدا کر دیا۔ تل کو دمن کے چاہانہ دم میں گر آیا۔ غرض کسی کی مرزاؤں پر سحاب غم کی چٹرائی ہے۔ کوئی اسی کے باعث نسلین را کرتا ہے۔ پھر کیوں کر اس کی دیوانی تجہ کو یہ وصل سے شاد کام ہونے دو گیا۔ ناسحق تجہ کو امید واثق ہے۔
ہمارے میر دین کی اسی اوپرین میں آنکھ لگ گئی۔ پھر کیا تھا۔
وینا و ماہنیا کی خبر نہ رہی۔

ساتواں باب

امحاجان میر کی تصویر سے

یہ دل بہم سے لڑتا ہے۔ اسکی طرف سے کہاں کا طرفہ اور پیدا ہوا ہے
سوقت تک ستوڑا ساون باقی ہو گا۔ گرمیوں کی دھوپ کو ٹھنڈوں اور بلند عمارتوں
کی چڑیوں پر چڑھ کر سورج کے غروب ہونے کا تماشا دیکھ رہا ہے
ہے۔ جوشہد کا چہرہ اتر چلا ہے۔ اور ضعف کے باعث
چہرہ نڈال ہو گیا ہے۔

سجاد حسین۔ آپ دیکھتے ہیں۔ والد صاحب کے نام جائز بتاؤ کو حواہ
مخاواہ میر سی خرابی کے درپے ہیں۔ ایسے ایسے حکم نافذ فرماتے ہیں۔ کہ جو
بہم سے انجام نہ پہنچ سکیں۔ جو آج بیم صاحب تشریف لائی ہیں۔ اسکی صاحب
کے جائیکو نظمی منع کرتے ہیں۔ اور صاحب سے میرا بہت دور ستانہ ہے
میں وہاں جاتا ہوں۔ توجہ کام ہوتا ہے وہ مجھے کہلا بھیجتے ہیں۔ میں اس کو
انجام دیتا ہوں۔ نیز صاحب سے میں سبق بھی پڑا کرتا ہوں۔ امکا وہ ایک
معتول آدمی ہیں۔ علاوہ ازیں مجھ کو ان لوگوں سے رسم پڑانا ہے۔
یہوں کہ ان لوگوں سے ملکر اور کوئی نوکر سی کی صورت نکالوں گا۔ انش
الہ تعالیٰ کوئی دن میں معتول عہدہ حاصل کر دوں گا۔ آپ تو نوکر کی
چھوڑ کر امدت گزین ہو بیٹھے۔ اب ہم سے بھی فقر کی کہنا چاہتے ہیں

کوئی اختیار ہی بات نہیں کہ نوکر سی کر کے خدا کی عبادت میں کچھ خلل واقع ہو۔ برائے خدا آپ ان کو سمجھائیے۔ ورنہ آپ وہ اور وہ دوزخ میں جہنم لاکھ اٹھائیں گے۔ اسی جان میں سب سے عرصہ کرتا ہوں۔ ورنہ ان کی عقل بے سود ہوگی۔

ماورنوجوان۔ میاں تھو ناحی رنج ہے۔ آئے تو وہ میں کیا کہتی ہوں وہ میرے بچے کے پیچھے لوگ مارتے ہو کر پڑ گئے ہیں۔ اے ہے جانے کیا کیا کہا ہے کہ وہ بھول کی طرح کھلا گیا۔ میرا تو کچھ کر روح بوز ہوئی جاتی ہے۔ دہلی دیکھ اے تو کیوں نہیں ہوتا ہے۔ جیسا جادری کھو میاں کو گھر میں بلالہ۔ بڑے آئے ہیں۔ میرے بچے کو تنگ کر رہا ہے۔ غصہ جیتم اٹھو نہ مارتے ہو کھانا کھاؤ۔ میں تمہارے باپ کو سمجھا دوں گی۔

سیا وحیلین۔ اسی جان میرا اس وقت کھانے کھا نیکو دل نہیں چاہتا۔ خدا جانے کیوں اشتہا جاتی رہی ہے۔

ماورنوجوان۔ نہیں میاں کھانا کھاؤ یہ کہاں کا خمر ہے۔

پدرنوجوان۔ دکرے میں آکر کیوں ہے کیا بلا جہاں باہر جاکے سمجھو۔

سب پیام پہنچا۔ مگر بی باقی میں۔ کیا غصہ میں جان ڈال ہے۔

ماورنوجوان۔ آج آپ سے خوب میرے بچے کا لہو پانی ایک کیا ہے۔ اے

تمہارا کیا نقصان کرتا ہے۔ جو وہ صاحب کے پاس جاتا ہے۔ لوگوں کے

کو دوزخ آکھوں یہ نہیں دیکھ سکتی

پدرنوجوان۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ آج کسی مہم کی دعوت کی۔ اور اس

وقت کی ہے۔

ماورنوجوان۔ پھر اس کے لو کہیو عزت کرتے ہیں کوئی عیب مقولہ ہی ہے اس

وقت تو وہ قلعہ ہیروں کے لئے ہے

پدرنوجوان۔ تم کو کیا معلوم تم گھر میں بیٹھی ہو۔ مہم اس کے افسانہ پر نظر

مصلحت نہ ڈالیں گے۔ تو اور کیا کرنا چاہو؟

ماورنوجوان۔ نہیں میں سب سے کہتی ہوں وہ بہتیں کو نہیں سمجھتی

ہی کی
بین
م ہونے

مقا۔

ے
رژن

ے
ش

فراہ
کہو

صاحب
ان سے

س کو
ادہ ایک

ان
ذکر

تے ہی

اتنا کوئی لاکھ حند کرے۔ مگر تم وہی گئے جاؤ گی۔ مرغ کی ایک ٹانگ
پدر نوجوان۔ بس اب صاف بچھے۔ آئندہ کو ہمارے معاملہ میں دخل در
مستقلات نہ کیا کرو۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ آجیل اس کے اطوار با نعل خراب
میں۔ اسکا بندوبست کرنا ناممکن سمجھا گیا ہے۔

مادر نوجوان۔ اسے میرے بچے کے پیچھے تم کیوں مانتے ہو کہ پرے
ہو۔ دور پار ایسے اطوار نہیں ہیں۔ کھلے دلوں کے ننگ ہوں۔ اسے
بھ کیسا دنیا میں لہر سفید ہو گیا ہے۔

پدر نوجوان۔ تم کیا معلوم گھر میں بیٹھی بیٹھی باتیں کرتی ہو۔

مادر نوجوان۔ اسے مجھیں تو ایک بات کا وٹ لگ جاتی ہے

تصور۔ اسامی تو ہمیں چپ ہو جاؤ۔ ٹکڑی مار سی باتیں کیا ہوئیں۔
کہ محنت میں بیٹھے بیٹھے لڑائی ہو گئی۔

مادر نوجوان۔ دغہ ہو کر تجھے کیا ہی کتیا۔ تو چپ رہو۔ بڑھائی ہے۔
بڑوں کے بیچ میں بوسے نکلا۔

تصور۔ دغہ کر کے اسے تو کامیاب کیا تصور ہے۔

پدر نوجوان۔ کیوں اس نے کیا کیا ہے۔ جو تم اسکو ڈانٹتی ہو۔ خدا سے
کو بھی لوگوں کے سر چلتی ہو۔

مادر نوجوان۔ بس لوگو چپ رہو۔ میں اپنے حراس میں اس وقت نہیں۔

ہوں۔ اسے کیسا دنیا کا لہو سفید ہو گیا میرے بچے کی ذرا مانتا نہیں ہے
اسکے جب دیکھو شیریں بیٹے ہوئے ہیں۔ دھربار کسی کا اب خیال ہو۔

پدر نوجوان تو ہنر کر باہر چلا گیا۔ اور نوجوان کی مانتے نوجوان کا خوب
دیکھ کر۔ اس کی بیٹی بیٹی بیٹی باؤں نے نوجوان کو حاض کر دیا۔ اس نے
مٹھ کر منہ مانتے ہو گیا۔ اور کھانا کھایا۔

اور مہنگام نے اپنی ازکھی شکل دکھانا شروع کیا۔ آفتاب دن بھر کا تھکا ہوا
مٹا مٹا پنک پر جا کر آرام کیا اور مہنگام نے مشرقی سمت سے حد دکھانا
خوش دہ کی ہمارا نوجوان پنک پر چلتا اور اسی خیال میں محو ہو گیا۔

آٹھواں باب

سمجھ کو معلوم نہیں

یہاں تو پتے ہم رہے اور دان تو پیار رہا۔ ایک تیر عشق ہے اور دو جگر کے پار ہے
 آج کا دو عمرادوں ہے۔ ہمارا نوجوان رات بھر کروٹیں بدلتے بدلتے اٹتا
 گیا۔ نہایت فز مروتہ حالت میں لیٹ کر بے چینی سے اٹھا اور سناٹا لگتا دھوکہ کپڑے
 وغیرہ سے آراستہ ہو کر تیرے عشق کے ساتھ بیچ صاحب کے فنگل جانے کا
 ارادہ کیا۔ لیکن پیر نوجوان نے ہلکا کر کہا کہ اتنی جمع کہاں جاتے ہو۔

نوجوان۔ اس وقت میں سروساھی مرد علی صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ کل
 ان سے عہد ملنے گیا تھا۔ ایک حسن اتفاق سے وہ کہیں تشریف لائے تھے
 اس وجہ سے مقامات نہ ہوئی۔ نیز بابو شیر احمد کے پاس بھی
 جاؤں گا۔

پیر نوجوان۔ اس وقت جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بیٹھو
 اور یہ وقت ہم کہیں نہ جائیں۔ تم بھی یہاں سے جنبش نہ کرو۔
 نوجوان۔ بہت اچھا۔ لیکن تم میں اور عرض کرتا ہوں۔ کہ آج صبح سے
 مجھ پر یہ قصاب کیوں نازل ہے۔

پیر نوجوان۔ ہنگوڑ بھنڈا تھا تاجاڑ کار ریٹوں کی خبر ہو گئی ہے۔
 ہمارا نوجوان بھی آڈر رستہ خاموش ہو گیا۔ اس کا آٹھواں
 خیال سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور نہ معلوم اس نے کیوں اس کو ایسا غیر عزم متفق
 کر دیا۔ کہ اس کو اپنے تن بدن کی ہوش نہ رہی۔
 پیر نوجوان۔ تم کو جزا فیہل صاحب یاد ہے۔
 نوجوان۔ جی نہیں۔
 پیر نوجوان۔ تو رنخ یاد ہے۔

آنقدر نہ اچھا دل لگا۔ اور بعد کو وہ بھی تکیختہ نہیں گئے۔

مادر نوجوان۔ بیٹا میرے بندے کو خدا کو مونسپ دیا کرتے ہیں۔

تصور۔ بھائی جان تم صاحب کے ماں نہ جایا کرو۔ رالہ صاحبہ ناراض ہوتے ہیں۔ تو وہ کام کیوں کرو۔ جس میں ان کی خوشی ہو۔ وہ کام کرنا لازم ہے۔

نوجوان۔ اے تصور اب انکو مجھ سے کچھ دلی بغض ہو گیا ہے۔ سب سے بھی ادا نہیں ہیں۔

مادر نوجوان۔ اے مولا سے تو دو۔ میں کیا ان کے منہ میں گئی شکر دیتی ہوں۔ اے ہے انہوں نے توفیق میں جان کر دیا ہے بچہ میں کئی دن سے دیکھتی ہوں۔ انکے طریقے طور میں۔

سجاد حسین۔ اما جان اگر پاپا بھگوریں سنا کیئے۔ تو کچھ اچھا ہوتا ہی ہو گا۔ ایک دن دیکھنا صاف کی کھا کیئے۔

تصور۔ اے امی جان پاپا جان کو یہ کیوں بھائی جان سے نفرت ہو گئی ہے۔

مادر نوجوان۔ اے تو پھر مجھے کیا معلوم

تصور۔ وہ تو صرف صاحب کے اُن جانے کو منع کرتے ہیں۔ پھر بھائی

جان جایا کیئے۔ وہ جو اس روز نیم صاحبہ آئی تھی۔ ماشاء اللہ وہ تو بڑی مہذب معلوم ہوتی تھیں۔ ان کے طرز کلام سے مقولات کا یہ نہ نکلتا کہت۔ پھر انکے ماں جانے میں کون ہرج ہے جو پاپا جان پر پڑے ہیں۔

مادر نوجوان۔ کوئی ہرج گبات نہیں ہے۔ اپنی اپنی سمجھ ہے کسی کا دل دکھانا اچھا ہوتا ہے۔

تصور۔ اے ہے ان کو کیوں بھائی جان کا یہاں رہنا چھاتی کا بہتر ہو گیا ہے۔ اما جان اگر آپ کا اے میں آئے تو خرابیاں کے گھر چلے آگ لگ جائے۔ ضیق میں جان کر دیا ہے

اور نوجوان۔ اسے تو کیا کچھ چھوڑ دے۔ میری جان سے دور میرے
بچے کی بے چینی مجھ کو اور دونا ٹکین بناد ہی ہے۔

تصور۔ ان دونوں پاپا جان کی خفگی زیادہ دیکھتا ہوں۔ جانے کیا بات ہے۔
ماورنوجوان۔ نکو سجاد کے افعال پر نظر کرنا لازم ہے۔ کیوں اس وقت
اگر اس کی رگ ٹوک نہ کی۔ تو اور کو خراب ہونا پڑے گا۔ بزرگوں کا بڑا
ہے۔ اچھی سیٹھ کھائے ناگرہاں۔ یہ سی صحت پیٹھ کٹے ناگ

کان۔

سما و حسین۔ دن بھر سکول کی ڈیوٹی جگت ہوں۔ اس سے اگر فرصت
ہی۔ تو چار پچھ آدھیوں سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ صاحب برسی صحت ہے
اگر وہ کہیں تو میں چڑیاں پنکھ گھر میں بیہ ہاؤں۔ اگر ایک جگہ ہی سما جانا
قیامت ہے۔ ستم ہے۔ آفت ہے۔ تو میں نہ جاؤں گا۔ پھر یہ
نشہ دیکوں ہے۔

ماورنوجوان۔ اے تو انکو کسی نے کچھ بتوڑا ہی پڑایا ہے۔ کہ ان
کے کچھ حیل میں آجائے۔ اسے بے میرا تو یہ حال دیکھ کر جھپٹتی ہے
سبب رہتا ہے۔ خیر بچے صبر کر۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

اب ہم انکو تو اسی حالت میں چھوڑتے ہیں۔ اور اپنے سپرد
سے انشرفیلس کرتے ہیں۔ ہم صاحب کو نوجوان کا اخطار کرتے کرتے
درگتھ سے زیادہ گتھ کرتے۔ تو دل کی بے چینی ہٹے اور زیادہ پاؤں
پھیلائے۔ بے فکر کرہ میں سے اٹھ کر برآمدہ میں آئیں۔ اور تہلنا شروع

کیا۔ اور جو جو بزدل حالت، اضطراب میں جی میں باقی کرنے لگیں۔ اور مائی
کا رڈ باور اس وقت تک کیوں نہیں آیا۔ ایک رات گتھرتے ہی بابو کا
طبیعت بدل گیا۔ میں یہ بات ہم گتھرتے ہی بڑی دیر سے
مردور اس کے پاؤں میں مجبور مائی کی بیڑیاں ڈال دیا ہیں۔ کہ جس سے

ہو۔ انکی میڈر ہے۔ ان مجھ کو چاہیے کہ میں اب اسیم کو سیکر اس کی
حالت دریافت کروں۔

ابراہیم۔ دیکھ سے میں آکر (صغیر نے آج چھوٹی حاضر ہی اس وقت کیوں نہیں کھائی۔)

میم صاحب۔ دل خات مان آج ہمارا طبیعت بالکل حزاب ہے اور اب وقت بھی گزر گیا۔ تم باؤ کو اسی وقت بلاؤ۔ مجھ کو اس سے ایک کام پیش کرنا ہے۔ تم جاؤ۔ اور باؤ سے ہمارا سلام بولو۔ اور کہو کہ میم صاحب سے اس وقت تک چھوٹی حاضر ہی نہیں کھائی۔ تم سے ایک ضروری بات کہنا ہے۔ اگر فرصت ہو تو صرف تین منٹ کے واسطے بیگم تک تشریف فرماؤ۔ لیکن دیکھو ابراہیم تم حیدر آنا۔

ابراہیم بہت اچھا لکڑہارے نوجوان کے پاس گیا۔ مگر ابراہیم کے جانے نے سجاد حسن کے دل پر کیا کیا آنت نہ ڈالی ہوگی۔ اصغر علی پاس بیٹھا دلجوئی کر رہا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ نفیب عدوی کیا مزاج ہے ہمارا نوجوان کچھ جواب اپنے لب تاذک سے نہیں دیتا ہے۔ حسن کی وجہ سے اصغر علی یہ حال دیکھ کر بے قرار ہوا جاتا ہے اور پھر کچھ رائی ہوئی آواز پر لپکتا ہے۔ اچھے شفق کیسی طبیعت ہے

ہمارا نوجوان صرف آنکھ اوٹا کر دیکھ لیتا ہے اور پاس کے ساتھ ایک سختی سانس دیر در دیر سے کھینک رہا جاتا ہے۔

پدر نوجوان۔ دوسرے آکر کیوں کیا پھر لے جاؤ گے۔ یونہی کھجرائے چوئے آئے ہو۔ شاید دیر ہو گئی ہوگی۔

اصغر علی۔ جناب عویصا صاحب شاید آپ کو کسی نے ورغلا یا ہے۔ جو آپ مجھ پر اور انہر بلا وجہ اس قدر تاخیر ہو رہے ہیں۔ دیکھو میرے ان کے آپ بزرگ ہیں۔ مالک ہیں۔ جو مزاج اقدس میں آئے گے ہیں۔ اہا ہلوگ بے تصور ہیں۔

پدر نوجوان۔ بیشک تم عقلمند۔ نیک طبیعت بالیاقت۔ صاحب تیز ذہین تھنٹی آدمی ہو۔ لیکن آج سے ہم تمکو اس کے ساتھ نہ دیکھیں۔

اس جیل خانہ میں سے اصغر علی نکال دیا گیا۔ اور سوسائے اس کے

اور کچھ نہ ہو سکا۔ کہ وہ بالکل بایوس ہو کر باہر اٹھ کر چلا آیا۔ ابراہیم فرسینہ
میم صاحب کو دیر کھڑے پایا۔

ابراہیم۔ کیئے اصغر علی صاحب باو صاحب کا اس وقت مزاج کیسا ہے۔

اور کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ تاج میم صاحب سے شاید وعدہ
چھپائی حاضر ہی بنگلہ پر کھانے کا تھا۔ لیکن ان کے نہ جانے سے میم صاحب
نے اس وقت کچھ نہیں کھایا۔ اب جب انتظار کی حد ہو گئی۔ تو میم
کو ان کے بلانے کو بھیجا۔

اصغر علی۔ ارے بیٹا کیا بیٹوں۔ میں ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ زندہ
ہیں۔ ان کے دشمنوں کو کچھ بھروسہ نہیں۔ لیکن انکی زندگی ضرور غم و ملال سے
ملنچ ہے۔ وہ صبح کپڑے بدل کر بخاہی بنگلہ ہی جانے کو تھے۔ کہ ان کے
والد نے منع کیا۔ اور اپنے پاس بلا کر بیٹھ لیا۔ بلکہ یہ ان کو ناگوار
بھی گذرا۔ لیکن ادب کی وجہ سے ہنہ سے کچھ نہ کہا۔ خاموش ضرور بیٹھ
غم کھاتے رہے۔

ہر چند دل نے پاؤں پھیلانے۔ اور دل مضطر نے اور اشتعالک
دیگر جوش و خروش پر باروت غم چھڑک غصہ کا آگ لگا دیا۔ اور وہ شعلہ جوالہ
نیکر میشرکت لگی جس کے باعث سوال و جواب میں دیوانگی نے اپنا تیر تک
دکھایا۔ نامزد دن گفتگو نے انکو بھی قریب قریب ہی حالت کے کر دیا۔ کہ میں تم
سے کیا عرض کروں۔ کیسا ناجائز تاوان سے برتالیا ہے۔ کہ جس کے وہ
کسی طرح عادی نہ تھے۔ نا معلوم کیا آفتوں کا سا مٹا ہوا۔ ان کا غصہ بھی
خواب ہے۔ اور بالو کی حالت سے تم خود ہی واقف ہو۔ آج میرے بھی اتنے
والد نے وہ ناجائز گفتگو کی جو بالکل کہنے کے قابل نہ تھے۔ یہاں تک کہ مجھ سے
سہایت صاف اور سخت نقطوں میں کہا کہ آج سے ہم تم کو انکے ساتھ نہ دیکھیں
پھر آپ خود ہی اندازہ فرمائیے۔ کہ ان الفاظ ناجائز کو میں سن کر کتنا آزرہ
ہوا ہونگا۔

میم صاحب سے میرا سلام بولو۔ اور کہنا کہ آپ تامل بھیجیے۔ جس وقت

یاد مزق پاؤں کیلئے۔ وہ خود شریف لاؤنگے۔ انکو سوائے آئے دوسرا
خیل ہی نہیں۔

ابراہیم۔ بہت اچھا میں جاتا ہوں۔
اصغر علی۔ ان مناسب ہو گا۔ کہ تم ان سے اس وقت نہ ملو گے
سیم صاحب پتھر رکھا کے عالم میں اس وقت برآمدہ میں ٹہل رہا ہیں۔
اور کسی کا انتظار بے قرار بنا رہا ہے۔ جائے والی نظریں چٹیوں سے نکل
جاتی ہیں۔ اور کسی کو ٹھونڈا کر یوں پھرتی ہیں۔
سیم صاحب نے ابراہیم کو دور سے آتے ہوئے دیکھا۔ تو اس کے
ستھال کو برساتی کے پتے اتر آئیں۔ اور ایک حسرت کے ساتھ دیکھا کیوں
ابراہیم میرے پیارے بابو کی کیا بھلا لایا۔

ابراہیم۔ کچھ جواب نہ دیکر سیم صاحب کی زبان سے نکلنے والے جملہ پر غور
کر کے کہا۔ کیا عرض کروں۔

سیم صاحب۔ دل ابراہیم کی بابو نے تمہارے ساتھ آئے سے انکار
کیا۔ یا دوسرے وقت آئے کو کہا۔ لیکن ہم نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم
اپنے ہمراہ نہ آنا۔ پھر تمہارا آیا۔ اور بابو کو مایوس کیا۔

ابراہیم۔ بابو صاحب سے تو مجھ سے ملاقات نہیں نہ ہوئی۔ البتہ انکے کلاس فیلو
اصغر علی صاحب جو ہیں۔ وہ مزوڑے تھے۔ ان سے یہ معلوم ہوا کہ بابو
صاحب آیا ہی چاہتے تھے۔ لیکن انکے والد نے روکا۔ اور اپنے پاس بلا کر
بٹھا لایا۔ بابو کو یہ رنگ دیکھ کر غصہ بھی آیا۔ انہوں نے گنگو میں بابو کی باتوں
سے ان کے والد اور نیا۔ پریشان ہوئے۔ خدا جانے پتہ سمجھتی کیا تھی
کیا کیا برتاؤ کیا گیا۔ عرض ان کے کلاس فیلو کی بھی اتنے پاس جانے کے
بالکل ممانعت ہے۔ اصغر علی صاحب کی رائے سے میں باہر سے بہرہ
چھایا۔ نیک، اصغر علی کہ آپ خود ہی تامل دور حلیان فرمائیے۔ بابو خود آچے پاس جائیں
اور سامہ لیا ہے۔

بات شکر سیم صاحب کا پہلے ہی اتفاق تھا۔ اب جو یہ خبر رخصت

شر خیر سنجی - تو اور نشہ شدہ ہو گئیں - حضور صی دیر سکوت کا عالم طار سما رہا
 بعد کو ابراہیم کی جانب متوجہ ہو گئے۔

ابراہیم صاحب - دل خات مان ہم نے اول تم سے کہہ دیا تھا - کہ یاہو کو حضور
 لاتا - ہم کو اس سے ایک کام میں مشورہ لینا ہے - پھر تم کو بغیر بات کئے
 یاہو سے آنا - کتنا خلاف حکم ہے یوہو۔

ابراہیم - حشود کیا عرض کروں - میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔

ابراہیم صاحب - ابراہیم تم نے بڑی غلطی کیا - خیر اب ہم تم کو اسکا مددنی دیتا ہے
 آئندہ ایسا نہ کرنا - اور ہم تم سے علیحدگی میں ایک بات بولینگے۔

وہ اور اندر کونے میں جا کر "دل خات مان دیکھو - ہم اپنی جان تمہارے
 ماتھے بیٹھا ہے - اب تم کو اختیار ہے - اگر ہمارا ہی زندگی چاہتا ہے
 تو یہ بھید کسی پر غلام نہ کرنا - ورنہ جان لینا ہو کہ تم پھر زندہ نہ دیکھو گے۔

ابراہیم - حضور پہلوں نہ گھوڑا - تالیدار ہیں - جو حکم عطا ہو - اسکی بجا آؤں گا
 میں کسی طرح مزہ نہ گذشت نہ کروں گا - ہر طرح تکیل حکم پورے طور سے
 کی جائیگی - کیا خیال جو آپ کے حکم میں مرق آئے - حضور جو بھید کہنے والے
 ہیں - اس راز کی کسی کو کلاں کان بھی خبر نہ ہوگی - اگر اس کے خلاف
 ہو تو کروں مارا جاؤں - حضور بلا تکلف فرمائیں۔

ابراہیم صاحب - دل خات مان یاہو سے ہمارا یہ محبت ہو گیا ہے - کہ آج
 ہی اسکو نہیں دیکھا بس ہم بے تابا ہے بغیر یاہو کے ہکو یہ بنگہ جزا ہے۔
 معلوم ہوتا ہے - اور یہی دل چاہتا ہے - کہ عدت الیہ ہو - کہ لاہو آجائے اور ہم
 اس کی پیار کا صورت دیکھنے لے ہو کہ نہیں سمجھ کہ اس کی پیار ہی پیار ہی
 بھولی بھالی باتوں سے ہمارے دل پر کٹا افسون چوٹک دیا ہے - کہ ہم یوں
 بے تاب ہوا ہے - اب تم چاؤ - اور جیسے ممکن ہو بار کو کسی بیٹے
 سے لاکر ہم کو ملاؤ - اسے حذایہ نر سے شکر کا بات ہے - کہ یاہو کو مجبور
 نے اب مجبور کیا بلکہ مجبور سے مجبور ہو گیا ورنہ وہ کبھی نہ روکتا - اچھا ابراہیم اگر تم یاہو
 کو آج لے آیا - تو ہم تمکو دینیہ کی تنخواہ بخش دیگا۔

ابراہیم - سلام کر کے (مخدہ حضور کو خوش اور سلامت رکھے - کیونکہ
مہارے گوشت اور پوست نے حضور کے نمک سے پرورش
پائی ہے - یم صاحب میں اٹھی جاتا ہوں - چاہے کچھ ہو - لیکن انٹ
الذی نے حضور کے اقبال سے ابھی بابو کو لے کر آنا ہوں - جب
ہم آپ کچھ نہ کچھ کھا تو ہیں -

یم صاحب - دیکھو ابراہیم ہم بغیر بابو کے دیکھے ہوئے کچھ نہ کھا بیگا
مہار جان کیوں نہ نکل جائے - ہاں تم سے جہاں تک خوش
ہو سکے - جلد بابو کو لاؤ - اور بابو سے مہار کی جانب سے بولو کہ ہم صبا
مہار سے واسطے تڑپ رہا ہے - پھر تم ایسا بے غم بیٹھا ہے - کہیں
کچھ کہہ نہیں سکتی -

ابراہیم تو مٹا سب کہہ کر چلا گیا - اور یم صاحب اپنے نگہ کرنے
والے دل سے باتیں کرنے لگیں -

نواں باب

پھر یہ ظلم مجھ پر کب تک کیا جائیگا

ظلم پر سب نے گم گشتی باندھی ہے گوہر عاشق کا دل سناٹا صتم اچھا نہیں
ابراہیم نے یم صاحب کے ہنگام سے نکل بھاگ - نوجوان کی کوشش کی طرف کو مٹ
گیا - اور بات میں سلیکڑوں منصوبہ دل میں گمانیٹھا ہوا چلا جا رہا تھا - دل میں کہتا
کہتا تھا - کہ اے ابھی کسی ترکیب سے بابو کو پھر یم صاحب کے سامنے پیش
کروں - اے دل تو ہی کوئی راہ بتا - کچھ سوچ کر آدھ چل پڑا - اور خوش ہو کر بولا -
واہ حرب - اس وقت تو نے رائے تو دسی - اتنے میں سامنے کو مٹا ہٹا کر
دیکھا - تو سب ملازم نوجوان آ رہا تھا - ابراہیم نے کہا - کیوں بھائی تیرا - بابو
صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں -

سبا - کیوں آپ کون سے کیا کام ہے -

ابراہیم - بھئی مجھ کو ضروری کام ہے -

سبا۔ آج وہ تم سے نہیں مل سکے۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنے والد کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔

ابراہیم۔ کچھ پرواہ نہیں۔ مجھ کو معلوم ہے۔ آج ان پرانے کے والد انتہا سے دیا وہ خطا ہو رہے ہیں۔ لیکن میں جو آیا ہوں۔ تو اسی سرفراز سے آیا ہوں۔ کہ ان کے والد کا خیال بھی میری گفتگو سے گام تو غائب وہ بھی فوراً ہی پلٹ جائیگا سبا۔ الحمد للہ میں ابھی جا کر عرض کئے دیتا ہوں۔ اب مجھ کو آپ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیئے۔

ابراہیم۔ مجھ کو ابراہیم کہتے ہیں۔ جاؤ تم یا بر سے عرض کرنا۔ کہ ابراہیم خان بان آیا ہے۔ اور ایک ضرور سمجھ بات کہنا چاہتا ہے۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہوگی۔ لیکن آپ یہی داخل احسانات ہونگے۔ پس تم اتنا کہہ دو۔ انکے والد کے دوبر میں خود اپنی داستان کہہ لوں گا۔

سبا۔ اچھا میں ابھی جا کر کہہ دیتا ہوں۔ لیکن آپ میرے ہمراہ آئیگا۔ سبا اور ابراہیم دونوں ہمارے لوجوان کے پاس کو چلے گئے۔ مگر لوجوان ایک کشمکش میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اور آفت ناہانی کا سنا ہے لوجوان۔ پھر یہ ظلم مجھ پر کب تک کیا جائیگا۔ آخر کوئی انتہا بھی ہے۔ ناہین۔

پدر لوجوان۔ والد تم کو متیں تنگ کرنا منظور نہیں ہے۔ مہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ اگر تم صاحب کے ہنگامہ پر جانا نہ چھوڑو گے۔ تو ہم تم کو وہی قید رکھیں گے۔

لوجوان۔ افسوس۔ نہ جانے آپ کو خیال کیا ہے۔ اور کس نے آپ کو یوں بہکا دیا ہے۔ آپ اس قدر متدحرجی سے پیش آرہے ہیں۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ذرا سی سوچئے۔ تو آج جو الفاظ بیزار موزوں اصغر علی کو کہے وہ کہاں تک آپ کی شان سے دور اور تہذیب کے خلاف تھے۔ کیونکہ وہ مہذب شخص اور ایسے لامعنی الفاظ سنیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ حامدوں کے کہنے سے یوں کہہ لڑے

پدر نوجوان۔ بس خاموش رہتا۔ بڑے ہم کو نصیحت کرنے والے
ہیں۔ آپ انہیں کے بگاڑے ہوئے ہیں۔

نوجوان۔ جی ہاں۔ میں تو سب کچھ بگاڑا ہوا ہوں۔

اتنے میں کیا سانس سے آیا۔ اوریوں کو پاؤں۔

سبا۔ چھوٹے میاں ایک شخص ابراہیم نامی آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں
کہ تمہارے میاں سے میرا ایک کام بڑا ضرور کا ہے۔ اگر خدا چاہے گا
تو آپ بھی داخل احسانات ہونگے۔

پدر نوجوان۔ کون ہے یہاں بلاؤ۔

سبا ہمدرد وار سے پر آیا۔ اور ابراہیم سے کہا۔ کہ چلیے اندر
دیوان خانہ کے آپ کراں کے والد نے بلایا ہے۔

ابراہیم۔ کیا باوجودی سہا میں بیٹھے ہیں۔ میری کاشت کچھ فرمایا نہیں۔
سبا۔ ماں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن بہت خاموشی سے کام لیا گیا۔
آپ کا نام سن کر چونک پڑے اور بے چین ہو گئے۔
ابراہیم۔ خیر میں جاتا ہوں۔

ابراہیم اور سیادولوں اندر دیوان خانہ کے گئے پدر نوجوان کو ابراہیم نے
سلام کیا۔ مگر ہمارے نوجوان کی حالت دیکھتے ہی دنگ ہو گیا۔ ایک
حسرت کی نگاہ ڈالی۔ اور مذہبیانہ بطور التماس و لڑائی دست بستہ چڑھ
کر کے عرض کی۔

ابراہیم۔ اول تو میں حضور کو اس وقت ہی مضل پاتا ہوں۔ دوسرے حضور
کی پریشانی دیکھ کر اپنی عرض بھول گیا۔

پدر نوجوان۔ ان باتوں سے شکو کیا مطلب اور سرکار اب تم یہ مت بلاؤ
کہ کیا چاہتے ہو۔ اور تمہاری کیا آرزو ہے۔ اسکو حیدر ظاہر کر دو۔

ابراہیم۔ دو معتد اساتذہ میرے حضور والہ میں ایک انگریز کے پاس عہدہ
حالت کانگریسی پر ملازم تھا۔ اور باوجود صاحب اور ہمارے صاحب سے
بڑا رخصت و تملو ہے۔ اور وہ خدا کے فضل و کرم سے انکی عزت بہت کرتا ہے

اور اس کی ہر ایک بات میں یہ مداخلت کر سکتے ہیں۔ صاحب موصوف کی
میم نے آج مجھ کو ایک معمولی قصور پر برخواست کر دیا۔ اگر باوجود صاحب
ان سے جا کر میری سفارش کر دیں۔ تو ہرگز ان کا کہنا تھے نہ ڈالیں گے۔ کیونکہ
اس کے صاحب سے ان کا بڑا دوستانہ ہے۔ اور ان کے استاد بھی ہیں
میرے بال بچے ان کے اور آپ کے بال بچوں کو دیکھیں دیا کریں گے۔ حضور
میں بڑا عزیز آدمی ہوں۔ میرا پرورش کرنا ضرور چاہیے۔

پدر تو جوان۔ تم انکی ایک جیسی بیجاؤ۔ یہ اس وقت ہرگز نہیں جاسکتے۔
ایسا ایم۔ حضور وہ اردو تو پڑھتے نہیں ہیں۔ پھر رقم سے میرا مطلب
بہتر آ رہا کیونکہ ہو سکتی ہو۔

پدر تو جوان۔ یہ تو اس وقت بالکل نہیں جاسکتے۔ اب زیادہ سہارا لیا
کے سود ہے۔

ایم۔ بہت خوب حضور کو اختیار ہے۔ میرا خدا رازق ہے۔ کوئی
مخلوق نکل آئے گی۔ ان بچوں کی فاضلہ کشی کا ضرر خیال ہے۔ اور وہی
مخلوق آپ کے سامنے کٹاں کٹاں لائی۔ ورنہ مجھ کو کیا پتہ تھا۔
آپ کے سامنے ایک سائل بیکر آتا۔ اور یوں یا یوں پھر اچھا۔ انوس
تھے یہاں بھی کچھ مدد دے گا۔ کہ حضور کو رحم آتا۔ اے نعمت
وہ نعمت تو نے کی پلٹ کھایا۔ اچھا میں جانتا ہوں۔

ایسا ایم تو سلام کر کے باہر دیدار خانہ سے چلا آیا۔ لیکن ہمارے
ان بچوں کی حالت قابل غور ہے۔ یعنی عجیب رنگت ہو گئی۔ اب اس کے
کی ایک اب میرے ضرور ہو سکتی۔ اپنی عشق آلودہ آنکھوں سے رومال نکال کر
اور آنسو پونچھ کر سیاہ کو آواز دے گا اور کہا۔ اس خانہ مان کو جلد بلے میں
اس میں سے ساقہ جاتا ہوں۔ اگر میرے اسکان میں سے۔ تو جلد بلے میں
حضور عاف کر آتا ہوں۔ اور ضرور اس کو بحال کر کر آؤنگا۔ بڑے اصرار میں
کی بات ہے۔ کہ ایک عزیز کے رزق کا وسیلہ میرے باعث ہو۔ تو میں
دریغ نہ کروں۔ اور وہ انجی کر کے آئے اور یوں یا یوں پھر جائے میرا ایک

صرف زبان ہانسنے سے وہ اپنی مراد کو نہ پونچھے۔ تو میں کیونکر اس کا اثر یک حال
ہوں۔ تب جب کہ میں نسل ان پر دہائیں عورت کے خانہ نشینی اختیار کروں۔ جن کے
باؤں میں حیا کی میزیاں ڈال کر محسوس کی زندان میں ہمیشہ کے واسطے قومی
شرم کے قید کر دیا ہے۔ اور انکی تنہا آزادی کی واسطے پھرتی ہے۔

پدر نوجوان۔ یہ دو کمونستے تمام ہم ہوتا رہے سن چکے ہیں۔ اب ہم تاحی باتے
ہو۔ ہم ہرگز نہ جانے دینگے۔

نوجوان۔ دغہ میں پھرائی ہوئی آواز سے آہن میں کیوں قید کیا گیا ہوں۔
پدر نوجوان۔ اپنی حرکتوں سے۔

اب ہمارے نوجوان کے دل پر ضبط نہ ہو سکا اور اسکی بے قرار طبیعت
بے چین ہو گئی۔ اور چیزیں زیادہ ترقی پذیر ہوئیں۔ تو یہ بیکار اپنی جگہ سے اٹھ کر
کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ میں ابھی جائو نکلو۔ پدر نوجوان اسکا یہ حال دیکھ کر اور زیادہ
غصہ میں مبر آیا۔ فوراً اٹھ کر لپٹنگ سے ڈور سی ڈور کر نوجوان کے دونوں
ہاتھ باندھ دیئے۔ اور پختہ چوڑے جو چیزیں لٹنگ کے آگے تھا۔ اس کے دونوں
گوشوں پر درخت موتی سے کھڑا ہوئے اپنا سر سبز کھڑا اور سرخ
بند کے رخساروں پر دیکھا بہر کو بے چین کر رہے تھے۔ مائے
اسی درخت سے نوجوان کے ہاتھ باندھے اور کہہ دیکھا۔ سینہ
ستہار، کیک انتظام کیا جاتا ہے۔ کہ تم بھی یاد کرو۔

نوجوان۔ میں ہر سختی کو شوق سے جیل سکتا ہوں۔ مگر امنوس مجھ کو صرف
اس بات کا ہے۔ کہ یوں مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔ چپ اصر علی کو اس واقعہ کا
خبر ہوئی۔ تو اس نے نوجوان کی ماور سے کاشفہ حال کہہ سنایا۔ مادر نوجوان
سٹر گھبرا گئی۔ اور دوڑا ہوا دیوان خانہ میں آئی۔ تو گہرے نثار بلا کر کہتے
ہی رہتا شہر رخ کیا۔ ہر چند پدر نوجوان سے منع کیا۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی۔
نوجوان کو کوسر سی کے ور خست اور سوتی رہا سے آزاد کیا۔ اور
دو تانے مکان میں لیگر داخل ہو گئی۔ اور اسکی صورت کو بغور دیکھا۔ تو
دن گھبرا یا۔ اور ہنہ کو کلیجہ آسنے لگا۔ شہر اس لحظہ جگر و زلف کے کوئی اولاد نہ تھا

گو یا ہی اندھیرے گھر کا چراغ تھا۔ محلہ کی تمام عورتاں نے آکر چارہ نظر سے
 گھیر لیا۔ کوئی بے رحم کہنے لگی۔ کوئی ظالم قسم لگا۔ لیکن ہمارا انوجوان اتنا ہوشیار تھا کہ دلیکے
 ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اور کپتک پر لیٹا ہوا اپنے حال پر آٹھ
 آفتہ انور دیا ہے۔ اور ہجر خیال میں کچھ ایسے متفرق ہوا ہے۔ کہ اس
 کربات کرنا دوسرے ہے۔ لیکن دل میں کہتا ہے۔ یا اللہ تو عالم الغیب ہے
 اور کوئی شیخ بصر ہے سب سے دل کا حال تو مجھ کو نہ متفیش ہے۔ کیونکہ تو
 بکیں کی فریاد سنتا ہے۔ اور مظلوم کی مظلومیت پر فقط عانت کرتا ہے
 میں کسی طرح پھر اس غارت گرویش رہا کے دیکھے نہ نہ نہیں رہ سکتا جس
 کی ممت سے تو نے میرے خانہ دلوں یا دیکھا ہے۔ اے امیر
 اس سے لوگ مٹنے کو منع کرتے ہیں۔ اے دل بھر میں تجھے پوچھتا ہوں۔
 کہ یہ میرے بزرگ کیوں منع آتے ہیں۔ کیا کوئی ان کا ہرج ہے۔ جیوں بیکر
 واسطے حکم موت نافذ فرمایا جاتا ہے۔ اے مجھ کو جلد سے میرے آرام دل
 کے پاس پہنچا۔

اسی پریشانی میں تقابہت کو رحم لیا۔ اور نیکایک اسکو دنیا و جاہلیا کا خیر نہ
 رہا۔ انوجوان کی ماں نے اپنے تخت کھڑک کو حجاب تعلقت سے ہمیشہ رکھا۔ اور بہت
 سنبھالنا پہنایا۔ لیکن انوجوان کی پریشانی نے وہ پاؤں پھیلائے کہ کچھ نہیں کہا جاتا۔
 پہننے والا دل چل گیا یہ خاموشی نے قفل سکوت بعب رنگین پر لگا دیا۔ نہ مسلم
 کس خیال میں سلطان میں پہچان ہوا تھا۔ بار بار کر دیش بدلتا تھا۔ کسی
 کے آنے والی یاد نے آکر بے چین بنا رکھا۔ دل سے کہتا ہے۔ کیوں اے
 خدا یا آج ہم صاحب کو میرا بڑا انتظار رہا ہو گا۔ یا خدا کسی طرح وہ بدگمان نہ ہو
 جائیں۔ اور یہ ایم کی زبان سے تیرے مجبور کی جبر ضرور ہو گئی ہو گی۔ لیکن
 اس کا اثر نہیں ملاحظہ ان کے نزدیک دل پر کیا ہوا۔ اے مجھ کو کسی نہ امت
 دشمن آتی ہے۔ کہ آج میری جتنی کا پہلا دن کس مصیبت و طال و سرخ و
 نہ امت سے میرا دل ہو گیا۔

شعر

اے امیر جس صد ہزار انسانوں کے والد پر ہے شہر انیسویں

یہ شعر کہہ رہا تھا۔ کہ غفلت نے رحم گمایا۔ اور ہجر کی کٹ کش سے چھڑایا
غافل ہو گیا۔ عورت کو بھی اس وقت کی غفلت غنیمت ہوئی۔ کیونکہ جب تک
حیالات میں سرگرداں رہا۔ برابر اشک کو تار بھکی میں پرو دیا گیا

دسواں باب

وہ ادھر بے چین ہیں ہم ادھر مجھ میں
کیا حذر آیا آہ کامیر کا اثر اولٹ ہوا

سامنے دس لے کر میں ایک بیڈی لستر عم پر رسی کر ویش بدل رہی ہے اور
کسی انتظار میں نیند حرام ہو گئی ہے۔ کرمچی پتنگ پر اٹھتی ہے۔ اور
ادھر ادھر ٹھکتی ہے۔ اور دل سے باتیں کرتی ہے۔ کیوں اسے دل
کیا اب مجھ کو نا امید ہو جانا چاہیئے۔ یا تو باو بھی کی بھولی صورت مہلک
پھر دکھائے گا۔ ات ابراہیم تو اب تک نہ آیا۔ جانے کیا گل کہلا۔ کیوں اس
الینت کو دیر ہوئی۔ وہ تو اب ہے نہیں۔ کہ میرے کام سے پہلو ہتی
کرے۔ کچھ نہ کچھ اسمیں بھید ہے۔ کیونکہ اس وقت میرا دل گھبراتا ہے۔
اتنے میں سامنے سے ابراہیم یلوسا نہ ٹھک گیا آئے۔ سیم صاحب
چشم براہ تھیں۔ آتے ہی سیم صاحب کو سلام کیا اور کہا

ابراہیم۔ حضور کیا عرض کروں۔ مچند میلہ دھڑلے کیا۔ لیکن ان کی پیش منق
نہ گئی۔ انکے والد نے انکو آنے کی بالکل اجازت نہ دی۔ سیم صاحب میں کیا
عرض کروں۔ جو حال انکا یہاں ہے نہ آنے سے بنا دیا ہے۔ صرف یہاں تک نہ
آنے سے انکو علیل بنا رکھا ہے۔ مجھے تو انکی حالت دیکھنا دو میر ہو گئی۔ خیر ان
پریشان سرنگوں غیب یلو سکا کے عالم میں بیٹھتے تھے۔ اور ان کی دلی
آرزو میں الگ کوئے میں کھڑی ان کے حال نہ رہنا تھا۔ آقا السنور رہی تھی۔
انگوں روتے دھرتے سرخ ہو گئیں ہیں جس وقت انہوں نے مجھ کو دیکھا
تو سیم صاحب آپ کے شک کی قسم میرے آنے نہ لگے۔ کیا کہ جس وقت
وہ یہاں آیا کرتے تھے۔ تو انکی سرخ رخسار پر بڑا شہب کو بھی شک ہوتا

نظر سے
بکا دلیک
آؤ
کہ اس
نیب ہے
کیونکہ تو
اسے
جس
تو
تہوں
جو یوں
ازم
یا کی خیر
یا۔ اوجھ
جاتا
نہ سلام
کسی
نہ اس
لکان نہ ہو
لیکن
ندامت
وسخ
منوں

تھا۔ اب دیکھیے رنگت بالکل زرد پڑ گئی ہے۔ جس نے زعفران کو بھی
اپنے رنگ پر منتقل کر دیا ہے۔ اگر آپ ان کو دیکھیں گے۔ تو بالکل نہ پہچانیں گے
کیونکہ ان کی صورت بھی وہ نہیں رہی ہے۔ ہاں یہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں
کہ آپ ان کی طرح سے ناسود نہ ہوں۔ وہ جس وقت مرقہ
پائیں گے۔ ضرور تشریف آور کا فرمائیں گے۔

میم صاحب: ”یاوس ہو کر“ تو کیا باہر اس وقت ہمارے پاس نہ
آئے گا۔ اچھا ہم خود جاتا ہے۔ اور اگر ممکن ہو تو اپنے ہمراہ لے آئے
ورنہ کم سے کم ان کو دیکھ کر ضرور آئیگا۔

ابراہیم: حضور کہیں خدا کے لئے اب غیب نہ کر بیٹھیں۔ ان کے والد
اس وقت بہت خفا ہو رہے ہیں۔ اور آپ کے جاننے سے ان کے دل
خیالات اور ترقی پکڑیں گے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ ان کا رک تھام
اور زیادہ کیجیگا۔ اور ان کا خیال بھی مٹ نہ ہو جائیگا۔

میم صاحب: دل ابراہیم اس وقت اپنے دل کی حالت کیا بیان کرے۔ بہتر
باہر کی پیار سے ضرور دیکھیے ہر کو چہن میں نہ آئے گا۔ کچھ کیوں نہ ہو ہم
دل کا ہوش کو پروا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام جادو اور ہیرے بولو
کہ ہمارے پاس ڈر لیں لاؤ۔

ابراہیم: بیشک آپ کی حالت اس وقت بہت بے قرار ہے۔ مگر حضور کا
دراں جاتا آپ کے اور باوجود صاحب کے لئے عزت والی کا باعث ہو گا۔ اور
فرقت کی گھڑی کو اور دوا کرے گا۔ آپ کے اور باوجود صاحب کے پیچ
میں حیا جو حائل ہے۔ وہ جس حالت میں آئے گا۔ حرم مہندوں
میں آپ کا خاکہ اوڑھے گا۔

میم صاحب: ابراہیم پھر اب ہم کیا کرے۔ ہمارا تو باہر کے واسطے دم
تکلا جاتا ہے۔ لاکھ لاکھ دول کو سنبھالیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کبھی کبھی ہوتا
ہے۔ مگر ابراہیم نے کہا آپ اس قدر بے تاب کیوں ہوتے ہیں۔

میم صاحب: ہمارا تو دل نکلا جاتا ہے۔ خدا سے بے باکو کو حیلہ لا کر۔

ورنہ ہم دنیا سے چلا۔

ایراہیم۔ حضور تو اس قدر مضطرب ہیں۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ذرا دل کو ڈرائیں دیکھیے۔

میم صاحب۔ ایراہیم میں کیوں کہ دل مضطرب کو تسکین دے سکتی ہوں۔ میں تو خود سے کھو گئی۔ میرا دل جو میرے قابو میں تھا اب وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اسے وہ تو کسی نے چھین لیا۔ میں ہر چند اسکو پہلو میں دھونڈتی ہوں۔ مگر وہ کبھت مجھے نہیں ملتا۔

ایراہیم۔ دیکھیے تو اگر آپ کے بیقرار مہی نے اور سرو تھا یا۔ تو مت ممتنا گردیش میں جبر ہو جائیگی۔ حامد صاحب کو خبر کریں گے۔ میری جان پر آبنے لگی آپ کی عزت دو کوڑا کی ہوگی۔

میم صاحب۔ دل ایراہیم ہو تو اصلاح پر وہ نہیں ہے۔ کہ مہار۔ عزت جانے یا رہے اپنے بابو کے مٹنے کی آرزو ضرور ہے

ایراہیم۔ حضور آپ کبھی نہیں میں پھر جاتا ہوں۔ اور جیسے ممکن ہو گا ان کے کسی ترکیب کرتا ہوں۔ جیسا تک میرے اسکان میں ہو گا۔ اپنی طرف سے جتنی وسیع کوشش کروں گا۔ اگر خدا نخواستہ انکے آنے میں دیر ہوگی تو انکے کلاس فیلو کو اپنے ہمراہ بلاتا لاؤں گا۔ پہلے آپ اپنے جاننے والے ہیں ان سے رائے لیجئے گا۔ بعد کو جو مزاج عالی میں آئے وہ کہہ بیگا۔

میم صاحب۔ دیکھو ایراہیم کوئی صورت تم نکالو۔ کوئی تدبیر کرو۔ لیکن بابو کو بیمار سے پاس پہنچاؤ۔ اگر بیمار کا زندگی درکار ہے۔ تو کوئی کوشش ضرور کرو ورنہ ہم تو دنیا سے مایوس ہو کر جاتا ہے۔ اور اس پرونا کو خیر باد کہہ دے ایراہیم۔ حضور اس قدر گھبرائے کیوں ہیں۔ انکو خود آپ سے زیادہ بتیانی دے چکی ہے۔ اسوقت بارہ بیچ گئے ہیں۔ آپ کچھ عورتوں کا کھا چکے ہیں جس سے عقل سالم ہو جائے۔ آپ کے چہرہ سے علاوہ سب کچھ ہلال کے نقاہت کے بھی آثار پائے جاتے ہیں۔

میم صاحب۔ تم اب دیر نہ کرو۔ اگر خدا نے بیماری زندگی ختم نہ کی

تو جہوت بابو آئیگا۔ اسوقت ہم کچھ کھائیگا۔ اور جب تک یاہو نہ آئیگا تم
ہم سے کھانا کھانے کے بارے میں ہرگز کچھ نہ کہنا۔ کیونکہ ہمارا قالب یہاں ہے اور
دل یاہو کے پہلو میں یاہو سے پڑا پھٹکا رہا ہے۔ لیکن اس ظالم کو اس کی یاہو سے
سے دزارحم نہیں آتا۔ ہم کیا کرے

ابراہیم۔ میم صاحب وہ تو خود میتا بائٹے۔ لیکن مجبور سی کے باعث نہ آ سکے۔
میم صاحب۔ خیر ہم نے تم سے کہہ دیا۔ جو ہمارے دکانا حال ہے ہم اس
اولڈ فیشن سے بالکل ناواقف ہے۔ جو آئے دن عاشق کی نظر سے نہیں ہے
ابراہیم۔ میم صاحب پھر جاتا ہوں۔ اگر کامیابی ہوئی۔ تو ابھیگا واپس آتا
ہوں۔ ورنہ میں مجبور ہوں۔

ابراہیم تو میم صاحب کو بھارت پر پتہ بنگلہ میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اور دلدار
کے ہاتھ کی تدبیر کرنے لگا۔ یہاں میم صاحب شل ماکا بے آب کی طرح
تر پھٹے گئیں۔ اور روتے روتے اپنا برا حال کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر آیا نے
دل مضطرب کو تسکین دی۔ مگر دل کس کی سنتا ہے۔

آیا۔ میم صاحب چیز ہو۔ اسقدر گھبرائے جاتی ہو۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں
سکتی۔ اب آپ کی بیزاری نے جو سہ افغایا۔ اگر حضور کے دشمن کی پہچانی
حالت رہیگی۔ تو تمام ہندوستان میں بڑا مہم ہوگی۔

میم صاحب۔ کیوں آیا کیا میرا پیارا بابو اب مجھ سے ہرگز نہ بیگا۔ نہیں
نہیں وہ کیوں آئے نہ لگا۔ اسے کیا غرض کہ وہ آئے اسکی کوئی شہی چاہتا
کو غرض پڑھا ہے۔ جو وہ آئے۔ مائے میرا دل ظالم لے گیا۔ اور اب کچھ
پر راہ بھی نہیں

آیا۔ میم صاحب دیکھیے۔ میں سر قیملی پر رکھ کر ان کے گھر گئی۔ لیکن انہوں
نے یاہو سے کیا بات آنکھوں آنکھوں میں ادا کی۔

میم صاحب۔ دیکھو آیا۔ تم سے ہم سچ کہتا ہے۔ کہ اس کی فادر نے سپر
بہت سختی کی۔ پر اب ہم اپنے دلوں کو کیا کرے۔ ہم تو یاہو کیو سٹے مرا جاتے
اگر آج بابو نہ آیا۔ تو دہر لگا کر اپنے دلوں کو تسکین کر لیتا۔ اور کوئی دھم میں

اپنے کو قبر کے تیر تارک کو نے میں پایا۔ اگر تم سے اور ابراہیم سے
مہار کا میلانی کے واسطے کوئی یہودیہ کی صورت نکلتے۔ تو کوشش کرو۔ اور
حق شک ادا کرو۔ ورنہ پیرودہ کلمات نہیں۔ ہم یہ بھی تڑپ تڑپ کے اپنا
پیارا جان ہلا کر بیگا۔ افسوس ہکھول لگاتے کا کچھ مرنا ملا۔

آیا۔ میم صاحب میں گیا کوشش کروں۔ اپنے سے تو مچھڑکتی ہوں۔ اور
کرونگی۔ لیکن کوئی تدبیر نہیں نکلتی۔

میم صاحب۔ دیکھو آیا ابراہیم اس کام میں بہت کوشش کر رہا ہے۔
آیا۔ میم صاحب کوئی کرے کیا۔ ان کے والد نے تو حکم نافذ فرمایا ہے۔ کہ
میں کچھ نہیں نکلتی۔

اب ہم اپنے پیارے ناظرین کو تو اسی حال میں چھوڑتے ہیں۔
اور اپنے نوجوان کی خبر دیتے ہیں۔

ابراہیم میم صاحب سے رخصت ہو کر جب سے گیا ہے۔ صاف کوشش
کر رہا ہے۔ لیکن کوئی کیبل نہیں نکلتی۔ ورنہ پر تھکتے تھکتے گیا۔ دل میں
کہتا ہے۔ کیوں آیا جھٹایا کیا کروں۔ اپنا توان کے کلاس فیلو کا بھی پتہ نہیں۔
ہے۔ اسی سراسیمگی کی حالت میں کھڑا بھر تفکر میں غوطہ زن تھا۔ کہ
اتنے میں اصغر علی کو اتاروا دیکھ کر کہا۔

بھئی میں تو آپکو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا۔ میں بارہ بجے
سے آپ کے انتظار میں سرگرداں پھر رہا ہوں۔ چلئے آپ کو میم صاحب نے یاد
فرمایا ہے۔ اور اسوقت تک انہوں نے کچھ کھانیکو بھی نہیں کھایا ہے۔
اصغر علی صاحب میں کیا عرض کروں۔ میم صاحب غایت درجہ مشوش
ہو رہی ہیں۔ میں نے اس وقت بہ مشکل تمام رو کا قحاحی کی ہے۔ ورنہ
دعا ضرور خود تشریف لانے کو تیار تھیں۔ اس سے پہلے میں حاضر ہوا
لیکن بے مراد واپس ہو گیا۔ آپ کو خود معلوم ہے۔

اصغر علی۔ جی ہاں اس سے تو میں خوب واقف ہوں۔ لیکن بھئی تم
نے آج یہ رٹا کھام کیا۔ ان کا یہاں نہ آتا تھا بہتر ہے۔ چاہے جانیکے

بعد اپنرو وہ ظلم کئے گئے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دیکھئے کیا انجام ہو
 تم یہیں ٹھہرو میں اندر دوا نہایت میں جاتا ہوں۔ اور انکی حالت دیکھ کر ابھی
 آتا ہوں۔ دیکھوں بابو صاحب اسوقت کس رنگ میں ہیں۔ بلکہ ان سے
 عرض بھی کر دیکھوں۔ کہ میم صاحب نے آج مجھ کو بدایا ہے۔ آپکی کیا رائے ہے
 ان میں دال جانیں یا نہ جانوں۔ حالانکہ وہ بیمار ہیں۔ ان کے دلیران باتوں کا
 بھی حد نامدہ ہے۔ تاہم مجھ کو انکے گوش گزار کرنا ہی لازم ہے۔ شاید وہ
 کچھ اپنی جانب سے چند کلمات تسکین دہ کہنا بھیجیں۔ تم قریب پرسیں لائن ٹھہرو
 ابراہیم۔ بہت مناسب۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو۔ جلد ہی تشریف لائے گا۔
 کیونکہ سلیم صاحب کی بے قرار سی نے حد سے تجاوز کیا ہے۔ ان کی ڈرہنے والی
 بے چینی و مہم بڑھ چکی جاتی ہے۔

اصغر علی نے جا کر زمانہ دروازہ پر آواز دیا۔ اندر مکان میں سے
 ملو اتکلا۔ اور اصغر علی کو دیکھ کر اونٹے پاؤں گھر میں چلا گیا۔ اور بعد ایک
 لمحہ کے واپس آیا۔ اور یوں گویا بٹرا۔

ملو۔ اصغر علی صاحب چلے آئے آپ کو سلیم صاحب بلاتی ہے
 اصغر علی بہت اچھا کہہ کر مکان کے اندر چلا گیا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ نوجوان
 ہنگ پر لمبے پاؤں کے پیرش پڑا ہے۔ بار کا انظر میں یہ معلوم ہوتا ہے
 کہ بہت میسجی نیند پڑا سورا ہے۔ اور اس کے سر اسنے اس کا ارمان
 بھر اہل اس کی بیقرار سی کو پور کا دے دے کر سلا رکتے۔ مگر ایک
 سوینہ والا ہے اور مہارے لاجوان کے گرد تمام عورتیں جس کے ٹیٹھے ہیں۔
 ایک عورت نے یہ سب خالو میاں کی ہمرانی ہے۔

دوسری۔ صبیحہ سجاد حسین کی بیمار سی لے مہارے اوسان خطا
 کر دیئے ہیں۔

تیسری۔ بھین میں کیا کروں۔ بچے جو انی میں سب بھا کچھ کرتے ہیں۔
 یہ ہم نے کیوں بھانہ سنا۔ کہ وہاں نہ بیٹھو یہاں نہ کھینو ایسی بھی کیا ٹکڑی مار سی
 مٹھی۔ کچھ کرنا چاہنا زندگی و دھیر ہو گئی۔ دنیابھر کے لڑکے میں دیکھتی ہوں

سکول سے فارغ ہو کر اپنے بارود متروں سے میٹھے اٹھتے ہیں مگر
ہمارے یہاں کے ایسے زالے و صنگ ہیں۔ کہ دنیا میں کسی کے نہ ہوں گے
قیامت آگئی کہ یم صاحب کے کیوں گئے تھے۔ ان سے کیوں ملے تھے۔
تم یم صاحب کے کیوں جاتے ہو۔
چو کھٹی۔ وہ لاکھ قدر بے قدر کر نیے تو کیا ہوگا۔

پانچویں۔ تصور دنیا تھا بھئی پانی پا دو۔ اے ہے زبان پر کھینچا ہوا گئی۔
تصور۔ خالہ جان میں کیسے جاؤں۔ دوسرے دالان میں تو صفر علی
بھائی بیٹھے ہیں۔

چھٹی۔ اے ہے میں ہی بھول ہی گئی۔ بھین تم ذرا سب بیسیاں
دیوانخانہ میں پہلی جاؤ۔ اصغر علی سجاد کو بھیجے آتا ہے۔ وہ کتنی دیر
یڑے دالان میں بیٹھا ہے۔ اے ہے میرے دل پر کیسے پھتر چڑ گئے ہیں
کہ وہ آیا اور میں بھول گئی۔ سب عورتیں انظر دیوانخانہ میں چلی گئی۔ اور
ہمارے زوجہ ان کا مال اکیلے رہ گئی۔ اصغر علی نے آکر ہمارے زجران کی ڈرا
نہض دیکھی۔ ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اس وقت اس مکان میں انتہا کی اداسی
چھا رہی ہے۔ مادر زوجہ کیوں بیٹا سجاد کی حالت ہے۔ جواب
نہ ملنے سے اور زیادہ پریشان ہو کر۔ اصغر علی ذرا سا کھنچا ہوا
تو کر۔

اصغر علی۔ خالہ جان مناسب ہوگا۔ جو یہ پھتر چڑی ویر سوتے رہینگے۔
کیونکہ جتنی ہی سوئیں گے۔ اتنا ہی ان کا غصہ فرو ہوگا۔ میری کادانت میں انکو
اس وقت بیدار کرنا نیز مناسب ہوگا۔ کیونکہ ان کے مزاج سے بھی آپ کو
مزب و انصافیت ہے۔ میں نے جہاں تک اندازہ کیا تو میرے نزدیک خالہ
میاں نے جو جو ریتاؤ کیا۔ وہ بالکل بے جا اور غیر موزوں ہاں پہنچے یہ
مزب یا و آیا۔ اب میں جاتا ہوں۔ ان کے واسطے ایک تو فیذ لاتا ہوں۔
اصغر علی توبہ بکھر چلا گیا۔

بس پھر کیا تھا

شعر

یار یہ لیک دل ہے جسکو نہیں قسار
ماترا نہیں ہے یہ اسے وہی سنا میں گے

اصغر علی ابراہیم کو اپنے ہمراہ لیکے پورس نائن سے بیگن میں سے سائے سے
منا منو انگوٹھ پہنچا۔ میچ صاحب ایک کتاب دیکھ رہی تھی۔ اور مقرر
ہوئی والی نظر میں کتاب کے طے سے ایک ایک سکین کے پد و پتہ کر رہا تھا۔

چودہ دو تک پوڑتے جاتے تھے۔ اور پھر پورس ہو کر واپس آتی ہیں۔ اور
کتاب کے دونوں سپاکیک اس سے ساتھ کر جاتے ہیں۔ نیم صاحب اس
وقت ایک کتاب دیکھنے میں مشغول ہیں۔ جب سامنے کو منہ اٹھا کر
دیکھا۔ تو اصغر علی ابراہیم کو آتے ہوئے دیکھتے ہی کتاب کو منیر پر
ڈال دیا۔ اور کہہ رہی پر سے چہ درہم اٹھ کر استقبال کیا۔ اصغر علی آئے
اور اٹھ میں اٹھ لیکر ایبلنگ روم میں لے گئے اریوں کو گیا ہوئے۔

سیم صاحب کیوں اصغر علی کیا ہم یو پی تڑپتا رہیگا۔ افسوس بابو
مہارے پاس نہ آئے تھے نہ سہارا جان بچیکا۔ اسے خدا تو ہم پر رحم کر یہ
لفظ نہ پا رہے تھے اور نہ افسوس کیا تھیکے رونے سے ایک عالم روٹا تھا
اصغر علی سیم صاحب کل تم نے جرات کی وہ نہایت دور بینی اور عقلمندی کے ساتھ
کہا۔ مین آج جہاں تک سنا اور دیکھا گیا۔ یہ حالت بالکل غیر استقلال
ہے۔ سمجھو تو بابو کا آنا کس وجہ سے نہ بھڑا۔ اور رہ کیوں آئے۔
آخر کھائی مجبور کیا تر ہے نا۔ اگر کسی عورت کی محبت اسکو پابند کرتی۔ تو بیشک

یہ سچا رالم نہا سبب تھا۔ یا خدا کو انتہائی صورت ایسی ہوتی کہ آپ کا آنا غیر
مستحسن ہوتا۔ آج تو انہی والد نے صرف جہاں سے نیکے سے منع کر دیا تھا۔ اگر وہ
عقل مند ہی سے ذرا بھی کام لیتے اور غصہ کو کام نہ فرماتے تو یہ لزبت کیوں
گنہگار رہتی۔ لیکن کیا کچھ ہے۔ اسی کا تو منہ لال ہو گیا۔ و بھیم صاحب آپ بھی ذرا
عقل کو تکلیف دیں۔ اور رونے سے باز آئیں۔ رونے تو ہونے سے
کوئی نہیں۔ سو اسے ہمارے تگ بگ کے کچھ نہ نکلے گا آپ خد

اندازہ فرمادیں کہ یہ بے قرار کیا کیا تھا۔ آپ کا دشمن بن گیا۔

میم صاحب۔ اصغر علی تم جو کہتا ہے۔ سچ ہے۔ اسکو ہم خود سمجھتے ہیں۔
لیکن تمہارے کلاس فیلو کی محبت نے دل دھکے دے دیے۔ یہ عقربہ بھی اڑ گیا ہے
کہ استقلال اور عقل کی دانتیک رسائی ہو۔ پھر تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ ہم
عورت ہے۔ سوائے رونے اور جان بھرنے کے کیا کر سکتا ہے۔

اصغر علی۔ اس صاحبہ جیتا خیر کو دیکھ کر بہت ہکا بھکا رہا۔ اور اپنے دل سے کہنے
لگا کہ اب میں کیا کروں۔ اگر صاف کہتا ہوں۔ اور یا تو کی سقیم حالت بیان کرتا ہوں
تو میم صاحب کی پریشانی حد سے تجاوز کر جا دیگی۔ اور اگر یا تو سی مے اچھا
بھڑکے گا اور بے شکل دکھائی دے گا۔ تو ایک ناوک لیڈ میا کی جان کا خطرہ ہے۔ اور اگر
اس کی جان پر کوئی صدمہ مہلک پہنچا۔ تو میرے پیار سے دوست کی زندگی
بیجا ہوگی۔ مے میرے پیار سے باؤ کی زندگی کے لے کر جا کیے۔

اصغر علی۔ میم صاحبہ باوجود شوش ہے۔ یہاں نہ آنے کا وجہ سے جس وقت
میں آیا ہوں۔ ابراہیم سے ملو کر رہیے۔ ان سے ملکر آیا ہوں۔ ان کو
مجھے آپ کی محبت کا امتحان ہو گیا ہے۔ کیونکہ کچھ ایسے اتفاق ہو سکے۔
جنہوں نے آپ کی اذکھی الفت کا پورا پورا اندازہ کر دیا جس نے ان کے دل سے
تمہاری دلی محبت کی آگ بھڑکادی ہے۔ اُسے وہ اور ہی جیلو ہے۔

آپ وہ آتے ہیں۔ تورا جبر کھیجئے۔ اس وقت ان کی طبیعت دیر انداز ہو گئی
اسوجہ سے وہ تعلق نہ آئے۔ صرف آپ کو سلام کہا ہے۔ اور مزاج برسی کی
شے۔ اور مجھ سے بلکہ یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ تم میم صاحب کے دل بے قرار کی طرف
تشکیں کرنا۔ اور کچھ ان کے غضب و عینہ کی خبر گیری کرنا۔ کہہ کر اعلان نامہ کو شش
نہا یہ کیا وہ حضور آئیں گے۔ ان یہ بھی فرمایا تھا۔ جس وقت تم میم صاحب
کو حاضر کیا تھا اگر آؤ گے۔ اس وقت میں بھی کہاں تھا۔ میم کو ابراہیم کا زبانی
معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ نے حاضر میا بالکل نہیں دکھائی۔ یہ سنکر یا تو صاحب
کو شش انداز میں ہوا۔ آپ ان کے وقت بالکل گزر گیا ہے۔ لہذا آپ کچھ تامل فرما
جیسیے گا۔ تاکہ میں انکو بھی جا کر کہلا دوں۔

مے سے

مقرر

ستہ

اور

اس

تھا کہ

تیرے

آنے

تے

یا تو

م کر یہ

دیا اتفاق

سے ساتھ

عقل

تے

بیشک

آنا غیر

اگر وہ

بت کیوں

پا بھی دنا

تے سے

خود

میم صاحب۔ امیر علی نے اپنے سے مستقیم وعدہ کیا ہے۔ کہ جب تک
 یاد نہ آئے گا۔ ہم کچھ دکھائیگا۔ تم ہر بانی فرما کر اب اصرار نہ کرو تو اچھا ہے۔ کیونکہ تمہارا
 کتاب بھی بالکل بے سود ہو گا۔ اگر تم کو بہادر خوشی مقصود ہے۔ تو جیسے ممکن ہو۔
 بابو کو لاؤ۔ ورنہ تم کو ناراض ہے۔ بے ذل کی تسکین کر لیا۔

امیر علی۔ یہ سنا کر سے بہتے کوئی دنگدرا پنچا رائے سے نہیں کی۔ اور نہ کروں
 گا۔ بلکہ یہ خیال رہے کہ جیسے آپ پریشان ہیں۔ اس سے بدرجہا زیادہ میں
 ہوں۔ اور صراحت کا خیال اور صراحت سے دوستی کا مالک دوسرے بدنامی کا پاس آئے
 والے کو تو صاف یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ امیر علی سے باہم بیٹھنے کے
 سبب ہوا۔ اور اب ہی امیروں کا خیال ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ اور بابو
 صاحب کو آپ کے پاس پہنچا لکی کوشش کرتا ہوں۔ جیسے ممکن ہو گا۔ آپ کچھ
 پاس روانہ کروں گا آپ اطمینان فرمائیے۔

میم صاحب۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر۔ دیکھو امیر علی بابو کو چہان تک ممکن ہو
 جلد تک پہنچاؤ۔ ہمیں آپ کا بڑا احسان ہو گا۔ کیونکہ تم جو حالت ہماری
 دیکھ کر جاتا ہے۔ ہر شے ہر سیکڑ پر اس سے زیادہ خراب ہو گا۔ کیونکہ ہاتھ
 پتھر کے تلے دیا ہے۔ امیر علی نے کہا۔ آپ ذرا اطمینان فرمائیے۔ میں اپنے
 جتنے امکان جلد نہ لائے کی کوشش کر لنگا۔ امیر علی میم صاحب کے
 پاس سے پیچھے اور پریشان اپنے دوست کی خوشی اور میم صاحب کی غم نہی دور
 کرنے کیلئے پیچھے سوچتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ کہ یکایک ایک بات خیال میں آئی
 اور جھل پڑا اور کہا کہ وہ مارا اب اس کی پریشانی دور ہونے لگی اور جلد جلد قدم اٹھانے لگا۔

باب ہواں

از سرے بالین بخیر اے ندامت طیب

ور و مند سے عشق را بجز ویدار نہ نیست

اس وقت فحاش کا وقت بھی کیا سہا تا ہے۔ آسمان پر ابول مضر

کی طرح اندک آرا ہے۔ اور ضعیف تر فتح شروع ہو گیا ہے۔ ہوا کے
ٹپکے ٹپکے جھونکے اور آنکھوں میں سرور پیدا کر رہے ہیں ات اس وقت ہوا کے
جھونکوں سے کیسا درختوں سے پتوں کو گھرا کر کسی بیمار فرقت کو ہوشیار
کر دیا ہے۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ اور آنکھ کھل دیا۔ اور سرائے سے گھڑیا
نکالی۔ اور غور سے دیکھا۔ ات ایسی تو میر کا زندگی کا ایک حصہ باقی رہا ہے
ماور نو جوان۔ اسے بیتا تم کیا کہتے ہو۔ جو تمہارا برا چلتا ہے۔ اس کے
ہنہ میں گھسی شکر۔ کوئی ایسے نقطہ ہنہ سے نہ نکالے۔ میں تو تمہارے یہ
اطہار دیکھ کر بد کان ہو گیا۔

نو جوان۔ اما جان میں سچ عرض کرتا ہوں۔ اس دن آج کے دن ان
میں کچھ حصہ باقی رہا ہے۔ بعد چند سے آپ پر خود روشن ہو جائے
گا۔

ماور نو جوان۔ بیتا اگر تم ایسی باتیں کر دے گے۔ تو پھر میر کا یہی زندگی کا یہ آخری
دن ہے۔ مجھ کو خدا اس دن کو نہ رکھے۔ کہ مجھ کو تمہارا سناٹا آئے
خدا اس دن کو مٹا میٹ کرے مجھے زمین کا پروندہ کرے۔

تصور۔ اما جان یہ کیسی باتیں آپ لوگ کرتے ہیں۔ اے بے میرے تو
دل کو چول آتا ہے۔ ات میرا تو جی مار بے تار پڑا جاتا ہے آگ لگے
ایسی بھی کیا باتیں ہوئی۔ نگوڑی ہمار کا تو جان آفت میں پھنس گیا ہے
ماور نو جوان۔ بیتا تصور اپنا یہی حال ہے تمام گھر صرا کر دیا ہے
میں پل پر سے ان باتوں پر نگوڑی مار کا تمام ہی نہیں ہوتی ہے۔ تمہارے باوا
نے وہ تر تار بتایا ہے۔ کہ تمام اوپر داکے پریشان ہیں۔ بیتا سجاد حسین
اعتر۔ غصہ کو متوک ڈالو۔ اور چلو پھرو۔ بزرگوں کی بات کا شریفینے
اتنا خیال نہیں کرتے۔ اب وہ تم پر کوئی سختی نہ کریں گے۔ اگر غور
کر دو تمہارا ہی عہد کا سب چاہتے ہیں۔

نو جوان۔ جہاں مجھ کو کچھ رنج و مل نہیں ہے۔ میں کچھ غم کرتا ہوں
حسرت مجھ کو اپنی تقریر سے فکایت ہے۔ خوبی سخت سے بزرگ سمجھا ہے

وہ ایسے حوصلہ دار ہیں کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ آپ مجھے کو میری حالت پر
چھوڑ دیجیئے۔ چند ساعت کا مہمان ہوں۔ میرا غم اور پدر کا غم غصہ یہ اکٹمام
تمام کر چکا۔ اب حضرت عزرائیل سے صرف مصافحہ کرنا پاتی ہے۔ ان کا انتظار
میں نے کیا کوئی نہ کر سکتا ہے۔

یہ کہہ کر انکھیں بند کر لیں اور آنسو رخسار و پنہ ڈال کر بہتے ہوئے آئے۔
اور آنسو رومال سے پونچھ کر چپ ہر گیا۔ مادر نوجوان یہ ستر گھیرائی۔ اور ایک آہ
دل درو سے کھینچ کر رونام شروع کیا۔ حالت گریہ میں اصغر علی آیا۔ اور سید عورتوں کو
رونے سے منع کیا۔ اور مادر نوجوان کو تسلی دے کر کہا۔ کہ ایک تدبیر سوچتی ہے
میں سے ان کی زندگی کی صورت اور جان کو بھی رنج و غم سے پائے گی۔
آج تک خالو صاحب نے نہایت موزوں یرتاؤ کیا۔ یہ ہاشا المہرجان
میں اسکا تہیہ کے متحمل ہر نہیں ہو سکتے۔ خیر تو یہ ہے۔ کہ ہمارے بھائی
بڑے لائق جوان ہیں۔ آج کل کے جنگیوں میں نہیں ہیں۔ کہ جسے
آج کل کے جوان ہیں۔ ان کو ذرا اٹھا آنا دوسری کی لگی۔ اور نے لگے جھلکی
بہتر وہ لشکر کی لگی تھی۔ اگر فرض کیجیئے۔ باوجود خالو میاں کا مقابلہ کر بیٹھتے
تو بڑا کامیابی ہوتی۔ سمجھیے تو کئی دن کا عرصہ تھکتے ہوئے۔

دشمنوں کی جان پر آتی ہے۔ دیکھیے تو کتنا سامنے نکل آیا ہے۔ اگر ان
ایک دن کھانا نہیں کھاتا۔ تو ضعف کے باعث بات نہیں کی جاتی چھوٹے حیمہ سات
سات دھڑکیں نہ کھانا۔ کیا مصیبت یہی نہیں کی جاتی۔ امیر انکھیں میں
گھڑے میں کھسی جاتی ہیں۔ جسم نازنین میں خون کا پتہ نہیں۔ معلوم
ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس کام کا انجام صاف طور پر خراب معلوم
ہوتا ہے۔

مادر نوجوان۔ اچھا بیٹا جو تم بتاؤ۔ وہ کام کر دے۔ تھپا کوئی صورت کر دے
کہ جس میں اس کے دل کو قرار ہو۔

اصغر علی۔ اب پتہ کھائیں۔ کہ خالو میاں سے تو نہ کہو گی۔ پھر آپ کو بتا دوں
گا۔

ماورنوجوان - بیٹا ہرگز نہیں - جو تم کہو گے وہی کرو گئی۔

اصغر علی - آپ خود ماشا اللہ مسکاتے ہیں - میں نے ہمیشہ ان کا ہنر ہی مزاج دیکھا ہے - اور یہ صاحب کے جانے سے ناراض و ناخوش ہوئے ہیں - بیٹھے بیٹھے ان کی بیار کا ترقی پکڑے گی - اب میرا رائے ناقص میں مناسب یہ ہے - کہ آپ باور کو دیا جانے کی اجازت دیجئے - تاکہ یہ وال جانیں اور ان کی طبیعت درست ہو جائے - خدا کے فضل و کرم سے یہ کچھ بیمار نہیں ہیں - صرف ولی ملال جو ہے - دھڑکی کر رہا ہے - یہ دال جانے سے جاتا رہا ہے - اور غلو میاں کو خبر بھی نہ ہو گی - انکے سہات میں ایک دو کھنڈہ ہی اور پڑے رہنا نہایت مضرت مند ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ اس کا انتظام ہو جائے گا - آئندہ جو آپ کی رائے آئیگا وہ آئے گی۔

ماورنوجوان - اچھا بیٹا جو تم مناسب سمجھو کرو - پہلے بیٹا اسکو کچھ کھلاؤ تو پھر تمہارے جانا - میں تم کو احادیث دیتی ہوں - لوگوں کی طرح میرے بچے کی جان بچے - بقول فقہ - اندھیرے گھر کا اجالا ایک ہی تو ہے - اصغر علی - میں تو انکو ہمراہ لے جاؤں گے - اگر سب علیحدہ ہو جائیں میں ان کا مزاج ایسا اصلاح پر کئے دیتے ہوں - اس کام کے سنتے ہی سب عورتیں مرض کوتاہ کیں - اور ایک ایک کر کے جوتیاں پاؤں میں ڈال کر چلتی ہوئی - اصغر علی نے اپنے منہم کو ہونٹیاں رکھا - ہمارے نوجوان نے آنکھیں کھولیں - اور اپنے ولی محسوس کر رہا ہوں بایا۔

نوجوان - پیارے دوست تم کبھی ہم کو ایسے وقت میں چھوڑا کرو - اچھے اصغر علی پیارے اصغر علی آؤ - ذرا کھٹے سے تو لہجہ دے - پیارے بھائی بیٹے جو کچھ کہا سنا ہے - وہ صاف کرو - اب میں ایک دو ساعت کا مہمان ہوں۔

اصغر علی - ایسے کیا تم ابھی سے ناامید ہو گئے - اسے درست کیا تم خدا کو مہول گئے - اور ایسے وقت میں کہ جب سب بہت کے

امتحان ختم ہو چکے اور زمانہ مفارقت کا گزر گیا۔ پیارے لوالہ اور میرے
 ساتھ چلو۔ اس ستم دیدہ کو غذاب جدائی سے چھڑاؤ۔ مائے اس نے تمہارا
 محبت میں اس نے کل سے چھوٹی حاضر کیا بالکل نہیں کھائی۔ تمام دن
 روتے روتے گزر جاتا ہے۔ ہر دم دردِ دواڑہ کو نکلی یا نہ ہے تکتے رہا کرتی
 ہے۔ لیکن تمہارا نام ایک قیامت کے آنے کے برابر فقاہت پیارے دوست
 کیا عرض کر دوں روتے روتے انہوں نے اپنا برا حال کر لیا ہے۔ آٹھ پیر
 پیٹک ہے۔ اور وہ ہیں۔ ہر دم آٹھ آٹھ آنسو رزارہتی ہیں۔ اور کل وہ خوف
 آیا جاتھی تھی۔ لیکن میں ہنسی کا تمام جا کر بنگلہ پر روکا ہے۔ اور
 یہاں خالہ جان سے آپ کی واسطے رول جانے کی اجازت مانگ لی ہے۔ اب
 آپ انٹینیٹ۔ جنت لائق دھوپ کے پڑے پیٹھے۔ اور سنسی خوشی و دل چلے۔
 تاکہ بیقرار دلوں کیسے ہو۔ وہاں جانے سے پہلے کچھ کھا بھی جائیے۔ ناقصہ دور
 نوجوان پیارے حسن میر کا دندگی کا سہارا تم نے نکالا۔ ورنہ میں صبح
 تک اپنی جان سے گزر جاتا۔ اچھے دوست میرے قلب کی تپش
 ایسی بھڑکی ہوئی ہے۔ کہ مجھ پر چین پر چھوڑے۔ بیقرار کرنے والے دل نے
 یکدم کو قرار نہ لینے دیا۔ پیارے دوست خلاصہ یہ ہے۔ کہ بفر جان پڑیے
 قرار کا نہ ہوتا۔ جب میں مر جاتا۔ تو میرے سر کو اس تکیہ سے کوئی دوسرا شخص
 اٹھاتا۔ نہ کہ میں خود نکل ایک تندرست آدمی کے اٹھتا ہوں۔ اور اپنی
 جگہ کو بفر کھانا کھا شے طبعان دلا کر جاتا ہوں۔ یہ صاحب کی تکلیف
 کا خیال بت ہے۔ نئے نازک دل کو صرف میر کا وجہ سے اب مدد
 سبک پہنچا ہے۔ وہاں ایک منٹ دیر کرنے کا موقع نہیں۔ میں خود جاتا
 ہوں۔ اور کھانا کھا کر قبل صبح کے آ جاؤنگا۔ تم میرے کمرے میں سونا اور
 کھانا اندر سے منگا کر سب سے کہنا۔ کہ یہ کسی کو دیکر برتن خالی کر کے
 گھر میں کہا اچھا۔ کہ جب نے میاں کھانا کھا کر سو رہے۔
 اصغر علی۔ حیرانم جاؤ۔ تاکہ ان کے ونگو قرار ہو۔ تھوڑا سا دیر بھرنا۔
 اور عقل سے کام لیا۔ کیونکہ ان کو عقل خدا کے لایزال نے پہنچی عطا

فرمائی ہے کہ اپنے نیک دید حال کو دیکھیے۔ اور اس کے سبھاٹے میں
کوشش کرے۔ اور ہر وقت اس کے تیر و تبدل میں معقول تدبیریں سوچے
پیارے دوست اتنی جلدی نہ کرو۔ پانی بڑے زور سے گرا رہا ہے اور
سرقت ہوا بھی کس زور سے چل رہی ہے کہ وہ کے پار ہوئی جاتی ہے۔

نوجوان۔ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن میرے طالب کی آگ اس بر سے سے
دوڑنی بڑھ رہی ہے۔ اور بالکل نشام بھی ہو گئی ہے۔ کچھ وقت
والدہ سے بات چیت کرنے میں صرف ہو گا۔ ہمارا نوجوان اپنی ماں کے
پاس پھر گیا۔ اور نہایت شرم سے دونوں مانتے جوڑ کر لیوں گرا ہوا۔

نوجوان۔ حضور نے آج میرے باعث بڑی مہربانی اٹھائی۔ لیکن امی جان
خدا کی قسم صبح تک جی سے گزر جاتا۔ مگر اصل صاحب نے سب کو
سجھایا۔ اور آپ کے تلقین کو نشر کیا بیان فرمایا۔ امی جان چیز میں اب کچھ خیال
نہ کروں گا۔ لیکن بزرگوں کو رازم ہے۔ کہ بعض بعض سے تعجب و حیرت پڑتی ہے کہ لادہ
ہے۔ امی جان میں ایک گنہ کے بعد کھانا کھا دے گا۔ آپ باہر بیٹھا دیں
یا صرف دودھ پھینڈ کیا گیا۔ وہ میں نوش کر لوں گا۔

مادر نوجوان۔ نہیں میرے دل تم کچھ حذر رکھنا کماؤ۔ بیٹا تم بہت ہی
لاغر ہو گئے ہو۔ ذرا تم پائنتہ تو اپنے میں دیکھو۔ کیسے تڑاں ہو گیا۔ جیسے
کوئی دشمن برسوں کا بیمار ہے۔

نوجوان۔ امی جان آپ کے قدموں کی قسم بالکل اشتہا ذائق ہو گئی۔ میں
کیونکر کھا سکتا ہوں۔

مادر نوجوان۔ کیوں بیٹا تم کیوں نہیں کھا سکتے ہو۔ بیٹا کچھ تو کھانا چاہیے
قربان جاؤں۔ پھر تم جہاں تمہارا دل چاہے جانا۔ لیکن ذرا صبر کرنا
گھر کی خبر لیتا۔ اچھا یاد انتظار آج کل سب سے خفا میں۔ بیٹا تمہارا بہتے ہوا
کی عادت کو تو خیر اچھی طرح معلوم ہے۔ دیکھا بیٹا آج اس پر کیا بہت سوار
خفا۔ میں نے تو دم نہ مارا۔ تمہارے آگے بہت سے کھڑے رہے
اور تمہارے دشمنوں پر سختی ہو رہی تھی۔ میں جب گھر سے دیکھا کہ کیا ہوا تو

نوجوان۔ بھابہ۔ لیکن اگر آپ کی ایسا خوشی ہے۔ تو بہت منا سب
ہے۔ آپ باہر کھانا سیواقت پیچیدہ لگا۔ میں متوڑا سا کھانوں۔ آپ اطمینان
فرمائیے۔ یہ کہہ کر ہمارا نوجوان باہر چلا گیا۔ اور سیم صاحب کی حالت
اصغر علی صاحب سے معلوم کرنے لگا۔

نوجوان۔ پیار سے عزیز کیا سچ سچ سیم صاحب کی ایسی حالت تھی۔
تنبہی کہ تم نے میرے سامنے بیان کیا ہے۔

اصغر علی۔ ممبئی انکی تو حالت قابل دید ہے۔ وہ تو اس چار پانچ روت
میں سرگھر کا شاہو گیش۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ کہ ان کے دل پر کیا گزری۔
انکا طبیعت کو بہت اضطراب ہے۔

نوجوان۔ اذیہ دل خا خراب جاتے میرے ساتھ کیا سوک کرے گا
خیراب میں جاتا ہوں۔ سیامیر سے پڑے اور برساتی کوٹ لڑ۔ میں اس
وقت ذرا ایک کام کو جاؤنگا۔

بیاو کوٹ لایا۔ اور ہمارا نوجوان پنکر اور مات بوت چڑھا کر
کسی پریش کے جال ذیہ قریب پریش کر کے چل دیا۔

تیرہواں باب

چھوٹے دین در کا منہ سے توڑو

شب وصل وٹیکے جو بن کیسا جو عجا کے پکڑ نیکے وامن کیسا
اسوقت شب کے اندازہ آفتہ بنے ہو گئے۔ برسات کا موسم بادلوں کا آسمان
پر اشد اشد کرنا اور بجلی کا چمک جاتا۔ کبھی جہا جوں پر سے گنت ہے۔ گھنٹا ٹپ
بادل نے تمام عالم کو ماتمی لباس پہنا دیا۔ آج اندھیر سی کس بلا کی ہے۔ کہ آفتہ
کو آفتہ بجائی نہیں آتا۔ اندھیر سی کس اس طرح آسمان پر اپنا تسلط کیا
ہے۔ کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اندھیر سی کیا شکر نہ لگائے گی۔ برق کی تڑپ
سے وہ چار سیکندہ کو روشنی ہو جاتی ہے۔ مگر نہایت ہما ناقابل برداشت
ہے۔ ایسے حسرت خیز وقت میں ہمارا نوجوان اپنی آنکھوں سے مینہ برساتا

ہینت پتر قدیمی سے سانسے والی سڑک پر جا رہا ہے۔ اسکی نازک طبیعت
 اسوقت رفتار کو منع کرتی ہے۔ لیکن زمان مجہول اسکو ٹھوکنے دیکر چلنے پر مجبور کر
 دیتا ہے۔ اتنی دھڑا اسکو سو کوں کے پیراز معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک قوی لڑکی
 اندھیر کی دوسرے پانی کا گرا نادرسان کھوے دیتا ہے۔ ہزار حزائی وقت سے
 احاطہ جنگ میں قدم رکھا اور برساتی کے نیچے زینہ ہے اسپر چڑھتا ہے کچھ کچھ
 یونہی پانی کی آکر چڑھتی ہیں۔ ان سے تمام تہیوں تہہ ہو گئی ہیں۔ اور اندھیرا
 ہے۔ مگر اس جنگ کے اندر وہ بھی روشنی ہو رہی ہے۔ وہ روشنی کسی بیچارے
 دیکھ چڑا پتہ تو ہے رہی ہے۔ اور خان مان الماری میں کچھ دھڑو ڈھونڈ رہا ہے۔
 ہے کیونکہ سوئے چھوٹی چھوٹی شیشوں کے اسمیں اور کچھ نہیں ہے۔

ساننے میری قسم قسم کے گلہ نشہ کسی کے نازک مانتوں کے بناتے
 ہوئے خوشہ میز کو رونق دے رہے ہیں۔ دیواروں پر اندھو کا غنہ اپنا لٹو کما
 حن دکھا رہا ہے۔ کسی جگہ شیر کی کھال لٹکا دی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا کہ اب
 شیر اٹھکر بھاگتا ہے۔ ساننے والی دیوار پر ج شیر کی کھال کسی استاد نے اس
 صفت سے لٹائی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیر بے خبر پٹا سو رہا ہے کیونکہ
 سنی تصویرت کا جھگٹ لٹکا ہوا ہے۔ کوئی نقدیرائید میں آویڑاں ہے اور اپنا
 زوال علیہ دکھا رہی ہے۔ کیونکہ مار مرخم رکھا ہے۔ کیونکہ آئینہ جلی تدا دم لٹا
 سکندر کی یاد دل رہا ہے۔ کسی کمرے میں قالینوں کا فرش بچھا ہے اسلیٹنگ روم کو
 رونق دے رہا ہے۔ کوچ برآمدے سے ہوئے اپنی دیبا کش پر ناما داں ہیں
 ایک کمرے میں پٹنگ پڑا ہوا ہے۔ اسپر ایک یورپین لید سما پڑھا کہ دیش بدل رہی
 ہے۔ اور سمجھا بے ہوش ہو جاتی ہے۔ سہارا دیوان اندر کمرے داخل ہوا
 اور دیکھا کہ قریب پٹنگ کے ایک چوکی پڑھا ہے۔ اسپر ایک گلاس پانی سے
 بھرا رکھا ہے جسکو انگلیوں سے پانی میں ٹکرا مار رہے ہیں۔ دیوان دیکھ کر
 متحیر ہو گیا۔ اور قریب پٹنگ کے پہونچکر اول اول خوب جی بھر کے اپنے
 آرم جانکو دیکھا۔ اور ابراہیم سے معلوم کیا۔

لوحیان۔ ابراہیم کیا ہم صاحب اسوقت آرام فرماتے ہیں۔

ابراہیم۔ حضور کیا عرض کروں آج تمام دن جس نصبت سے گزرا ہے۔ میرا ہی دل جانتا ہے یمیم صاحبہ روتے روتے اپنی جان کھولتی ہے۔ اب کوئی آدھہ گھنٹہ سے بالکل بے ہوش ہو گئی ہے۔ کبھی خدا کے واسطے انہیں ہوش میں لائیے۔ امیر اس بات کا ہے۔ کہ انہوں نے اس وقت تک کھانا یہی کچھ تناول نہیں فرمایا۔

نوجوان۔ اچھا تم جاؤ باورچا خانہ میں کچھ کھانا یا کر دو۔ میں سب کچھ من چکا ہوں اور اسی عرض سے آیا ہوں۔ نوجوان دینگ پر بیٹھ کر یمیم صاحبہ کا سر اپنے ذوق پر رکھ کر پیاری ویلن کیا سوئی ہو۔ پیاری آنکھیں تو کھولو۔ دیکھو۔ تمہارے سر ہائے کون بیٹھا ہے۔ اور کس کس نصبت کو برداشت کر رہا ہے صرف تمہارے واسطے مستعد ہو گیا ہے۔ اور اس پر آج کیا کیا ظلم نہ کئے گئے یمیم صاحبہ نے تو ابھی آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے رفیق و لکوسر باتیں پایا جتنے ساعت عجب حقیر کی حالت ظارمی رہی اور پھر پیارے زوجہ انکا ایک حسرت سے متنبہ ہو گیا اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ لاکھوں بندھ گئی۔ بعد چند ہی نوجوان نے اپنی مشرقہ کے اس زور مال سے پونچھے اور کہا جان من اس وقت کو اللہ سے خالی نہ دو۔ پیاری روتے دہرتے سے کیا فائدہ

ویلن۔ کیا میں یہ خواب دیکھ رہی ہوں۔ یا بیداری کا عالم ہے نوجوان۔ پیاری ویلن تم بیدار ہو۔ میں تمہارا بچاؤ ہوں۔ امیر اس اب تمہارے پاس ایسے محفل ہو گئے۔ اسے اللہ اب میں کیا کر دوں۔

ویلن۔ پیارے سید میں اس وقت ہرگز نہیں کہہ سکتی۔ کہ میں بیدار ہوں۔ مجھے تو بھی خیال ہے۔ کہ تم میرے اس ظالم خواب میں آئے ہو اور تمہاری محبت نے میرے دل میں خطا کر دی ہے۔ اگر میں یہ حال ہی تو ہرگز تناول تمہارے نذر نہ کرتی۔ پیارے کیا سب مشرق ایسے ہکا بے وفا ہوئے ہیں۔ جیسے کہ تم سچے نہیں۔ نہیں صاف کرتا میں غلطی پر ہوں۔ پیارے تمہارا تمہارے ہر میں میں چلی ہوں۔ اس وقت تم نے بیمار جان بچایا۔ ورنہ ہم نے کلونا لکھ کے اپنے آپ کو کبھی کا سپرد کر دیا ہوتا۔ ہم نے پہلے سے انتظار کیا کہ

رکھا ہے۔ کہ ہم اپنی جان دیکر آرام سے رہ گیا۔ مگر اس وقت تم سے ایک
مردہ عورت کو چلایا۔ اس کے خدا کو احمد و نیکیا۔

نوجوان۔ پندار کا اولین شیک تم نے بڑھادہ اٹھایا۔ لیکن سبب یہی اس
قدر بے چینی مناسب نہیں۔ اگر والد صاحب میرا ایک ہی بندہ بیست
کرتے میں ہرگز ہرگز نہ روکتا۔ جہاں میں مجھے بھی بغیر تمہارے زندگی دے دیتا۔ پھر
تھی۔ پیار کا اپنا زندگی باقی ہے۔ تو تمہارے دم سے ایک دم کو جہانہ ہو گیا
میرا کوئی دن کی حیات باقی تھی۔ کہ میرا آنا ہو گیا۔ ورنہ میرا بھی ایسا ارادہ تھا۔
جو آپ کا۔ وہیں کہہ دیتا تھا کہ آج تم سے یہ رشتہ غصہ کیا۔ کہ مجھ کو بھروسہ نہ کیا
نوجوان۔ پیار کا دین میں خود میسر رہتا۔ کیونکہ آج مجھ پر مصیبت کا پہلا ہی
دن تھا۔ علاوہ بڑی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا
ہر چند پہلے سوچا کیا۔ لیکن ایک ہنگامہ۔ ہاں تمہارے مالک واپس چرحدہ لڑا
وہ میرے باعث۔ اسکا سزا میں مستحق ہوں۔ لیکن میں اس کے ساتھ
یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری حالت خود میسر کا کی تھی۔ ورنہ میں کیوں آنے میں
پہلے تھا کرتا۔ بلکہ پیار کا دین میں وہ نشان نیلگوں چھڑوں کے اپنی کلائیوں
پر اپنے کھلم کی صداقت کیو اسطے گواہ کر کے لایا ہوں۔

یہ نگریم صاحب نے جو اس کے وہ نشانوں کی کلائیوں تکا تھا میں نے کہ
اور قبضے کو باز دل کی جانب سے کہ ایک پتھر کے ساتھ دیکھنے لگیں۔ سر پہنی
کلائی قبضے سے باہر نکالی۔ نیم صاحب دیکھ کر شدید ہرگیش۔ اور
اور آنکھوں کے پیچھے اندھیرا چھا گیا۔ تمام بنگلہ میں ایک سیاہ چلور اندھیرے
کی ماحول ہر نے لگی۔ اپنے سینہ پر ہاتھوں سے ارمان پو شیدہ سے۔ اپنے چہرہ
پر دوا تھ دیکھ بیٹے۔ اور دنا شروع کیا۔ اور کہا۔

وکیل۔ پیار سے باہر انہوں تم کو میرے منے میں یہ مصیبت جھیلنا پڑی ہے۔
جو میرا محبت کے گواہ بن کر میرے ساتھ آئے ہیں۔ کہ تم کو میرا راجہ الفت
میں تمہارے پاپا نے یہ بیدار کیا کی۔ اتنا ہلکیہ معلوم نہ تھا۔ کہ میرا راجہ الفت
میں ایسے ستم پہنچے ہیں گئے۔ اور ہم سے اسکا تعلق نہ ہو سکے گی۔

نوجوان - پیار کا دیکھو تو اب یہ روئے کا دقت نہیں ہے - یہ تو خوشی کا عمل ہے نہ کہ غم دہی ہو - شکر کرو اس جانب التفریق کا جس سے اس ایام کا کام کو چشمِ زمیں ہم غوش تھے - خدا خدا کر کے وقت گیا - اب یہ کون عقل کی بات ہے کہ اس جھوٹے سے وقت کو بھی رو دھو کر رنج و ملال میں گزرا دیں - مانی خیر تمنا سے رونے سے منہ کو لیجھ آتا ہے - اور جگر و دل نکڑے نکڑے ہوا جاتا ہے - تکلیف سے سر کا نغمہ رونے سے پانڈاؤٹ

دیلین - ادا مانی کا ڈباؤ میں بڑھی بد قسمت عورت ہوں بیٹے ایک نا جائز شخص اور اپنے خدا کا بڑا گناہ بکے واسطے اپنے سر لیا - اور وہ پھر مجھ تک پہنچنے - جیو ہے - پیار سے تمہیں بتاؤ - کہ میں کیسے دل بے قرار کو تسکین دوں - کیونکہ تم جھوٹا دیر میں جانے والا ہو -

نوجوان - حضور مجھ کو جانے چاہیے - یہی چلا جاؤں - کیونکہ یہ آگ جھک چکے ہوئے آج پہلا ہکا دل ہے - سدا اس سے شعلہ چراغ نہ بکرا - سال تک آگ بھڑکاؤ - تو میرے تمام جان و جگر کو جلا کر خاکستر نہائے گی - لیکن پیار کا یہ تو سمجھو - میں تو تمہیں - اسی حالت میں چھوڑ چلاؤنگا - پر یہ امر میرے اختیار ہے - جان سید مجھ سے ہرگز یہ سمجھا نہ ہو سکا - کہ تم کو آشفگی کے حال میں روٹا ہوا چھوڑ کر چلا جاؤں - اس قدر سے کہ دالہ کو خبر ملے گی تو پھر بھی بتاؤ یا اس سے زیادہ بر نہیں گے -

دیلین - یاد رہے نا کل بہت بات نہ سمجھا - جانی تم نے کیا کیا -

نوجوان - پیار کا دیلین میں نے یہ عرض کیا - کہ میں اگر دالہ کے دوسرے ایسا چلا جاؤں - اور تم کو یہی ترپتا ہوا چھوڑ جاؤں - تو نا کل میری عورت سے بعید ہے -

دیلین - بہت افسانہ بیان سے صاف ارادہ نہیں معلوم ہوتا - اچھا جبکہ تم یہ بتاؤ کہ تم ہمارے پس کس وقت تک رہا کرتا ہے -

نوجوان - ایک ٹھٹھکا سا سانس بھر کر اور اپنی مطلوبہ کو خوب بات دے گلے لگا کر پیار کا جان تم آئندہ نہ ہو - میں تا حیات مستعار یعنی جیتا میری زندگی

میں صبح صاحب ۔ اگر ہمارا دلیر قابو نہ ہوتا تو اپنا پہلو چیر کر ایسی اس گھبراہٹ سے
داغے دھو پہلو سے نکال کر بیٹھ غالی کرتا ۔ میرے دل سے پھلنے والے دھماکے
ہمارے پس چھ نہیں ہے ۔ کہ آٹھ پھر بہت جلد سے چین سے نہیں
سردم اٹھ گیا ہو گیا ۔

تو جوان ۔ اے میرے دلی مالک دین تم یہ نہیں جانتی کہ جب یہ محبت
نواب ہو جاتا ہے ۔ تو سکا بھی یہی عالم ہو جاتا ہے ۔
وہلن ۔ اچھا پھر تم سے یہ پرہیز ہے کہ سکا کیوں یہ حال ہو گیا ہے
تو جوان ۔ اے اس دل سے محبت آپ کو تمکایت ہے ۔ یہ تو ہمیشہ کا میرا
خود غرض اور خود مطلب ہے ۔ اس لئے بڑا دل کو اپنی ناکام رکھا تو
اپنے کس گنتی میں ہیں ۔

وہلن ۔ ہم ایسے بیوقوف سے ہرگز ملنا نہیں چاہتا ۔ جو شہار کا چھاتی کا پتھر
ہو ۔ ہم ایسا پیارے باور اپنے دل سے بہت گھبرا گیا ہے ۔
تو جوان ۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے ۔ کہ آپ اس دل خانہ خراب سے
کچھ واسطہ نہ رکھیں ۔

خاتہاں ۔ وکرے میں اگر حضور میر تیار ہے ۔
وہلن ۔ اچھا تم جاؤ ہم آتا ہے ۔ خاتہاں دیکھو یاد رکھتا دیکھا ہر گیلہ ہے ۔
ابراہیم ۔ حضور بجا ہے ۔ دشمنوں کی ایک نیک سی صورت نکل آئی ہے ۔
میں نے حضور سے پہلے ہی عرض کیا تھا ۔ کہ جس وقت آپ باور صاحب کی
بھینٹے تو بالکل نہ پہچان گئے ۔ یہ بھی عرض کیا تھا ۔ کہ جیوقت انہوں نے
میرہ کو آہٹ کر دیکھا تھا ۔ تو میرے آئینہ نکل آئے تھے ۔

بیر چاکر ان دولتوں سے بہت ہی غمزدار دکھانا دکھایا ۔ اور ہم صاحب نے خانہ
کو بلا کر حکم دیا ۔ کہ ہمارا منی کس لائے ہیں اور یہ نکال کر ابراہیم کو دیئے اور
رخصت کیا ۔ لیکن حکم دیا ۔ کہ چار بجے سے پہلے تم چوٹی حاضر ہو گیا رکھنا
ابراہیم ہم صاحب کے حکم سے آگاہ ہو کر بلا کر گئے آئے پاؤں وہیں چلا گیا
اور ہم صاحب اپنے بنگ پر جا کر لیٹ رہیں ۔ ہمارا تو جوان بھی پاس کر رہی تھی چکر

بیوقوفہ کیا۔ اور فیصلہ انا کہ کموتی پر شکا دیا۔ اور سرگرمیٹ سکے ناشروع
کیا۔ کچھ پیا۔ یا فی حصہ اپنے واسطے آٹھ کا دو نو انگلیو میں دبا کر بائیں
ہاتھ سے میم صاحب کا ہاتھ دیا ناشروع کیا۔

نوجوان۔ کیا تو پر مجھ کو بھی آجازت ہے۔ میں بھی اس بنگ پر لیٹ جاؤں
میم صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ گویا اپنی جان سوتوں میں ڈال لی۔

نوجوان۔ دیر بٹھا ہوا کر (پیار سی دین کیا تمہیں اس وقت تہذیب آگئی۔
اچھا دین منہ سے تو بول دنا سید ہو کر) شاید میری کیا بات کا کچھ جواب نہ بیگا
چین تو میں اس کا کسی پر سہارا ہونگا۔ پھر سرگرمیٹ پٹا شروع کیا۔ میم صاحب
نے آنکھیں کھولیں۔ اور نئی نظروں سے نوجوان کو دیکھا اور منہ چھپا کر لیا۔

نوجوان۔ اچھا تم آدھم گرد و میر کا پیار سی کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔ میں تمام
رات یونہی بیٹھا رہوں گا۔ ہمارا میم صاحب نے اپنے لب لاذک سے کچھ
جواب نہ دیا۔ اور نوجوان کا ہاتھ بڑا کر اپنی طرف اپنے طرف اٹھایا۔ اور
اپنے سینے سے دھڑکے لگایا۔ جلدی سے چھوڑ دیا۔

نوجوان۔ البتہ تم کا بے نیاز سی کے قراں جو تو نے یہ دن دکھایا۔
چرخش وقت و جسم روزگار کے کہ بارے جو خود اور وصل یارے
میم صاحب۔ پیارے اب کوں دن اس سے زیادہ خوشی کا آئے گا
کہ ہم تم ادا دھکا سے ملیں گے۔

نوجوان۔ پیار سی دین یہ کوئی میری اختیار کی بات نہیں ہے۔ یہ تو
صرف تمہاری خوشی پر مبنی ہے۔

میم صاحب۔ پیارے باوجود بہت مجبور ہے۔ کیونکہ یہ بنگ ہے
اور آج ہم تم کو شہر بہت میل سے میرا کرتا۔ ہم اپنے گاؤں سے بہت دور
ہے۔ روزہ تم کو مبارک دے دل چاہتا ہے۔ کہ اپنے دل میں تمہارے
نوجوانی۔ اگر آپ۔ جانتے ہیں۔ تو کچھ دشوار بات نہیں۔

میم صاحب۔ جیگ کچھ دشوار نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے قوم اس بات
کی بات نہیں ہے۔ کہ شوم کا خوشی ہو۔ میں ہم چاہتا ہوں کہ تمہارے

ہم یہ کہتا ہے۔ کہ ہم خدا کو کیا نہ دکھا سکیں گے۔

نوجوان۔ جان۔ سے زیادہ عزیز و دلیں اگر مجھے فطرتی حیال سے نہ ہوتی۔ تو میں
سب کا آپ کا ہر چکا تھا۔

سیم صاحب۔ خجک باوتم محبوب ہو اور ہم بھی محبوب ہے لیکن باوتم ایک کام کر سکتا ہے
نوجوان۔ فرمائیے شوکت اس کے کہ تم سے جدا ہو نہ ہو اور ہر کام میرے لائق ہو
میں اس کو بنا بیت بندھاں کا پیغام دیتے کہ لبر و پیغم حاضر ہوں۔

سیم صاحب۔ اچھا تم لکھو ہو۔ تو فادہ تمہارا کیا کر سکتا ہے۔

نوجوان۔ میرا پیارا اگر تمہاری بی بی۔ اے ہے۔ تو بہت شاب میں اس
وقت چلنے کو تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط پر کہ آپ کی بدنامی کا اندیشہ مجھے
بہت برا ہے۔ دیکھئے آپ کے ظالمانہ برتاؤ سے مجھے گھر سے برداشتہ کر
دیا۔ میرے والد نے آج جو کچھ کیا۔ واقعی برا کیا۔ اگر وہ مجھ سے اس طرح
پیش نہ آتے۔ تو میں جانتا ہوں۔ غایت میری محبت آپ کے دلیں ہوں سب کا نہ کرتی
سیم صاحب۔ ہاں اے یہ بہت برا سلوک کیا۔ باو پہلے بھی کسی ستمسار کا فادہ
اس طریق سے پیش آیا۔

نوجوان۔ افسوس تو صرف اسی بات کا ہے۔ کہ والد نے مجھے کبھی بیویوں
کی تعزیر سے نہ چھو اور نہ کبھی کی اور سچ پیش آئے پہلے کبھی اب موقع
گذر جاتا۔ تو تعزیر آج بیکود گذرتا۔ کیونکہ میں تو اس ظالمانہ برتاؤ کا عادی تھا
میرے والد نے میری جیم میں کبھی یہ تنبیہ نہیں کی۔ جو آج غم کے شمع پر تشدد
کا میں دیکھو۔ میرا بچہ میرے واسطے جبراً حذر رہا دیکھا آج تو میں نے
خیر دیکھا۔ جو تم کو یوں تر پایا۔ اپنے اہل حق بندھو گئے اور کان نہ ہلایا۔ اگر
قلندہ ہی کر لیتے۔ تو زوجہ ہر جا بھگتے۔ بارے دیکھو۔ ذکر ہکا نہ باہر نہ
لا بھگتے۔ وہ میں جو اب ترک کر دوں گا۔ سیم صاحب میں ان کا اب
مستحق نہیں جیسے ایک لائق بیٹے کو اپنے باپ کا ہونا چاہیے۔ میں متاثر
ہو کر اسی کا کچھ نہیں کھایا۔ یہ بات ایک قصہ طلب ہے وہ بھی کبھی عرض کر دے گا
کہ سب یہ اچھا نہ دیکھتے ہیں۔ اب مشیہ کو پایا کٹے میر کا آدرو کا کافر ہی

باعث ہے۔ تو میں یوں آزاد رہتا ہوں۔ غرض جو کچھ اٹاؤ باقی ہے وہ
بیراجا ہے۔ اس میں کسی کی مداخلت نہ ہوگی۔ جو چاہے میں کروں
چاہئے پھر اوروں۔ اس میں کسی کا کچھ حق نہیں ہے۔

میم صاحب۔ ابو کیا بات سناؤ ہم بالکل نہ سمجھا تم کو کہ میں یہاں سے
اور کون سا زمانہ ہے۔ یہ کیونکر مان لیا جائیگا۔ کہ تمہارے نادے تمہارا ابو پیڑ
نوجوان۔ پیار سا وہ قصہ میں پھر کسی وقت بیان کر دینگا۔ پارات دیاہ آئی
ابا آرام فرمائیے۔ وہ بچہ مرزا ہو جائیگا۔ میں بھی ذرا جا کر آؤں۔ ام کرنگا۔
میم صاحب۔ اچھے بابو تم جانیگا۔ تمہارے سامنے نہ بولو۔ پتا۔
تمہاراے جانے لے تمہارے حواس یافتہ کر دیئے۔

نوجوان۔ پیار سی دینی سوچ ڈاگر میں اس وقت نہ جاؤں گا۔ تو چاہئے
میرے۔ دلیر کو کشتی تاراج آئے اور مجھ کو کیا سے نہ ہو بھی پریشان کرے
ایلیئے میں یہی شائبہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس وقت چلا جاؤں۔ اور میری ہوتے
ہی تمہارے پاس آن موجود ہو گا۔

میم صاحب۔ ان ہم باور اپنی زبان سے یہ کیونکر کہہ سکتے ہوں۔ کہ تم جاؤ
پیارے باور تمہارے جانے سے اسے میں تم کچھ نہ کہیگا۔ تم کو خدا عقیدے
تمہارے روبرو نے میں صاحب کے گلے میں بائیں ڈاکٹر اور
کر کے گھر کی راہ لی

چودھواں باب

ذری اعظم اور دیکھ صبح ہو گئی

شب فرقت ہماری حقیر کا سے بہتر تھی۔ گریبان نکلتے کرتے اور بڑے بکری
ابھی آج کیوں یہ میرے کمال ہے۔ کیا مجھے دیکھتے رہا اس کا سنی۔ کہ اس کا
ٹکڑی آٹکوں میں لٹکا ہے۔ اسے خدا میری جان یہ کیوں کہے چرن موم ہوتی
ہے۔ آج رات یہ کیوں کائے کہانی ہے۔ کیا کوئی اور تازہ مضمون نیکر ہے۔
جو اسی طرح دل کی بیکل جاتی ہے۔ اسے یہے دیکھ کر کیا کرے۔

او چینی کی کسٹ کس ملا کی بندھا ہے۔ ذرا سا اور دیکھ کر کتنی صبح ہو گئی۔
چینی۔ چینی ایک انگڑائی ٹیکر۔ اونہ خیر تو ہے۔ بی تم سوتے نہیں دیتا ہوا کیا
 ہے۔ ابھی نورات بہتا پڑا ہے۔

ناور تو جوان۔ اسے تجھے ابھی رات ہی ملدہم ہوتی ہے۔ ذرا آنکھ تو مٹوں
 کر دیکھ کر کیسا سینہ دن نکل آیا۔

چینی۔ بی ابھی تو دیکھتا صبح صادق ملدہم ہوتی ہے۔ یہ تو محول ہندو تن
 کا ہے کہ کونکے کائیں کائیں کرتے ہیں۔

ناور تو جوان۔ اسے سب کو کتنا بھارت کرنا ہے۔ افسہ بیہوش اور جا کر سجاو
 کو بال۔ اسے میں جو کہتی ہوں۔ وہ نہیں کرتی میرا بات تیرے کسی بیٹا میں نہیں
چینی۔ جی آپ تو میٹاؤ دیر سے پیچھے مانعہ ہو کر پڑ گئیں ہیں۔
 ناور تو جوان نے بد وقت چینی کو سوتے سے جگا یا۔ اور ہمارے

تو جوان کا تلاش میں بیجا۔

تو جوان ہم صاحب سے رخصت ہو کر جو اپنے گھرے میں آیا۔ تو
 دیکھا کہ اسکا دوست کتنی دیر سے اسکا منتظر بیٹھا ہے دیکھتے ہی خوش ہو گیا
 اور کہا۔ کہ آپ اگر پہلے ہی اسی قلعہ کا سے کام کرتے تو اتنا رنج کیوں اٹھاتا پڑتا
 ہاں یہ تو فرمائیے۔ اب ہم صاحب کا کیسا مزاج ہے اور ان سے کیسی نہی مجھے یہ خیال تھا
 سوا دیکھیں اب نہ ہو کہ یہاں تک کہ تو پہلے ہی سے ہو چکے ہیں۔ اب آن آکر
 ناجز میں تو خراج چاہتے کیا آفت بہا کریں۔ میرا پٹے آنے سے قبل
 خلوت عادت کرو میں چلے آئیں۔ اور یہاں صبح کو بیٹھا دیکھیں۔ اور آپ کو
 نہ پائیں۔ تو جاتے کل کے معاملہ میں کہا کیا خرابیاں واقع ہوں۔ بارے
 حریت گور کا۔ کہ آپ جلد سے تشریف لے آئے۔ ہاں آپ نے ہم صاحب
 کو میرے حال کہنے کی رات زیادہ پریشان پایا تھا۔

تو جوان۔ تم نے جو حالت بیان کی تھی۔ میں نے اس سے کہا درجہ زیادہ
 حیرت میں کر رہا ہوں۔ تو ایک پانچ گھنٹہ ہم صاحب کو لکھا تو میں چپے ہوئے
 ہر شے کی حالتیں۔ اور ان سے پہلے کے اب ہم نے کچھ سے کھولنا چاہا۔

ٹوٹ گئی۔ پروانت نہ کھلے۔ جیب میں پاس گیا۔ اور اپنی چوٹی کی خوشبو
 سنہکائی۔ تو ہوش آیا۔ شعل ایک سوئے آدمی کے جاگ اٹھیں۔ اور کئی
 سکینڈ تک میری صورت کو دیکھا کھیں۔ مہ کو دنا شروع کیا۔ بڑے ہوشیار
 سے پہلایا۔ اور کھانا کھلایا۔ اب تک یاقین کرتا رہا۔ اب یہ مجھ سے بھی سمجھا کر
 اور نہایت پریشان چھوڑ کر آیا ہوں۔ نکلیا وہ سوچا بیٹھے۔ کیونکہ رات بھر جاگیں
 اصغر علی۔ اب اب کو بھی تھوڑا سا دیر میں سو رہا چاہیے۔ تاکہ کس دور ہو
 اب میں جاتا ہوں۔ اور آپ سے سکول میں ملے گا۔

نوجوان۔ بہت مناسب بھیجی میری جان تو کل آپ نے بچائی۔ اب یہ تو
 فرمایئے۔ کہ والد صاحب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے مجھ سے کہاں
 حیاتیکو سننے آتے ہیں۔ پیارے دوست میں ایک دم بھی اگر ان کے پاس نہ جاؤں
 تو خیر ممکن ہے۔ اور اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔

اصغر علی۔ میں آپ سے اول ہی عرض کر چکا ہوں۔ کہ موقعہ محل سے
 کارروائی کرنا چاہیئے۔

نوجوان۔ پیارے دوست میں تمہارا سارا سہ سے اتفاق ضرور کر دیں گا
 کیونکہ آپ کی رائے میںم ہے اور آپ نہایت عقلمند ہی سے کام کرتے ہیں
 مگر عزیز من محبت کے کوپے میں ذرا مشکل سے چلنا پڑتا ہے جادو عشق وادہ راہ ہے
 کہ پھر ایک پھانسی بن جاتا ہے۔ اور عقل و تہذیب دور اندیشی سب
 بھول جاتا ہے۔ ہوش خرد ہو جاتا ہے۔ خیر آپ جاؤں گا میرے جود پر گزرتے
 گی گذر جائیگی۔ اب ہم آپ کو حضرت عشق کے پیرو کرتا ہے۔ جو مناسب ہو گا
 کیا جائیگا۔ مجھ کو مال جانے کے سوائے خدا و خدائے مال کے اور کون ہے
 جو بند کرے۔

اصغر علی۔ چوبیس جا رہی۔ جب چلا گیا تو ہمارا نوجوان پنگ پر بسے پاؤں کے
 چہرے۔ جب خدا خدا کر کے وہ نکلا۔ تو چٹیلے کرے میں آکر ادھر ادھر
 دیکھا۔ جب ہمارا نوجوان نظر نہ آیا۔ تو سامنے ۱۰ لے کر وہ دور سے
 عجب انداز سے نکلا۔ تو سنا ہوا پایا۔ کہ میں علی کئی آواز کا جب کوئی نہ سنا

گئی مٹی اور کام بھی ہو رہا کر کے آئی۔

تصور چنبیلی۔ اس سے تو دنیا بھر کی باتیں سن لو اور کچھ نہیں۔

چنبیلی۔ اے بی ابا تو میرے تھماڑ کا کانٹا ہو کر پڑ گئی ہیں۔ میں اب جا کر مزاج پر سما سکے آتی ہوں۔

تصور۔ اہا اہا اب تم پھر جا کر سوتے سے جکائیو۔ جو وہ تمہیں گھر کا رہنا بھی دشوار کر دیں۔

چنبیلی۔ اے تو میں بیروں گئی۔ میرے تو اب حواس منہل ہو گئے ہیں۔
نکوڑی منہ سے بات کچھ کہتی ہوں۔ نکلتی کچھ ہے۔

ماور نو جوان۔ اچھا تم جاؤ اپنا کام دیکھو۔

چنبیلی تو اٹھ کر باورچی خانہ میں چلا گئی۔ اور تصور گڑیاں بیکر جنوبی کمرے میں جا کر بیٹھنی اور سرور کی خاتم اور مرز کی خاتم میں باقیس ہونے لگیں۔

مرز کی خاتم۔ اندر رکھے اب تو سید کی حالت خشک معلوم ہوتی ہے۔

سرور کی خاتم۔ جی اہا اب ذرا آرام ہے۔ دیتہ بخار کی شکایت ختم ہے وہ بھی اندر کر لگا۔ توجلد دور ہو جائے گا۔

مرز کی خاتم۔ آپ نے حکیم واجد حسین جو لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔

انہیں بلایا ہوتا۔ اذری سجاد کی نفیس انکو دکھائی ہوتی۔ اگر کچھ مرض تشخیص میں

آتا تو بہتر تھا۔ یہ چو آئے دن پنڈا پیدکار ہوتا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے یہ

تذویک تو یہ ضرور مرض صہلک معلوم ہوتا ہے۔

سرور کی خاتم۔ اہا میرا ادوہ تھا۔ کئی دن سے کہیں آپ کو بدوا کر ان کو

دکھاؤں۔ لیکن میں نے سرخیال لکھید۔ خشائید کوئی مرض نہیں ہے۔ مروجہ سے

کہ سجاد کے باپ نے جو سپر تبس کی تھی۔ اسی دن سے اسکا پنڈا پیدکار بنے لگا۔

مرز کی خاتم۔ یہی آپ کی کیا باتیں ہیں۔ سررتا پاؤں اور سامنے

نکل آیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی برسوں کا میاں ہے

لیکن ابھی استنبابا ہی ہے۔ وزج کوئی ایسا پردہ ہوتا ہے جیسے

کہ آپ ہیں۔

عمرور سی خاتم۔ چھا کر تیار کیا یہ بخا خشی ہے۔ تو آج میں دایہ حسین صاحب
کو بلا چھا و حسین کو دکھلا دیں گے۔

شروزی خاتم۔ اسے چنبیلی فرما جا تو سمجھا کو بلال پس بیٹا سو چکے آپ
نیز پورما ہو گئی ہے۔

چنبیلی ساڑھ سے نو بجے سجاد کے پاس گئی۔ اور ہمارے نوچرا نکل خواب
سے بیدار کر کے ماں کے پاس بلالائی۔ ہمارے نوچرا نے ماور شفقہ کو
سلام کیا۔ اور نوچرا نے دعا کی مزاجی کی کہ بھیاں اب کیا حال ہے۔

نوچرا۔ فکر ہے۔ حضور۔ کل کی عنایت کا والد صاحب کا اثر میرے
دل پر تمام رات رہا ہے۔ ایک پل کر مجھے آرام نہیں ہے۔ اب بھی کچھ تکلیف
باقی ہے اسکا کسل وطن خد کر رہا ہے۔ سکول کا وقت ہو گیا۔ کھانا کھل جاتا ہوں
ماور نوچرا۔ اچھا میاں جاؤ گا کچھ رنج و فکر کی بات نہیں ہے۔ بیٹا میرے
دل پر بھی صد ہوا۔ پر میں کیا کر سکتی تھی۔ آگاہ شش کی۔ لیکن
ان کے ایک کارگر نہ ہوئی۔ میرے سانب چھاتی پر پھر گیا۔ پر مجھے خیال
ہی آتا ہے۔ کہ اسپتال بزرگ چھتوں کی اصلاح کیا سطل کہا جا کرتے ہیں
لیکن اب میں ان کو سمجھا دوں گا۔ امید ہے وہ سمجھ لیں۔ بیٹے کی بات
نہ کریں گے۔

سجاد سے نوچرا نے کھانا کھایا۔ اور کتابیں لے کر سکول کو روانہ
ہو گیا۔ اور اپنے راز دل اصغر علی سے ملا۔

اصغر علی۔ اسے چنبیلی کہیے۔ خالو سب کا تو سامنا نہیں ہوا۔ جیب
کمرے میں نکلا تھا۔ تو وہ کچھ دوا لینے کو آئے تھے۔ کو تھری میں تلاش
کر رہے تھے۔ میں فوراً ہما دیکھ پاؤں بلہ چلا آیا۔

نوچرا۔ پیارے دوست کچھ مصالحتہ نہیں۔ تم اب خیال رکھنا غایک و دل
صاحب سکول میں آئیں۔ تو میرے کسی سے خبر نہ کرادینا۔ میم صاحب کے
پاس جاتا ہوں۔ کیونکہ ان کی یاد نے بھلا دیا نہ بنا رکھا ہے۔

اصغر علی۔ میں تو موت جاتے کے لئے اجازت نہیں دے سکتا۔

نوجوان۔ بھئی میں تم سے عرصہ کرتا ہوں۔ میں جاؤنگا۔ آخر یہ خیال ہے
 تاکہ کہیں والد صاحب کو کہیں خبر نہ ہو جائے۔ اور وہ بدگمان نہ ہو جائیں۔ اور
 مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ تو مشتاق یہ ہو گا۔ ایک دن ہو گا کہ آگ تلوں سے مل گئی
 اچھے پیارے محسن میں جاتا ہوں۔ جو کہا ہے اسکا خیال رہے اسکی کاؤن کان خبر نہ ہو
 اصغر علی۔ ارمان تہا رہا عقل کہاں ہے۔ ڈر کا عقل کے ماضی لو اگر یہ کچا
 چپٹا کسی کے گوش گذر ہو گیا۔ تو آپ کہیں مہر دکھانے قابل نہ رہیں گے۔

نوجوان۔ اگر آپ کی رائے اس وقت جائز ٹھیک مانع ہے۔ تو بھیجے میں نہیں جاتا
 ہمارا نوجوان چہ سکینہ تک ساکت میسر کتاب دلوں پر رکھے ہو چلا دل سے
 باہر کرتا رہا۔ اس نے میں چھٹی کی کھیتی مہر نے شن شن بھائی شہر علی سکول میں
 ایک پہل پہل چھ گھنٹہ لڑ کے اوچھلے کودتے اپنے گھر ونگو جانے لے آپس میں
 مذاق ہونے لگا۔ ہمارا دوست بھی مایہ سادہ حالت میں اپنے ولی رشتہ کے
 گھر ہی میں ماحقہ میں ماحقہ دے گئے گھر کو روانہ ہو گیا۔ اصغر علی نے بھی آج
 بیکرا اپنے گھر کی راہ لی۔ ہمارے نوجوان نے مکا پھر پہونچ کر کتابیں میز پر ڈال
 دیں۔ اور کسی خیال میں کچھ ایسا مستغرق ہو گیا۔ کہ دنیا ماحقہ کی خبر نہ رہی۔
 ہمارا جبین تصور نے سواب غفلت سے ہوشیار کیا۔

تصور۔ بھائی جان آپا چپا کیوں ہیں۔ تعیب ثمنان کیسی طبیعت ہے
 نوجوان۔ کچھ نہیں ڈر کا اس وقت سکول سے آ رہا ہوں۔ طبیعت کسٹند
 ہو گئی ہے۔ اسوجہ سے آرام کرنے کو پینک پر لیٹ رہا ہوں۔ والد کا
 فضل ہے۔ اور کوئی شکایت نہیں ہے۔

تصور۔ بھائی جان اچھا جان فرمائی ہیں۔ کہ کمانا تیار ہے
 سچا و حبیب۔ اچھا میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ تم اچھا جان سے کہہ دو۔
 کہ بھائی جان آتے ہیں۔ کھانا دسترخوان پر چنے گا۔

ہمارے نوجوان نے ایک مدت کے بعد اپنی پیاری اماں کے پاس
 بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔ اور کپڑے وغیرہ سے درست ہو۔ حکیم صاحب سے
 گھر کا ہار کر کے ہم صاحب کے پاس روانہ ہو گیا۔

میم صاحب اس وقت بیکار تھے اور کسی پر کسی کی
انتخاب میں بیگل پڑھا تھا۔ کادھمہ اختیار ہی میں اور بار بار یہ شعر پڑھتی

ایک ٹوپی داغ فرقت دوسری دلخوش
ان باؤں نے جھگی جان کیو تو کر دیکھئے
اسی خیال میں بیمار کا میم صاحب محو تھیں۔ تو جوان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھ کر
کسی پر سے اٹھ کر بڑے تپاک سے ماتھے میں ماتھے لئے اسپینک روم میں
لے گئیں۔ اسی اتنا میں اصغر علی بھی آگیا۔ میم صاحب نے بڑے
اشتیاق کے ساتھ ماتھے ملا یا۔ اور اپنے برابر والی کر سکی پریشانی کو اٹھ رہا کیا۔
میم صاحب۔ اصغر علی صاحب ہم آپ کے احسان کا شکریہ دل سے
کرتے ہیں۔

اصغر علی۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ بلکہ میں معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ بابو کی وجہ
سے آپ نے چار گھنٹہ صدمہ جدائی کی تکلیف اٹھائی۔ اور مجھے اس
بات کا بڑا انداز ہے۔ کہ میم سے بددوست نہ ہو سکا
میم صاحب۔ نہیں نہیں ہمسو اے اس بات کے کچھ حواش نہ مت
کہ تمہارا کلاس فیلو ہمارے سامنے آ جائے۔ وہ بات تمہاری کوشش سے ہو
میں اسکا نہایت احسان مند ہے۔

اصغر علی سے لڑ جوان نے بھی شکرا دیا۔ اور کہا۔ میم صاحب تم کو ہر گز اتنی
خوشی نہیں ہوئی۔ جتنی میم کو ہوتا چاہیے تھی۔

اصغر علی۔ کئی روز سے میم صاحب سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ بہت طبیعت
دیکھنے کو چاہتی تھی۔ اب میں آپ لوگوں سے نہایت ادب سے عرض کرتا
ہوں۔ کہ ہم کو سنت ایک کام کی ضرورت تھی۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں۔
تو میں اسکو جا کر اجازت دوں۔ لیکن بددوست نہ ہوئی۔

میم صاحب۔ دل اصغر علی اگر تمہارا کچھ ہرج ہوتا ہے۔ تو تم شوق سے چلا
جاؤ۔ ہم خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔

اصغر علی سلام کر کے باہر کمرے سے چلا آیا۔ اور میم صاحب کی بازوؤں کا

سلسلہ پھر یوں چمڑا۔

میم صاحب۔ باوجود آج تو تمہارا فلور سے کچھ بات چیت نہ ہو۔

نوجوان۔ آج تو میں نے ان کی صورت تک نہ دیکھی سکول گیا تو ایک کام میں مشغول تھے۔ میں فوراً باہر چلا آیا۔ جیسے سکول سے چھٹی ملی تھی وہاں اندر کے کتے میں رکھ دیں۔ اور سورا۔ پیار کی میم صاحب میں انکی صرف عرت ہی کرتا ہوں ورنہ میں ان کا کچھ کہتا ہوں۔ ہاں یہ حال میں ایسا ابھی آپ سے کہنے والا ہوں۔ اسوقت آپ کو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا

میم صاحب۔ پیارے بابو تو کیا تم اپنے گھر باہر نکل نہیں جاتا ہے۔

نوجوان۔ جی ہاں میں صرف کتے میں گھر میں بھجوا دیتا ہوں۔ اور آپ کے پاس چلا آتا ہوں۔ یہاں سے جا کر اسٹریٹ اپنے کمرے میں بیٹھ جاتا ہوں وہیں سے کھانا منگوا لیتا ہوں۔ اور باہر ہی مطالعہ دیکھتا رہتا ہوں۔ عرض آپ سے جو وعدہ ہے۔ فوراً چلا آیا۔ میرا دل قطعی ان سے بات کرنے کو نہیں چاہتا۔ مجھ کو سوائے اس کے کوئی اور خواہش نہیں۔ کہ تم پیش نظر ہو ہمارے نوجوان نے ایک بوسہ پیارے پیارے دھنار کلمے لیا۔ میم صاحب نے بھی جوان کے لب زبانی کا ایک بوسہ لیا۔ اور اپنے مہینے سے جوان کو لگایا۔ اور ایک ٹنڈی سا تس بھری۔ نوجوان نے بھی بے تکلف اختلاط شروع کیا میم صاحب کے چہرہ پر جرجورگی۔ تو انکھیں سرخ پائیں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے ستہ چھپا لیا۔ اور محبت کا جوش نوجوان کے دلیں اب موجزن ہوا کہ اپنا پائیں اتھ میم صاحب کے سر کے نیچے رکھا۔ اور میم صاحب کے دہنے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے مطلوب کو خوب قبضہ میں کر کے لب زبانی لگیں۔

یہ سے لے کر۔ میم صاحب فخر فخر کا پیشہ لگیں۔ اور پانی پانی ہر گھنٹے۔

سین بھی قابل دید محبت۔ بد کو اپنی آرام جان کو ہند کر کے اس کے رشتہ دار کا عرق یہ چھپا۔ اور ہوا دینا شروع کی۔ میم صاحب نے انکے میں کھول دیں۔

نوجوان کو پاس بیٹھا کر اور اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

نوجوان۔ ڈیر۔ کیوں کیا ہے۔ پیار کیا تو یہی تو شروع ہے۔ جان ہر روز

میرے قبضہ میں نہیں ہے۔

میم صاحب۔ دیکھو اب تمکو ہمدرد خیال دو چند ہوتا چاہیے۔ ہم تمہاری کم عمری سے نہایت اندیشہ میں پڑا رہتا ہے۔

نوجوان۔ میں بالکل آپ کے اس فقرہ کا کچھ مطلب نہیں سمجھا۔

میم صاحب۔ پیارے اسی بات کا کہ تم کو کسی عورت کا محبت پڑ جائے اور ہم ہمیشہ انش فرقت سے جتنا رہا۔ اور تم ہیکو اپنی نگاہ سے گراؤ۔

نوجوان۔ دشکر ہے اور چندو سے اب شرین کے ایک وزیر خزانہ کرے کہ سکر میری محبت کا آزار عیدین پڑے۔ پیار کا دہن شاید تمکو ابھی تک میری محبت

کا حال نہیں معلوم میرا تو یہ قول ہے۔

میں یہ نہیں ہوں کہ چہ بہت سے میرا دل پھر جائے۔ پھر دل میں تجھ سے تو میرے میرا خدا پھر جائے

مجھ کو اپنے خداوند کریم کا رماڑ سے امید واتی ہے۔ کہ میری تمام آرزوئیں

پوری ہونگی۔ اس وقت تم نے دیکھ لیا۔ کہ میں کسی خاص وجہ سے محبت

نہیں رکھتا ہوں۔ ورنہ کوئی امر او اپنی حالت کو ایسے عازم وقت میں

فصل میرے سبیل کر اس گناہ سے نہیں بچ سکتا۔

میم صاحب۔ بیشک تمہارا بیان بالکل سچا ہے۔ اور خدا تمکو ہمیشہ سچا کرے۔

نوجوان۔ ذریعہ سوئیں یا نہیں۔

میم صاحب۔ باور ہم بالکل نہ سویا۔ ہیکو اس وقت نیندا تا ہے۔

نوجوان۔ پیار کا دہن تمکو اس وقت سو رہنا چاہیے۔ اس وقت تمہاری

رنگت بھانڈو رہ رہی ہے۔ لائیے میں آپ کے پاؤں چابی کروں۔

میم صاحب نے فورا ہمارے نوجوان کی دہن کلاکیاں پکڑ کر کہا۔

پیارے باور دیکھو تمکو یہ کام ہرگز ملا سب نہیں۔

اب اس وقت موقع اور ہے۔ جو تم نے ہم سے وعدہ کیا وقت۔ بیان

کر۔ میں دلہا جان سے مننے کو مستعد ہوں۔

نوجوان نے گریہ کرتے ہوئے کہا کہ تم مر گیا۔

پندرہواں باب

سرگزشت

نوجوان - پیاری دین کیا عرض کروں - وہ دردناک بیان تمہارے بھیجے
دل کو دکھا دے گا۔

میم صاحب - پیارے بابو تم شوق سے بیان کرو - ہلکے اس حال
کے سننے کا بہت شوق ہے۔

نوجوان - بہت اچھا میم صاحب بیٹے - میری ماں کی حبس و قفس نشاد سیا
ہوئی - تو اس وقت میرے باپ پچیس روپیہ کے میڈیکل کو توڑی شہر باندھ میں
تھے - اور حبس وقت کہ میں اپنی پیاری ماں تھے پیٹھ میں رہا تھا - تو والد کی ترقی
پانچ روپیہ ہوئی - پس والدہ کی تنخواہ میں روپیہ ہو کر مہتمم ہسپتال ہو کر بھانہ
پرگزشت باندھ لینا ہر گئے - اور والدہ صاحبہ کو چھوڑ گئے - اور والدہ ایسے
کلچرے اوڑھے کہ ایک آنکھ سے ملاقات ہو گئی - اور ایسے عاشق ہو گئے کہ تمام
تنخواہ اسی کنبوت کو دیدیا کرتے - اور بالائی آمدنی بھی اسی کا حق ہو گئی - والد
صاحب نے ایک مہینہ باندھ کر روانہ نہ کیا - خط و کتابت کا جواب بھی ممدارو
ہر چند میری امما صاحبہ نے خیر قسط کئے اور تاکید کی - لیکن کون سنتا تھا
آخر میم ہو کر جو سرمایہ تھا - اسکو فروخت کر کے بہنارتنگی و جالفتالی سے
گذر گیا - اور قلمت کی یہاں تک ذیت تھی - کہ جیب میں بد لغیب پیدا ہوا
اسے اس دن تو والدہ کے پاس صرف انگشتی تھی - ایک فروخت کر کے
ایسے مبارک دن کا خرچ کیا گیا - اور والد صاحب کو میری پیدا کیس کی
خیر کی گئی - مگر بہنوں نے سبب نا خوشی طوائف مذکور ایک مہینہ روانہ نہ کیا
اور نہ جو قلمتیں آوری فرمائی - یہ میں اب بھی حذر نہ کر سکتا ہوں - کہ
والد صاحب کو میری پیدائش کی چند ان خوشی نہ ہوئی - جب میری پیاری والدہ صاحبہ
خاتہ کشی کی تاب نہ لاسکی - اور میں بھی سبب نہ ہونے وہ صدمہ کے لاغر و زہرہ کیا

تو اسی نظرباغ میں ایک گراں صاحب بہادر شمش جج رہتے تھے۔ نہایت
رحمدل۔ رئیس اور شریف آدمی طبع خیر۔ میم صاحب میں صاحب کی کسب و کسب
کروں۔ سارا باندہ صاحب بہادر کی غلامیوں سے واقف ہے۔ انکو
والدہ ماجدہ نے ایک عرضی اپنی تمام مصیبت کی لکھ کر دیکھی یہ رحمدل تو تھے۔
ان پر اس عرضی کا اثر آخر چڑا۔ فوراً حکم نافذ فرمایا۔ کہ سالہ سے دریافت
کیا جائے۔ کہ بہادر والد کسی انگریز کا نوکر تھا یا کسی لاداب کا۔

میر کا والدہ نے لکھ بھیجا کہ انہوں نے نوکر کسی صاحب کی نہیں کی۔ مگر
حکمت کیا کرتے تھے۔ اور تمنا بھی پتہ نہ دے سکتے تھے۔ اور وہیں زمیندار سما بھی
تھی۔ اور ڈپٹی احمد حسین میرے رشتہ کے چچا بھی تھے۔ حیثیت صاحب نے
یہ داستان سنی۔ اسی وقت صاحب کا ملازم سمنڈ خان محمدار ساکن قشا بہا پور کا
تھا۔ اس نے بھی صاحب سے سفارش کی اور کہا کہ واقعی ان کا خاندان آدمی
عزت ہے۔ جس کیل کالیں نوکر تھا۔ وہ چلتے وقت مجھ کو آپ کے سپرد کر گیا تھا
انکو تشک ہوئی۔ اور سید مرحوم نے ان کا علاج کیل مرض کو بہانہ بنا کر
ہو گئی تھی۔ تمام ناخن گر گئے تھے۔ مگر مہرے روزناخوں پر پھیلی آگئی۔
صاحب اثر ان کے گھر جایا کرتے اور نیز میں بھی اپنے صاحب کے ہمراہ
رہا۔ میری اچھی میم صاحب غرض میری کامیابی کی عرضی پر صاحب نے حکم دیا
کہ ہم چار تار سب اس کا جواب دے گا۔ جیتا توخ حکم آئی۔ تو میری والدہ کو کسی
سولہ روپے دیے۔ اور کہا کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر تھے اس لئے کے باپ
کی تنخواہ کاٹ کر باری چھٹا پر بھیجا ہے۔ اور یہ دس روپیہ کرنل صاحب کی طرف
سے ہے۔ پتہ اسکو دلائی لکھا تھا۔ اگر حکیم کا بچہ تباہی کے صہب میں عورت لکھا
رہا ہے۔ یا غریب ہے۔ تو تم دس روپیہ ماہوار اسکو دوہم مقرر کرتا ہے
لیکن مجھ کو لکھی صاحب نے روپیہ دینے کے قبل اپنی گودھی میں سے پیا تھا۔ یعنی
جھینٹے بنا لیا تھا۔ اور مجھ سے پیار کی باتیں کرتے میں مشغول رہا کرتے میں
بھی ان ہوں کرتا تھا۔ اور صاحب کی گودھی سے روپیہ کر لکھا تھا۔ صاحب سے
وقت مجھ کو گودھی میں لیا کرتا تھا۔ تو مکمل کھلا کر دو دوں ۱۰ خوں سے صاحب

کی صورت سی پکڑ لیا کرتا۔ اور شہنا۔ صاحب کو پہاں تک مہم سے پیار آیا۔ کہ
 اس آدمی سے کہا۔ کہ تم جادو اور یہ روپیہ اس لڑکے کی ماں کو دے دینا
 اور اس باپ کو لوگ کو تم مہم ویدو۔ ہم اسکو اپنی فرزند سی میں لیتا ہے۔
 پس قیصر جو وقت وہ آدمی خالی گود آیا۔ اور روپیہ دیکر وہ جلد بیان کیا جو صاحب
 نے فرمایا تھا۔ ان اس وقت والدہ کا جگر پھٹ گیا۔ اور مٹا روئے لگیں۔
 بلکہ کی عورتیں آئیں اور روئے سے برقت تمام منع کیا۔ اور سی کی آخر بھور سی والدہ
 سے اس امر کو قبول کیا۔ کیوں میم صاحب میری والدہ کی کیا حالت ہو گی۔ حیرت
 اس نے اس شخص کو خالی کا دھڑا دکھایا ہو گا۔ حزن اور سی نے جوش مارا ہو گا
 صاحب نے اس وقت ایک کا غذا اس معنوں کا لکھا۔ کہ اس لڑکے کو میں
 بہ تندرستی ہوش و حواس اپنی فرزند سی میں لیتا ہوں۔ بعد میرے میری جائیداد کا
 مالک یہ لڑکا ہو گا۔ سکول گھر سرکار کی طرف سے جایا کرے اور میری لڑکی کا کیونتی
 لڑکی سی پائے۔ جس نگرین کی لڑکی مانگے۔ وہ میرے خاندان پر مہربانی فرما کر
 اسے اپنی لڑکی دے۔ اور دوسروں روپیہ ماہوار سی میری پرورش کے واسطے
 مقرر کئے۔ آٹھ نوکر صرف میرے کھیلنے اور دل بہلانے کے واسطے رکھے گئے۔
 اور قتلواہ سبب کی صاحب ہی دیا کرتے تھے۔ بل صاحب کی اور سپر نڈنٹ ست
 صاحب کی میوں کے صاحب نے فرمایا۔ کہ تم وہ دھڑاؤ۔ میں روڑاؤ۔ اور
 صاحب بہادر کی خوشی کی وجہ سے مجھے گود سی میں لئے پھرتی تھیں۔ اور کرکٹش
 کیا کرتی تھیں۔ کہ مہم کو وہ دھڑا پلائیں۔ لیکن میں نے سوائے اپنی ماں کے دوسری
 عورت کا درد دھڑ نہیں پایا۔ تمام باندہ اس حال سے واقف ہے۔ ہمدار پیہ
 کہہ تے میرے کھیلنے کے لئے فلکتہ سے تنگو اے جاتے تھے۔ میں صبح سے
 دس گیارہ بجے رات تک صاحب کے رما کرتے تھے اور میں روتا۔ صاحب
 ڈرا آیا سے ہاتھ مہم کو والدہ کے پاس بھجوا دیے۔

میم صاحب پھر۔

ابا دوسروں روپیہ ماہوار سی کی آمدنی مہر نے لگی۔ علاوہ زمین صاحب
 بہت کچھ پرورش فرماتے تھے۔ دتتا دتتا میہ کرتے ہیں روپیہ باندہ والدہ کو بھجوتے

صاحب اسکی عورت سے بیستین سال گذرے تو سیم صاحب نے میکر ولایت بھیجتا
 چلا۔ اسکی جان سے اسکو غلط نہ کیا۔ صاحب کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا تھا کہ
 جو دوسروں پریم ماہوار مقرر کیا تھا وہ بھی یکدم بند کر دیا۔ اور سخت پیرحمی سے برتاؤ
 کیا۔ انوس والدہ کے پاس جو تحریر صاحب کی تھی۔ وہ جو بیٹے قسمت سے اور اسکی
 صاحب کی یہ اعتنائی سے جاتی رہی۔ کیونکہ پیار کا دین میری خزانہ اول سے
 میرے والدین کی ذات سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور نہ آج تک کوئی مقولہ
 ملکیا ہوتا۔ کیونکہ صاحب پرے عالی خاندان کی تیرہ آدمی تھے۔ انکی تمام اولادیں
 عزت کرتے تھے۔ اور تیرہ سے کہ اسکی بیوی خاص مہارے قیصر ہند کی ایک
 جلیل القدر مصائب تھیں۔ انہیں ابام میں میرے والد شہر کے کوٹوال ہوئے
 لیکن میری والدہ سے تیسرا قصہ رہا۔ حالانکہ میری ساری چاہت تھی۔ اور اپنی اول
 بے حیائی کی معافی چاہتے تھے۔ لیکن میری والدہ ایک شریف النفس عورت تھی۔
 انہوں نے نہ ہرگز نہ چاہا۔ اور انکا دل کسی طرح صاف نہ ہوا۔ ایسا نہ ان میری والدہ سے
 رسائی ہو گئی۔ اسے انوس میری شہر چار سال کی ہونے پائی تھی۔ کہ میری امیدوں
 پر ناامید می کا پائی پھر گیا۔ یعنی صاحب کو ایک ظالم نے اسی عمار قتل کلکٹر نے ایک
 یورپیوں مولد عورتوں سے ملکر زہر دوا دیا۔ سیم صاحب انوس ہے آپ خود اندازہ کر
 سکتے ہیں۔ کہ میرے دلیر صاحب کے مرنے کا کیا حدہ گذرا ہوگا۔ انوس تل ان
 دیا م کے اگر ہوش نہ نا تو گذر اور کلکٹر وہ لوں کو ایک پتیل سے مار کر اپنے آتش
 کو فرو کرتا۔ اور اپنے قادر کا بدلہ لیتا۔ لیکن ایسا کرنے تھا۔ کہ میری بلیسی
 پر رحم کھاتا۔ اور میرے صاحب کو موت کے زبردست امتوں سے بچاتا۔
 یہ خبر جب لندن پہنچی۔ صاحب کے ایک چھوٹے بھائی آئے۔ اور ان
 یہ وجہ بیان کرنا قبول کیا۔ کہ صاحب موضع پرو کو خریدنے والے تھے۔ اور اسکو
 میرے ہی نام سے لینے والے تھے۔ اور انکا یہ ارادہ تھا۔ کہ جب سے صاحب
 وہ دوسروں پریم ماہوار جو مجھے دیا کرتے تھے ہو بند کیا تھا۔ یہاں تک انکا ارادہ
 نہ ختم ہوا۔ کہ ستمناشیں ہزاروں پریم کے لڑتے صاحب نے خرید کر رکھے تھے
 میری قسمت نے ایک بلی بلی کو چیلن پر تہ چھوڑا۔ یکدم ان کا سایہ میرے سر سے اٹھایا

خیر جو وقت صاحب کے بھائی آئے تو میری والدہ نے کہا کہ کل چیزوں کا بیرو
صاحب کی جائیداد ولایت میں ہے اسکا بھی مالک ہے چند آدمیوں نے اس کام
کی تائید بھی کی۔ کوئی تحریر کا ثبوت والدہ کے پاس نہ تھا۔ جس میں
اس اثاثہ مالیت پر قابض رہتا۔ وہ جائیداد میرے ماتحت آئی۔ پس
زور فقرو صاحب کے بھائی کیلئے۔ اور میری کرسی منظم۔ گھوڑا گاڑیاں وغیرہ خنبہ والی انبیاب
وہاں تھا۔ وہ سب مجھ کو دیدیا۔ چنانچہ یہ گھر ٹا اہل حق میرے پاس ہے۔
یہ خاص صاحب کے سوار ہو نیک ہے۔ کچھ عورتوں کی بھی جائیداد صاحب نے خریدی
تھی جسکو والد صاحب میرے سن قیصر پہنچنے سے قبل عیاشی کی نظر کر چکے
جو وقت صاحب کا انتقال ہوا تو میرے والد کے پاس گیارہ ہزار چھ سو
روپیہ کا زیور طلائی و نقرشی تھا۔ اب پانچ سال سے میرے والد نے ملازمت
ترک کر دی ہے ایک شاہ صاحب کا خرید ہوئے انہوں نے اپنا خلیفہ کیا اب اگر تین تین
ہو دیکھتے۔ میں چھپٹوں سے یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ یہ جو کچھ ہے میرا ہے اور
خاص مالک اس جائیداد کا میں ہوں۔ نہایت آوازوں کی سے لبرادرات کرتا
ہاں میری رائے میں کوئی داخل نہیں ہوتا۔ لیکن والد صاحب نے آج یہ بنا ظلم مجھ
کیا۔ اگر میری تعلیم میں کوشش کرتے اور ہمیشہ مجھ کو تاملیم الفاظ و روشنی سے
کہا کرتے تو آج بھی میں اس ظلم کو برداشت کرتا۔ حالانکہ آج میرے دل سے نکلا کہ
وہ الفاظ لب پر آیا ہی چاہتے تھے۔ کہ میری حیاتیات دوڑ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا
اور کہا کہ خبردار ایسا نہ ہو کہ کوئی غلط الفاظ لاسنٹی زبان سے نکلے۔ کہ نہت سچ جانتے
تو آدموں کے بیچ جنت ہے۔ پیاری نیم صاحب اگر میں یہ کہہ سنا تو والد اس قدر
غیر سے روپے نہ ہوتے۔ نیز تمہاری یاد نامی کا خیال منع ہوا۔ صبح بھر اُن سے
مقابلہ ہے۔ اور میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ اب میں جواب ترا کے کے دوں گا
تم سے مجھ کو اس وقت ہر طرح کا اطمینان ہو گیا خدا تم کو ہمہ پر الی ہی مہربان
رکھے۔ میں دانے کے پھر جاتے کا کچھ اندیشہ نہیں کرتا البتہ تمہاری
تشویش کی لپٹ میں چلا تا ہوں۔ اب نیم صاحب تمہاری خوشنویسی سے
تمہارے رنج سے رنجیدہ بننا آج تمہاری صورت دیکھ کر ہلے دوچند

رج پنہا۔ اور کھلی ہے۔ اعتنائیاں بھی یاد آئیں۔
 میم صاحب۔ بیشک بابو متھارا نادل پڑا حسرت ناک اور تایل اسٹو میں
 ہے ہم پر رنج و اسٹو میں ہوا کہ متھارا فادر متھارے ساتھ قیروں سمجھی
 پڑا و کرے اسٹو میں دنیا کا لہر سفید ہو گیا۔

سجھا و حسین۔ مجھے اسکی تو اصلاح پر وہ نہیں کہ میری صی سے برتاؤ کریں۔
 یا ترمی سے میرے و ککو ملائیم بنائیش میرے و ککو تو اپنے آپکی محبت نے دیوہ
 بنا رکھا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میرے دلپر کشتی تازہ آفت آینوالی
 ہے۔ کہ یہ ایک دم کو مجھے قرار نہیں دیتا۔ کاش میں آپکی پیار کا صورت
 اسروز امتیش پر نہ دیکھتا۔ تو میری کیوں حالت ہوتی۔

میم صاحب۔ پیار سے یاد کیا کوئی لیشہ دنیا کے پر وہ پر الیا بھی ہو گا۔
 جو اپنی زندگی کا باقی حصہ آزادی کے ساتھ گزارتا ہو۔ تو میری تم تو اپنے خدا
 سے بہت ڈرتا ہے۔ کیونکہ ہم کو یہ خیال ہے۔ کہ کوئی کیے اعتدالی نہ ہو
 پائے کہ ہم اسکے ملتے رو دحشر شرمندہ کھڑا ہو۔

سجھا و حسین۔ میری پیاری صی ہم تو مرے جاتے ہیں۔
 میم صاحب۔ میرے اپنے سیر تم ہی سوچو یہ ملک بیٹھے ہے اپر کیرنگ
 نہیں دسترس ہو سکتا ہے۔ ممکو یہ بات ہرگز منظور نہیں کہ میں اسے
 وہیں نصرت کو معافیات سے آوہ کر دوں۔ گو میں ایک یورہ میں لیڈ سما ہوں
 مگر ممکو اس بات کا بڑا خیال ہے کیونکہ ممکو لکڑا اپنے پیارے گاؤ کے ملتے
 جانا ہے۔ البتہ میرے دلپر آپکی اثر کرینوالی محبت اثر کر چکی ہے۔ اور بیشک تم
 میرے دل کے مالک بن سکتی ہو تم سوچو اگر میری مصمت پر کوئی و صعب آیا
 تو میں تو کہیں نہ دکھائیگی نہ رہو گی گو میں مسیح برن کی عورت ہوں۔ لیکن مجھ
 کو غم و حیا اس سے زیادہ ہے۔ یہ میں ضرور جانتی ہوں۔ کہ تو آزاد و غیر
 مردان سے ڈنکے کی چٹ پکھرے اڑائی میں اور کوئی مانتے نہیں ہوتا۔

سجھا و حسین۔ افسانہ جادو ہے قرار ولی کیونکہ تمکین ہو سکتا ہے
 میم صاحب۔ بابو ہم اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

میم صاحب نے یہ جملہ ختم کیا تھا۔ کہ مرغ سحر کی آواز مکان میں آئی
 دو روز طالب و مطلوب کا رنگ فق ہو گیا۔ سنا پر ہوا کیاں اڑنے لگیں۔ زوجہ
 نے جلدی سے گھر کا میز پر سے افکار دیکھی اور کہا۔ ایتھوس پیارے
 ساتھ اس تلک نیلگوں نے نبض باندھا کہ ابھی ختم ہوئی۔ اور ابھی صبح ہو گئی۔
 میم صاحب۔ کیا اتنی صبح ہو گئی۔ ابھی بہت اندھیرا باقی ہے۔
 سچا و حسین۔ کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔ یہ میں پیار کا ایک قہقہہ کی
 دلیل ہے۔ جسوقت شب کو آپ نے مجھ کو اس پتنگ پر بہت اپنے
 سینہ کی طرف کھینچا تھا۔ تو اس وقت میں یہ خمر پڑھا تھا۔
 بیکھونہ مجھے پیار کی چیز سے کہہ رہے گردن سے ہاتھ نہ کوئی آئے
 اچھا ذرا آؤ۔ اب نگلے سے تو بچاؤ۔ اب کوئی دم میں تلک مجھ
 کو تم سے جدا کرے گا۔

میم صاحب۔ کیا سچ صبح ہو گئی۔ اومائی کا ڈینک سرد ہوا اور
 چاروں کا زون صبح کے اشار نمایاں کرتا ہے۔ لیکن آج کے موافق رات
 مجھے کبھی اب چھوٹا نہیں دیکھا۔

سچا و حسین۔ میں دیکھے تلک کیا کیا دیکھا ہے۔ میبت کی گھڑی
 اس دم ہے۔ لیکن پیاری تم آج پریشان نہ نہنا داس مجھ سے کسی
 طرح زیادہ مکان پر نہیں متہرکتا۔ ورت مجھ کو بڑی بے تابی ہو گی۔ میں
 آپ سے آکر دن میں رہتا ہوں۔

خاتون نے میز پر دو تلیں وغیرہ رکھ دیں۔ اور چھوٹی حاضری دو تلیں
 عاشق و مشتاق نے کھانا اور ایک دوسرے سے مل کر اپنے اپنے
 ہونے انور کو کھنک ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ چلتے وقت ہمارے
 امیر نے کوئی مزید بیک کی طرف حسرت دیا اس کے ساتھ دیکھا اور ہم صاحب
 کو بارہوی سے پہنچا جائے گا۔ دیکھتے دیکھتے حال دیکھ کر لالچ آگئی اور
 انش عبت بھڑک اٹھی اور اوپر میم صاحب جھگڑ کر بیٹھ گئیں۔ اور ترچے
 جانا۔ انہوں نے قرار دیا کہ اسے کراچا جاتا تھا۔ کہ آج میں اسکا دوست

میں
 قاتل

میں
 ذات

ذاتی
 صورت

سکا
 ندا

نہ ہونے

پر کھنک

سے

پوں

ملح

تم

آیا

میر

دیکھ

حزرت شیدہ - نہیں بھائی اب مجھ سے جی ۵ نہ ہو گا۔
 سچا و حسین بنشی صاحبِ خرد اپنا ایک خزانے دو بر بھی بیان فرمائیے۔ تاکہ
 انکو بھی دلچسپی حاصل ہو۔ اور عورت کا وفا مہم ہو۔ یہ حضرت عورت کی محبت
 سے قائل نہیں۔ حقیقت میں دیکھئے۔ لو کامنی بانی کیسی بامروت عورت
 مسمیٰ۔ کیب تکام کر گئی۔ گویا میں دنیا میں کیسی نظیر اپنی چھوڑ گئی۔ ایک تو کبریٰ خانم
 توہم کھا کر مکہ میں مری۔ جنکی شہزادی زہر عشق مرزا شوق کے نصیحت فرمائی ہے۔
 دوسری کامنی بانی ہے جس نے اپنے ماتحتوں سے اپنی آرزو کا خون کر کے اس پر نہایت
 کاپانی پھیر دیا۔ راج اسکا صفحہ دنیا پر شہرہ ہو رہا ہے۔ یوں تو ہم قصہ جات
 نادر وغیرہ میں اس کے دن دیکھا کئے لیکن کدیا و دوناک داستان کوئی نہ دیکھی۔

سوطھواں باب

نیا عشق

جان دیتے ہیں عبت عاشق شیدا انہر
 ہندوستان میں سر ادا باد بھی ایک ایسی جگہ پر تھا میں آبا و ہے۔ کہ میں کی قطع ہدی
 آنکھ نہیں کبھی جاتی ہے ہر ادا اپنی حویلی پر لکھ لکھ ناز کر رہا ہے۔ بازار کی
 آرائش و دیالش پر جان لاتی جاتی ہے۔ پتہ دروں کی دھوم بوج رہا ہے
 لکھنی کا کام بڑھا صفت سے کر رہے ہیں۔ گویا برتنوں کو انہوں نے دوا میں
 بنا دیا ہے۔ اخباروں کی بیباں سے بھر رہا ہے پیکر عظیم الیاسی دھوم سے نکل
 رہا ہے۔ اسکے باقیہ مضامین دل میں چٹکیاں پیتے ہیں۔ دنیق پنج و فخر
 عالم کی پہلی سالگرہ ہے۔ اسکے ہر صفحہ پر منق کا پہلو نکلتا ہے۔ حقو مافض کے
 وقت دفتر ایم۔ اسے رشید کیل کے ساتھ تو عجب سامان نظر آتا ہے۔ حرم بھی
 رنجان اعتر میں لے لچھل قدمی کر رہے ہیں جیسینوں کا جبرمٹ اپنا اڑکھا

حسن و کھنکھار اپنے عاشق کو الہ شیدا بناتے ہیں۔ اور محمد محمود خاں صاحب
توشنویس کا گورسی گورسی انگلیوں کی لکھی ہوئی دستبندیاں دیکھ جا رہا ہیں۔
اور کوئی فرض ہو کر کہتا ہے کہ بھائی جان دیکھو تو یہ وصلی کشتی عمدہ کبھی تھی۔ گریا
اس میں تو خوشنویس نے جانی والد کا سے کوئی اپنے عاشق سے عمدہ عمدہ
ریشیں کپڑے مزید کر دیا ہے۔ کوئی گلہ سے چہریاں اپنے عاشق سے خریدوا
کر سامنے کو حاتما دیکھا لائی پڑتا ہے۔ کوئی سامنے والی دوکان پر بیٹھا پسین
مذاق کرتا دیکھا لائی دیتا ہے۔ اس وقت سامنے چوک بھی پر فترا ساقی نظر آتا
ہے۔ ہمارے شفق توشنوی محمد عبد الرشید صاحب ایم۔ اے کے

دوکان پھر ایک تار پٹوں کا بنگٹ لگا رہتا ہے۔ یہ وہ کمالی تمام بازار
کی جان اگر کہا جائے تو زیب ہے۔ اسکی خوبی دیکھنے پر مبنی ہے۔
اس وقت ہم سامنے والی شکر پر چند قدم بڑھ کر ایک گلی میں
چلتے ہیں۔ اور اسکی دہائی جانب پر ہم ایک تار پٹوں کی ایک زونک غزل مین کرتا پاتیں
مہی نادین۔ کیوں پیار سے اعجاز جیسی کیا اب تم میلو کوئی سولی عورت
تصور کرتے ہو۔ نہیں میں اس وقت جو تم سے کہہ رہا ہوں۔ اس سے دو چند
کر لڑ رہی تگی۔ اب تم میلو کی اپنی تڑپاؤ گے۔ یا میرے کھوسے ہوئے دل
کی کچھ شفی بھی کر دے

اعجاز حسین۔ مان مان۔ بیٹیک کا منی بائی مجھ کو تم سے یہاں امید ہے
میں پیار کیا یہ سوچ میں اب کر کے دہائے لوگوں کو کیا نہ دیکھا ہوں گا۔ اور
کیوں کر اپنی مان کے سامنے حادوں کا۔ اسے بہت میرے عزیزیت
کو میلو گلی اپنی نظروں میں پھر تصور کر لینگے۔

کامنی بائی۔ اہ تم کو میرے دل کا خیال نہیں۔ پیار سے اعجاز دیکھو اگر تم سے
مجھ میرے دل کا علاج ہو سکے تو کرو۔ تو میں یونہی دیکھتا ہوں پر امان چلی۔
اعجاز حسین۔ پیار کا کامنی دیکھو صبر کرو۔ میں کوئی حد نہ رکھتا ہوں۔
پیار کیا یہ کام تو کچھ سہ کا زانو تو ہے نہیں کہ نقصان میں کہ لڑوں۔
کامنی بائی۔ میں اپنا سہا بندہ دیکھ کر کیا ہے۔

اعجاز حسین۔ یہ درست ہے پر منکر کو بھی تو اپنا خیال کرنا چاہیے ورنہ خدا خواستہ کوئی ملکا
بدی ہو۔ تو میرے واسطے برا کما ہوگی۔

کامنی بابی۔ ماں ماں آپ سوچئے۔ میں آپ کو حسرت دیتی ہوں۔ پیارے میں اسوج
سے زیادہ پریشان ہوتی ہوں۔ کہ میرا خیال جہاں تک جھکنا اور دیتا ہے۔ قہر
کس گھر کو جبراً دیکھ لیں گے لنگھاؤں پیارے تم کو اس وقت اسوج سے تکلیف دے لگی۔

اعجاز حسین۔ پیدل کا تمہارے ماں باپ تمہارے نسبت کیسے برے خیال کریں
گئے۔ کیا میں اور تم یہ کام کر کے پھر دنیا میں بھی رہنے کے قابل ہونگے۔ نہیں نہیں
ہرگز ہم بے حیا بنکر لوگوں کو نہ دکھائیں گے۔

کامنی بابی۔ ادب نہ مجھ کو اس کی پرواہ تو ذرا بھی نہیں ہے۔ کہ میرا حشر کیا
ہوگا۔ ماں ابہ آپ اپنی دور بینی سے کام لے لیں۔

اعجاز حسین۔ اچھا تو آپ جاپیں اور آج شب کو سات بجے تیار رہنا۔ میں
حتیٰ اوس کو تش کروں گا۔ اہم انکی باتیں سمجھیں۔ بتا دین ان وہ لڑائی کی کہیں
ہجاک جانے کی راہ سے قرار پائی ہے۔ اسے امنس پرورش اس گھر میں منہرنا
ایک لمحہ تا گوار نہ دینا ہے ات اسکا دل تو کسی نے آنکھوں میں چرا لیا ہے۔ جو یہ
یوں بیقرار ہے اور یہ حسینا جا کر اپنی پنکڑ کا پر کر لگتا۔ اسکی بھوٹی سند رہائی اس کے
کرہ میں آئی۔ اور اسکو آزدہ دیکھ کر گھر لگتا۔ او یوں گویا ہوئی۔

سندر بابی۔ پیاری کامنی آپ کا کیا مزاج ہے۔ پیاری اسقدر بیقرار کامنی
بے چین کیوں ہے۔ دشمنوں کے دل کا کیا حال ہے

کامنی بابی۔ کچھ نہیں ذرا طبیعت آجکل سست رہا کرتی ہے۔

سندر بابی۔ اے تو اتنا گھبراتی کیوں ہے۔ اتنا کیا وجہ۔

کامنی بابی۔ بہن مجھے کیا معلوم۔

سندر بابی۔ پیاری میں آؤ۔ ہم تم اس کرہ میں سب سے کرہ دل پہنچیں۔ تاکہ آپ کی
طبیعت کو تازگی پہنچے۔ کامنی بابی اس لڑکی کے کہنے سے امداد کر دے
کرہ میں چلی گئی۔ یہ دو لڑائی والیں بیٹھیں سبھی مذاق کرتی رہیں۔ لیکن کامنی بابی
کو دل نہ بہلا۔ لاکھ اس نے سہلایا۔ مگر مہلا ہوا دل کبھی سہلایا۔

سے پہتا ہے۔ سدر بالی تو تھوڑی دیر میں اٹھ کر چلی گئی اور کامی بالی
جب اکیلے اپنے کمرہ میں رہ گئی تو اپنے دل سے یوں بیاتق کرتے لگی۔

کامی جبکو ملوٹم ہے کہ تیرے دل پر اس تو جرات نے اتنوں بھونک دیا ہے
کہ تیرا دل ذرا نہیں بہتا۔ اے۔۔۔ یہ کیا بلا ہو گئی۔ کیوں ایل ایل اس کی
صورت میں کیا ایسے نال لگے ہیں۔ کہ تیرا میرا پاس مقرر نیکو ایک دم جی نہیں جاتا
تو اس کی صورت کو ڈھونڈ رہا ہے۔ ارے کج بخت میں ہے۔

اپنے ماں باپ کی عزت کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور بیادۃ اسکے ساتھ
جائیکو تیار ہو گئی۔ اگر میرا باپ ابا ت کو سنے گا تو مجھ کو کھانک اپنی نظر میں جلا
سمجھا کرے گا۔ میرے پیارے مانیا پتہ دے دے دتے اپنا پر حال کریں گے۔
اے ہے میریوں کم ہو جانا کچھ اب اب وہ تھوڑا بھیا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں

میرے واسطے تو ماتا پتا دونوں مرجائیکے۔ اتنوں بھر میں کیا کرونگی اے اچھا
اب میں تجھ سے پوچھتی ہوں۔ کہ اب کیا کروں۔ اور مجھ کو کیا کرنا چاہیے میرا
تو دم نکلا جاتا ہے مائے کسی کی صورت نے تو میرا تمام صبر و تمکیدی

چھین لیا۔ کاش مجھ کو اگر ذرا ایسی جرہ ہوتی۔ تو اپنا دل اس کے سپرد نہ کرتی
لیکن اب کیا کروں۔ وہ تو میرے لبس سے نکلیا۔ اب میں نے لاکھ پلو
میں ڈھونڈا۔ مگر اسکا کہیں پتہ نہ ملا۔ جو میں اس کی منت سماجت کر کے

اپنے قابو میں لاتی۔ اے ہے اب میں اسے کہاں تلاش کروں۔ و؟ تو دل
پر رکھ کر اے ہے اس کا آکھیس پتہ ہی نہ ملا۔ اب
میں کیا کروں۔

کچھ عجب حال ہے جیسے دیکھا گیا ہے ہم نہیں آپ میں اصال یہ تھا نا کیا ہے
یہ حضرت استعمار احسان خانی جناب راجپور کی مدظلہ کا چرما۔ اور صہارہ کا پرکر
گئی۔ کوئی اندازاً بیس منٹ بالکل ساکت چرکار ہی اور لبہ کو ہوش آیا۔
تو صندلچہ میں سے وہ خط نکالا۔ جو کسی کی حشر تو کا آخر میں نتیجہ تھا
جو اعجاز حسین نے اسکو اشتیاق کا بھرا ہوا اکسب۔ اور اس نے اسکو پڑھا
خبر دے کیا۔ جبکہ مضمون یہ ہے۔

نامہ

پیار سی کامنی دل سے زیادہ عزیز کامنی جان رول کی مالک کا منہ تم شادی
 انوس حیدر ز سے بیٹے بچہ کو بام پر دیکھا ہے۔ پس جان من اسی
 دن سے جان سے جاتا ہوں۔ پھر تمہار سی صورت دیکھنے کو نہیں ملی۔
 اگر تم کو اپنے عاشق کی زندگی درکار ہے تو امداد خبر لودرہ میں جان چلا
 پیار سی کامنی کیا عرض کروں۔ جاتی تمہار سی میت نے میرے دل کا کیا
 حال کر دیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ میرے دل کا یہ کیوں حال ہو گیا۔ تمہاری
 محبت دیکھئے کیا رنگ دکھائے۔ بیشیک تمہارا خط آنپہر میر سی تشکین ضرور
 ہوئی۔ لیکن وہ کام پیار سی بڑا مشکل ہے جس کی نسبت تم نے زور دیکھو
 تحریر کیا تھا۔ اچھا میں سوچوں اس امر کا جواب دل لگاؤ پیار سی خیا ل کرتا
 چاہیے کہ وہ کام کچھ ایسا ہی نہیں ذرا مشکل ہے۔
 اور تم تمہارا تہیائی۔

کامنی بانی نے خط کو پڑھ کر لغافہ میں بند کر دیا۔ اور صندوق میں بند کر
 کے رکھ دیا۔ اور پھر اسی آئے ہوئے محل میں مبتلا ہو گئی۔
 خورشید حسین۔ پس صاحبہ وہ جیلد پھر پھر اسے بگڑی اور بے ہوش
 ہو کر بنگ پر گر پڑی۔ اب میں صاف چاہتا ہوں۔ پھر یہی مرتبہ ہو گا اور عرض کر
 اصغر علی۔ وہ صاحب ہم نے تو کچھ سنا ہی نہیں۔ یہ بابو صاحب تو
 بہت کچھ اعلیٰ تقریف کرتے تھے۔

سجاد حسین۔ بھی میں نے کچھ جیو نہ عرض کیا تھا۔ ابھی حضرت یہ مقدمہ
 ملت جمع میں بھی نشی صاحب نے نہیں فرمایا۔
 اصغر علی۔ ارے بھی کچھ تو اور ارشاد فرمائیے۔

خورشید حسین۔ ارے بھی یوں ہی تھوڑا بھڑا آپ کو سنا دیا کہ رنگا
 یہ کچھ ایسا چھوٹا بھڑا ہی ہے کہ میں ایک دم سے آپ کے سامنے بیان کر دوں گا
 عرض کیجئے اگر آپ سے اب عرض کروں۔ تو کل جمع تک پیشکش جتاں ہو گا اور

پھر بھلا آپ لوگوں کا اور میرا کتنا بڑا نقصان ہو گا۔ بس یہ کمرن عرض پر دانستے
کہیں ہر روز آتا تھا یا ناغہ آپ کو سنا دیا کرتا تھا۔ آپ خاطر جمع رہ گئے۔
اب یہ سب اچھڑ کر اپنے اپنے گھر و کوچے گئے اور سجاوچی اینٹنگ روم میں سو رہے۔

ستر حواں باب

اب میں کیا کروں

میر گوہر نہ کیونکر خارجہ تھی اپنے زمانہ میں عدو کے ساتھ وہ چلتے پھرتے ہیں وہ آگاہ ہیں
مینگنڈا لیتڈ صاحب ایک بڑا دیر آدمی تھا۔ ہندوستان میں اس کے بڑے بڑے
کارخانہ جات اب بھی ہیں۔ اس نے ایک جہاز میں دہلی کے ٹکٹے لگا کر کشش کی۔
لیکن وہ ایک جماعت عورت نے دنیا کے پردہ پر پیدا کی تھی۔ وہ کیونکر اس
آزادی کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ صاحب ہر چند کشش کیا کرتا۔ لیکن کوئی یہہو
نہیں نکلا۔ آخر کار میور ہر مینگنڈا لیتڈ صاحب نے دہلی کے صاحب کو اپنے
ہاں تین سو روپیہ بامداد پر نوکر رکھا اور اس کے متعلق آنسو و نیز تمام گھر بار کا
بوجھ اس پر چھوڑ دیا۔ کئی جینے جیو رہی لڑ سکتے۔ تو ایک روز صاحب نے دہلی
کے صاحب سے بولی کہا۔

مینگنڈا لیتڈ صاحب تم کیا اپنی سیم باز و چھوڑ کر آیا ہے۔ یہاں کیوں
نہیں جاتا۔

دہلی کا صاحب۔ ہم یہاں کیوں کر اپنا سیم صاحب رکھ سکتا ہے۔ جب
ہم کو پر رے طور پر اطمینان نہ ہو جائے۔ دوسرے کوئی ٹنگہ
ہمارے رہنے کے قابل یہاں نظر نہیں آتا۔

صاحب۔ ہم تم کو ایک ٹنگہ بنا لے دیتا ہے۔ تم آج ہی اس کا
خشتہ کھینچ کر سامنے لاؤ گے۔

اب ہم آئندہ سے دہلی کے صاحب کو چھوڑے صاحب سے یاد
کر لیتے اور مینگنڈا لیتڈ کو بڑے صاحب سے

چھوٹے صاحب نے اپنے واسطے ایک عمدہ بنگلہ کا نقشہ کھینچ کر
 اور سترجی کو بلا کر دیا۔ فوراً ہی بنگلہ بننا شروع ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے اندر
 بنگلہ بن کر تیار ہو گیا۔ چھوٹے صاحب نے اپنی بیگم صاحبی کی جیسی لکھی۔
 یکم مارچ ۱۸۸۷ء کو وزیر فریڈنٹم سے حیدرآباد سے رخصت ہو کر کم
 ملکتہ راج گھاٹ آیا ہے۔ اچھا ہے۔ اب ہاتھ رہے رہنے کے قابل بنگلہ
 یہاں تیار کر لیا گیا ہے۔ تم فوراً ہمارے چھوٹے دیکھتے ہی چلے آؤ۔
 یہ چھوٹی دین کو حسب وقت پہنچی۔ پر مکریت ہی از روہ ہوئی۔ در
 اپنی آیا کو بلا کر کہا۔

بیگم صاحب۔ آیا تم کو کچھ خبر کچھ خبر ہے
 آیا۔ دو تھانے عارفانہ کر کے (جی حضور نہیں۔

بیگم صاحب۔ ان ہم اس خبر کو تم کو کس دل سے مٹائے۔ اس میں تم کو
 معلوم ہے۔ ہم کیوں کہ اس بیمارے شہر باندھ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ پیارا
 آیا بیمار صاحب ہمارے ملکتہ راج گھاٹ بلاتا ہے۔ آیا ہم کیا کرے۔ تم کو بھی
 معلوم ہے کہ بیمارے بالو کو ہم نے اپنے دم سے الیک دم جدا کرنا نہیں ہے
 ہیں ایک لحظہ کو بھی اس کا بیمارے صورت کا یاد حسین پر نہیں اچھوڑا ہے۔
 پھر اب ہم کیا کرے

آیا۔ بیگم صاحب میں کیا عرض کروں۔ واقعی یہ غضب ہی ہو گیا۔
 بیگم صاحب۔ ہم اگر چاہے تو نہیں بھی جا سکتا۔ لیکن بیمار صاحب
 اس حرکت سے اتنا حد ناراض ہو گا۔

آیا۔ بیگم صاحب بیک یہ بات کوئی دشوار نہیں ہے۔ لیکن تو کیا فرم
 بھی کچھ چاہتے ہیں۔

بیگم صاحب۔ اچھا پھر اب میں کیا کروں۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میرا
 تو دل باہر کے بغیر گزرتا نہیں پائے گا۔

آیا۔ میری اچھی بیگم صاحب میں خود پریشان ہوں۔ ایک مدت ہوئی کہ میں آپ کی
 اپنے سے زیادہ فکر مند ہوں۔ اس لئے کہ میں نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ

بڑے

را۔

تھانے

چہ

کا۔

راس

پہلو

اپنے

رکھا

نے دین

کیوں

جب

بنگلہ

ن

کا

یاد

آپ سے دشمنوں کی کیوں بہ صورت ہوتی۔

میم صاحب۔ نہیں آیا ہم ہرگز نہیں جائیگا۔ اور اگر کیا بھی تو پیار سے
 دلوں کے دال پائے کی کوئی صورت نکالے گا۔ کیونکہ بنیر باہو ہمارا دال ایک
 دم بھی نہیں ہلے گا۔ صاحب ہمارے صاحب پاس نہیں رہیگا۔ وہ اپنی قیوٹی پر
 ہوگا۔ پھر بتاؤ آیا ہم کیونکر نہ سکتے ہیں۔

آیا۔ میم صاحب میں کیا عرض کروں۔ آئندہ صد سالے تو میرا دل تال بہ تال
 کر دے گا۔ کیونکہ یہ آپ کا رنج مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ زمانہ کی نیرنگیوں سے
 میں کچھ ایسی پریشانی ہو گئی ہوں۔ کہ بیان نہیں کر سکتی۔

میم صاحب۔ بیشک آیا۔ ہمارے ماقہ اس زمانہ کا بہت ہی رُا رتاؤ
 ہو رہا ہے۔ اس چرخ نامیہ کو ہمارا یہاں رہنا ہی نہیں بہتا۔ کوئی آیا
 پہلو نہیں نکلتا کہ میں نہ جاؤں میرا خیال میرے پاس سے رخصت ہو کر
 ایک کامیابی کے درجہ میں میری بہو دھکا کا پہلو ڈھونڈا کیا۔ لیکن باؤں میں
 مجھ سے آکر کہتے ہیں کہ مجھے کو جانا پڑیگا۔ پیار کا آیا اب میں کیا کروں اور ماں کا
 باپ اب مجھ سے تیرا ہم چدا ہوتی ہے۔ نہیں۔ نہیں یہ خود ہرگز نہ جائیگا
 لیکن اسکو ایک مجبور کاٹ لاکٹا لے جاتی ہے۔ میرا تو میاں تم نے اس روز
 سے آکر ہاتھ پکڑا ہے۔ کہ میں اب اس سے چھڑا نہیں سکتی۔ اں اگر کوئی مجھ
 سے میری عیال کی کا پہلو نکالے۔ ورنہ اب میں چلی۔ آئے اسوں کی میری
 حسرتوں کا خون ہوتا ہے۔

آیا۔ میم صاحب ہمارا کام کو شش کرنا ہے۔ اور آپ کا میرا عمل کرنا۔ اگر کامیں
 ہو تو آپ باہو صاحب کو اپنا طرز بنا کر اپنے ہمراہ کلکتر آج لکھاتے
 جائیگا کیونکہ آپ کے دل بہتر کر کو اس کی چاروں صورت نظر نہ لے سکتیں دیتا ہے۔
 میرے خیال میں اس سے نکاح کوئی صورت بہتر مجھے نظر نہیں آتی۔

میم صاحب۔ میرا دل چھلکے۔ وہ آیا کیا پہلو تم نے اس وقت نکالا
 ہے۔ یہ بات میرے اختیار میں ہے۔ لیکن اسوقت تو یہ کار گزار ہی نہیں ہو
 سکتا۔ ہمارے صاحب باہو کو خود اپنے حکم سے نہ کر کر کے اں میرا کام صاحب سے

سفارش کرنے کا ہے۔ اگر ممکن ہو تو حضور بابو کو اپنے نوکر رکھو گی۔
 آیا۔ اہل یہ بھی درست ہے۔ لیکن صاحب کیونکر یہ کام اختیار کریگا۔
 میم صاحب۔ اور آیا۔ جو وقت ہم خود صاحب سے بابو کی سفارش کرے گا
 تو حضور صاحب کو خیال ہو گا۔ مگر یہ دو چار دن مجھے سے کیسے لیں گے
 میں یا لو کی جہا کی میں تڑپوں گی۔

آپ نے فتلی کر کے میم صاحب کو چلنے پر راضی کیا۔ کیونکہ وہ یہ جانتی تھی
 کہ اگر میم صاحب کا دشمن کچھ غلیل ہوئے اور خلل مزاج واقع ہوا تو صاحب مجھ کو اور
 تمام شاگردوں کو تیر بہ تیر کر دے گا۔ کسی کچھ صاحب سے میم صاحب کو کشتی امیر کھا ہم
 سے بھلایا۔ اور کہا کہ مہ آپ بابو کے چلیں۔ گو دیرن ایک کیمسن لیتے ہی جاتے ہیں۔
 دیرا کے تئیں و خوار سے حزب واقف ہے۔ اور ہم نے جہا تک اندازہ
 کیا تو میم صاحب کو نصحت مآب پایا۔ اس وقت اس نے دلیر جبر کیا۔ اور بابو
 کو اپنے ہمراہی میں نہ لیا۔ اس باعث سے کہ میا دا صاحب کو کچھ شک نہ
 کہے۔ جیسے میرا کیم اور شک ہو۔ اور میرے دامن پر بدعنوانی دھمکایاں ہو۔
 آیا کے بھی یہ خیال میں آئی۔ یہ سب لوگ چار شعبے کی شرین میں مکملہ راجکھاں رہا کرتے ہیں۔

آٹھارہ ہواں باب

یاد

دل میں تمہارا ہی یاد نے شعلہ دم بجایا۔ بس یہ سلوک اب مجھ کی
 اس وقت چار بج کر کچھ منٹ ہو چکے ہیں۔ کہ ہمارا نوجوان اپنے گرو
 میں بیٹھا اپنے دل سے باتیں کر رہا ہے نہیں منو ہم کہ میم صاحب مجھے کب تک
 دل سے پیار کرتی ہیں۔ اب اس کی بیوی صدر ستونے قہقہے لیا خود رندہ کر چلی ہے
 کہ میرا کہیں دل نہیں پہنچتا۔ مجھے پہرا پنی پیار کی ہم کی صورت کو دھونڈتا ہے نہ جانت

کو دو گھنٹہ سے زیادہ گزرے کہ میں نے سیم صاحب کی خبر کو بھیجا ہے۔ ابھی تک
 نہیں آیا۔ خدا جانتے ہیں ساکنہ و غیر گنہگار کہ وہ کبھی تک ایسا نہیں ہو گیا۔ کہ ابھی تک نہیں پھرا
 کیوں اسے خدا یا تاج یہ میرا دل کیوں اس قدر گھیرا رہا ہے۔ کیا کوئی اور تازہ غم دل پر
 آئیوا ہے۔ چوں کہ میرا دل بے قرار ہو رہا ہے۔ دھیرے دھیرے اسے (خدا کے) افاضل
 میں کیا شیوا ملے گا۔ اور وہ ہوتا ہے۔ اور وہ وہ مجھ کو سینہ پکڑ کر ہتھکے دیتا ہے
 ہا کے البد میں کیا کروں۔ اف کیسی زندگی آنت میں مبتلا ہے۔ کہ ایک دم کو
 چین پر نہیں چھوڑتی۔ اسے ہے کسی کی سوز محبت سے دل کب ہو جاتا ہے
 اسے دلتی تپش ذرا کہ اور ویسے کسی رہنے واسے خیال ذرا بھٹم یہ کیا ملا ہے۔ گھر
 مجھے اس طرح بے قرار کر رہا ہے۔ کیا ایک میں ہی دنیا کے پروے پر عاشق
 ہوں۔ میرا دل تیرے قبضہ میں آگیا ہے۔ اچھا تو مجھے یہ سنا رہا ہے
 آخر تیرے ہاتھ کیا آئیگا۔ اور اگر کہیں کوئی کہہ کر اس دل جلد سے کلبہ
 نتیجہ ملے گا۔ نہیں جو تیرا حال ابتر کئے دیتا ہے اسے کبھی تو بھی اسے
 وقت میں میرا شاد حال ہو۔ اسے کبھی میرا بے قرار ہی حد سے تجاوز کر گیا ہے
 دیکھو تجھے کو میرا زبان سے کچھ برا نکلتا ہے۔ اور غم تیرے پاس ارمان غم کو تو گھر
 جو پرزدوں۔ اللہ اب مجھے صاف کر دے۔ میں تمہاری تازہ بردار کا کے قابل ہی نہیں
 ہوں۔ او۔ دل۔ میں تجھ کو ہر وقت سمجھتا ہوں۔ لیکن تو ایک نہیں مانتا یہ کیا ملا ہے
 کہ دھڑکے جاتا ہے۔ انوس کب بے حرکت ہے۔ لاکھ سمجھاؤ۔ ایک اسکی بہاؤ
 نہیں۔ اف اب تو حد سے زیادہ اسکی بے قرار کتا رہ گئی ہے۔ اللہ اب میں کیا کروں
 مجھ کو اتنا جو ان ہی باتیں دل سے کرتے کرتے چین ہو کر پٹک پڑے۔ کون کون
 اور اسکی انتہا میں اس کا ملازم سیا آیا۔ اور مجھ سے میرا دگر پٹک پرے ہوش
 پڑ دیکھو گھر گیا۔

سبا۔ و دیں مایں گل و گیسر تکلف

لئے پاؤں پھر اور کرے میں ایک نیشہ اصل کلاب کالایا۔ درمبار

سیر پر چھڑکا۔ آنکھیں کھول دیں اور کہا۔

سجاد حسین۔ کیوں اسے کیا خبر لایا۔ سیم صاحب کا مزاج خوش ہے میرا

تو شکایت نہیں کرتی تھیں۔

سبا پر شک و شبہ ہو گیا۔ اور سجاد حسین کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔
سجاد حسین نے کہا: اور یوں کہنے لگا۔

سجاد حسین: سب میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کیا بات ہے۔ میں اس قدر حلیہ می
کرتا ہوں۔ اور تم چپ کھڑے میرا منہ کھلتے ہو۔ آخر کیا سبب ہے والد حلیہ
بیان کر دینے میں دم لیا۔

سبا بہت دیر چپ رہا۔ بعد کو ایک ٹیکس صورت بنا کر یوں کہی۔
سیا۔ اسے حضور ان الفاظوں کو میں بے فکر دیاں پر لاسکتا ہوں۔ وہ تو آپ
کے بیقراری کو اور ترس پائیکے۔

سجاد حسین: نہیں سیا تم جلد ہی کہہ سناؤ۔ ورنہ میں دنیا سے چلا۔
سیا۔ انوس آپ کی بیقراری سے بہت پاؤں سر پر رکھے ہیں۔ مائے اگر
آپ نہیں مانتے تو سنئے۔ میم۔۔۔ صاحب۔۔۔ تو کھانا راج گھاٹ کل
سے تشریف لیکیں۔ شاگرد پیشہ اب جا رہے۔ میں خود اپنی آنکھوں سے
دیکھتا رہا ہوں۔ میرے اچھے بابو میری خود یہ حالت دیکھ کر طبیعت بگڑ گئی ہے
اور ہوش اڑ گئے ہیں۔

سجاد حسین: دیر کر رہے کیا بیچ کہتا ہے۔ کیا میری پیاری میم مجھ کو
ترسنا چھوڑ کر کہیں چلی گئی۔ افسوس کہ یہ کیا تو مجھ کو دکھا رہا ہے۔ مائے افسوس
اب میں کیا کروں۔ مجھے تو زندگی وبال ہے اندس بایہ تو کسی خبر پایا۔ جودلی
دکھانے کی ہے۔ اب میں اپنے کو تہ تیغ کرتا ہوں۔ مجھے ذہنیت اس سے بغیر اچھی
معلوم نہیں ہوتی۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ حبیب دل ہی قیام میں نہ ہو۔ تو
پھر جتنا بیکار ہے۔ اس وقت میری نظروں میں تمام عالم تیروتا رہا معلوم ہوتا ہے
سیا۔ حضور ذرا دل بے قرار کو تسکین دیں۔ پھر کوئی صورت ضرور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ
لگا۔ اس قدر گھبراہٹ سے کوئی قایم نہ رہے۔ ورنہ آپ صبر کیجئے گا۔ پھر چہرے
کام بھیجئے کوئی صورت میں حضور کی مہربانی کی نکالوں گا۔

سجاد حسین: سبا میری زندگی بھر سے نزدیک بیکار ہے میں جہاں تک

اندازہ کرتا ہوں۔ تو وہ پیار سی صورت اب مجھ کو دیکھنے کو میرے آگے کی پھر
جستجو ہے یہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ ہم کوئی صورت نکالیں۔ مصلحتاً بتائیے تو
کون ایسی صورت میں میری خوش دلی کا باعث بنے گی میری محبوبہ کو مجھ سے لا
کر دے دینگے۔ اسی بقیہ کے عالم میں اصغر علی آیا۔ اور ہمارے نوجوان کا حال دگرگوں
ویجھ کر حیران رہ گیا۔ اور سبھی کے حال راز کا اندازہ کر گئے لگا
اصغر علی۔ ارے بھئی سجاد حسین آج تو آپ کے دوستوں کا اور ہی حال
دیکھ رہے ہیں۔ ارے صاحب یہ کیا حال ہے۔ آپ ذرا اپنی حالت کو سنبھالنے
دیکھئے تو کیسی اتر حالت ہو گئی ہے۔

سجاد حسین۔ پیارے دوست اچھے دوست میں کیا خاک اپنی حالت
کو سنبھالوں۔ میرے پیارے میرا متاع دل تو کھو گیا۔ میری تمکین کا قافلہ
ایک ظالم رہن کے مدد سے لوتا لیا۔ یہ تو آپ کو پورے طور سے معلوم ہی
ہو گیا ہے۔ کہ وہ میں نے میرا دل اپنے گھرے گھرے رخساروں کی جہلک
دکھا کر چھین لیا۔ لیکن وہ ظالم اپنے ننگے سے مجھے تڑپتا چھوڑ کر
اپنی راجی گئی۔ پیارے دوست کیا کروں۔ میری زندگی اس کے زیر مجھے
دھال ہے۔

اسی اثناء میں خورشید حسین بھی آیا۔ دھڑا دھڑا کر بایں بہت دیر تک
ہوئیں رہیں۔ بعد کو اصغر علی نے کامیابی کا سلسلہ چیرنا شروع کیا۔
خورشید حسین۔ ارے بھائی تم کو کامیابی کی حالت سننے کی پڑی ہے
اور ہمارے دوست سجاد حسین صاحب کی طبیعت آج غایت درجہ
مشغوش ہو رہی ہے

سجاد حسین۔ نہیں بھائی آپ سے شوق سے فرما دیں۔ میرے دل کو بھی اس کے
سننے سے ہی تسکین ہوتی ہے کیوں میرے دل کو عشق طہ حرا نے دھال کر
رکھا ہے۔ اور عشق کی حالت ہے عذر دار کے سننے سے جہلیت کو ملا کر پہنچے گی
خورشید۔ نہیں بھائی آپ شوق سے فرمادیں میرے دل کو قدر کا اس سے
سننے سے بھی تسکین ہوتی ہے کیونکہ میرے دل کو عشق خانہ خراب نے دھال کر

کر رکھا اور یہی عشق کی حالت ہے۔ ضرور اسکے مننے سے عیشت کو ناز لگی پہر نیکی
خویشید حسین۔ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو میں سے کہنے کو تیار ہوں۔

اصغر علی۔ ارے بھائی جلدی بیان کرو۔ بہدری تو جان انتظار میں جاتی ہے۔
خویشید حسین۔ ارے صاحب! اس قدر گھبرائے کیوں جاتے ہو۔ پھر کہا
ہوں نا۔ ایسی جلدی کیا پڑی ہے۔

ہمارا نوجوان تو کرسی پر سے اٹھ کر چنگ پر جا کر لیٹ رہا۔ اور یہ
دو وزن بھی کرتے ہی پھینک گئے

انسیواں باب

میرا مکان ہٹلی ہے

حد مراد اٹھا کے ہم تو ان کوں دکھتے تھکے حیر حیرے کے مالی گل کو چمن سے نکلے
مراد آباد کے امروہہ دروازہ سے آپ حیونت نکلیں گے تو آپ کو ایک بیدھی
شرک لے گی وہی آپ کو اسٹیشن پر بھیجے گی۔ مراد آباد بھی ایک ایسی پر فضا جگہ میں آباد
کہ اسکی تختہ بندی پر صانع قدس نے اپنی خاص عیاض ختم کر دی ہے۔ اس شہر کے برتن
تو تمام ہندوستان میں صربا مثل بسے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے ٹکریوں
امیروں کے پاس انہوں نے جگہ پائی ہے۔

اسٹیشن ایک ایسی پر فضا جگہ میں واقع ہے۔ کہ جسکی خوبی اپنی حیرت
پیدا کرتی ہے۔ یہاں گاڑیاں ہر وقت آیا کرتی ہیں۔ جائے والو مسافروں کو
جائے مقام پر پہنچاتی ہیں۔ یہ اسٹیشن جگہ کہتا ہے۔ یہ اپنے باغ میں
میں کا رخا جاتا کو جگہ دیتے ہوئے ہے۔ اور وہتے پہلو میں شاگرد پتھر والوں کے
نیکلے بیٹے ہوئے ہیں۔ یہ اسٹیشن دوسرا ہے۔ یعنی سامنے کو بھی ایک بڑا اسٹیشن
اڈنک روم اپنی انوکھی سہارا دکھاتے ہیں۔ بارک دیکھ کر غریب ہی کا قہقہہ سناتے

جو کہن عطا کیا ہے۔ ہر قسم کے کل انگریزی دماغ کے رگے ہوئے اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ کئی قسم کا گلہا پکھا ہوا ہے۔ کسی گھلے میں سینے کی اور کسی میں مخرج ہے کسی میں آبی ہے۔ کہیں بکس جاناں سے دریدہ نظریں مار رہی ہے کسی خاص خاص سوراخ ترن اور سی او سی آنکھیں نکال رہی ہے۔ کہیں سیونی کے پھول ہنسنے ہنسنے کھلے جاتے ہیں۔ خیر کی پیار کی پیاری اور ایس ڈلکو پیار رہا ہیں کسی جگہ بیلا کھڑا ہے۔ عرق ہر ایکہ گل کی زلالی ادا ہے۔ انگریز کا میل پہنچا اور جیسے مونسے میں سڑا کہ پورہ میں لپٹا ہوا ہفتہ میں لٹے پلیٹ فارم پر ٹکٹ کٹ کر رہا ہیں۔ ڈیور چالان کرتے تو بچ چار ہے۔ ٹکٹ کٹ کر ٹکٹ کی جابج پر تال میں اپنی دیوٹی پوری کر رہے ہیں۔ رام پور کر جاتے والی گارٹھی لائن پر کھڑی ہے لیکن ابھر کر نکلتی ہے۔

سو وقت شب کا پہلا وقت ہے۔ اندھیرا رات ہونے کی وجہ سے آسمان پر اندھیرا پکھڑا ہے۔ لیکن انٹینس پرتھام لائین روشن کر دیا گیا ہیں۔ ہکا اور تھکی مسافر نوٹ کر دست نہ پھیلاتے۔

اس وقت ہم ایک شخص کو سفید چادر میں سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے زنا کی گاڑی میں جاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو اسی آٹا میں کیا گٹ کی جابج کر کے یوں گویا ہوئی۔ آیا۔ جناب بلیم صاحب آپ کہاں تشریف لے جائیگے۔

دسی نادین۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میں کہاں جاؤ گی۔ اچھا۔ اسے حضور یہ کیوٹر مان لیا جائے۔ کہ آپ ریل میں سوار ہیں۔ لیکن یہ نہیں سدرم کہ آپ کہاں جا رہی ہیں۔ کیا کوئی آپ کے ہمراہ مرد نہیں ہے جس کے ہمراہ آپ جا رہی ہیں۔ وہی تانہ ہیں۔ میرا کھرا ہی میں میرا شوہر ہے۔ پر مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ مجھے کہاں لے جائیگے۔

آیا۔ آپ کا دوست خانہ کس جگہ ہے

نادین۔ میرا مکان وہاں ہے اور دیا رہ میں نہیں جانتی۔

آیا۔ اچھا آپ اس کو بیچ پر آرام فرمائیے۔ میں جاتی ہوں۔

آیا تو باتیں کر کے چلی گئی۔ اور لیکن نے میٹی دیکر بخارہ کی پیتس منٹ میں

مہارے مسافر و نگر گارٹھی نے اسٹیشن ریمپ پر اتار کر لکھنؤ کو روانہ ہو گئی۔ مہارے
دونوں مسافر یکے بعد دیگرے دم پور کو چل دئے۔ لیکن دل میں یہ خیال کیا۔ کہ اس
مازین سربراہین کو دال جا کر کہاں اتاروں گا۔ میں نے یہی غلطی کی اگر کسی نے اس
حمید کو شہخت کر لیا۔ تو میرے واسطے تو غضب ہی ہو جائیگا۔ انوس اس سخت
کی محبت نے تو میرا تمام کام بگاڑ رکھا ہے۔ دیکھیے اب کیا حال ہو۔ میں
نے جہاں تک اندازہ کیا۔ یہ کام برائی کا ہے۔ کاش اگر میں اس کے دل میں
بھینکا کرتا۔ تو اچھا تھا۔ اب میں کیا کر دوں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔
ایک تو یہ آفت ہے کہ اب میں اسکو کہاں لے جا کر کھوں گا۔ میں تو سیکو جانتا تھا یہ بھی نہیں
ہوں۔ مائے اگر کسیکو خبر ہو گئی۔ تو میرے واسطے کیا ہو گا۔ ات عشق تیرے
سچے گھڑوں سے خدا بچائے۔ انوس عاشق نام کے واسطے ہمیشہ ہی صدمہ
حاصل منشی قدرت نے کچھ دیا ہے۔ مہارے اس فراتے دل سے بلیت کرتا
بڑا جبار ہے۔ اس کے ساتھ جو حمید بیٹھی تھی۔ اسکا گھبرائے والا دل گھبرا رہا ہے
مازینیں۔ میرا دل سوقت بہت گھبرا رہا ہے۔ جاتے کیوں اس قدر بے چینی
اسکو ہے۔ پیارے اعجاز حسین یہ کون شہر ہے۔

اعجاز حسین سہیلہ اس شہر بینڈ اسوا کا نام رام پور ہے۔ سہیلہ کئی
لوگ بڑے معقول اور ذکاوتور ہیں۔ حضور مہارے دوبار مدار السام
صاحب ریاست راہپور ہیں۔

شعر گو

دن رات ہے خیال ریاست کے کام کا۔ بچتا ہے ڈنکا آج مدار السام کا
مہارے مدد رح نے شہر کو گھڑا بنا دیا ہے۔ خود سر دل کے تمام صفات دیتا ہے
جن جن کر صفات چستہ سے حرف غلط کی طرح مذاکے تمام اہل ریاست عیش میں رہتے
بے خبر ہیں۔ نیز سید امداد حسین صاحب ریاست کے اکیلا کو تو ل ہیں۔
ان کا انتظام بھی قابل تہنیت ہے۔ وہ بھی اپنے کام کو بڑی جتنی کے ساتھ انجام
دیا کرتے ہیں۔ سہیلہ کے دونوں پر تو ایک داک بندھ گئی ہے۔ کیوں نہیں ریاست کے
تمام حکام بڑے کا جتنی کے ساتھ کار شہر انوس کو انعام دیے رہتے ہیں۔ اور پھلار کا
میں اپنے خواب میں مدد عیشا خان صاحب ریاست کا خیال کرتا ہوں کیا کر دوں۔ پیارے

میں تم میں کو بطور قیسمہ کے چند اشعار شائع ہوں۔ کہ متہار دل بھیجے
 گا۔ اور ہمارے حضور کی لیاقت کا تم کو اندازہ بھی ہو جائے گا۔ یوں تو غنیمت
 گو ہم مثنوی راہپوری نے ایک نادر راہپوری طراز آرا نگہ کر ان کے عدل اور انصاف
 اور لیاقت کا اندازہ پہلے کر کر دیا۔ وہ تو غالباً سپر سمی نظر سے گذرا ہو گا
 اور ہمارے ذہن پر آئے تو آج نو فیروزوں کی روش کو کھڑکا دیا۔ وہ وہ فیض جاری
 ہو رہے ہیں۔ جو جو ضرب المثل بن گئے ہیں۔

کدھر یہ تو اے ساتھی بے جنر
 کوئی حاتم بھر کر پندوسے بیٹھے
 بکھوں تاکہ درصفت شاہ نامہ
 ستائے زبان سے لوگوں کی حال
 دھبہ آئے ہیں کیوں کہ اعتبار
 عینت لوگ کرتے ہیں اس کا بیان
 تو اسباب نام تا ہی جیتاؤں تمہیں
 وہ حامد علی خان شاہ حاتم ور
 وہ عادل ہے بیشک نہیں شکا ذرا
 کیونکہ نیکو دل اس نے انصاف میں
 کئے قیصلے اس لئے شاہ سمیر
 وہ نواب ہے میرا عالی مقام
 بھی ہے وہ عالمی کار با السلا

ذرا لطف سے کر ادھر بھی کر م
 خدا کے لئے تو چپکا دے مجھے
 کہ پیسے ہو دیکھو میرے کچھ قسم
 کہ عادل حق راہپور خان خوش خصال
 جو دیکھا نہ ہو سچ کیوں کہ کر ہی شمار
 جو عادل ہے اس وقت وہ ہے عیال
 اسی کی صفت کر دکھاؤں تمہیں
 نہیں اس سادہ دنیا میں اب داد کر
 کروں اس کا چرچا میں جا بجا
 وہ دانش پسند وہ سب پر صاف ہیں
 سچے تافان اس سہا کوئی داؤد کر
 رکھے اسکو دنیا میں شاہ کام
 برائے اس کا جو اس کا مدعا

کامتی بانی ناں نام کو بھی غم کرنا چاہیئے۔ کہ ہم سب سے بے مشعل
 شہر میں جائے واسے ہیں۔ کہ حسین کے لئے حکم کا یہ حال ہے اور عدل
 ایک ادنیٰ عنانم جسے چارے عمارت تھوڑی کہی رہا کتنی دورا رہتا ہے
 اعجاز حیلن پیار کا کامتی قریب ہی مگر اسے ہے۔ اس قدر بھرتی
 کیوں ہو۔

کامتی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میرا دل آج کیوں اتنا گھبرا رہا ہے۔

انجاز حبیبی۔ دیکھو پیار سی بیٹے حریف ملا اپنے سر پر بیٹھے بیٹھا ہے
 نازل کر لی ہے۔ چھوڑ تو تھار سی بخت ہی کے بسبب اب کیا درد نہ میرے سر میں کوئی
 چھوڑا نکلا تھا۔ جو میں اپنے سر میں کھلاڑ سوتا پیار سی گھر اسے کی کون بات ہے ابھی اس
 سنت میں پہنچ جائیگے پھر نہ لگی کا باقی حصہ ہم تم دو دن عیش سے گذریں گے
 مہارے مسافر یہ بھی یاقین کرتے کرتے تم اسے میں پہنچے اور بیٹھا رہا کی
 کو قہر سی میں اس حریف کو مہارے نوجوان نے اتارا۔ بیٹھیا رہی سنے بعد عمر سی
 مزاج پر مہارے کے کچھ نے نہ غیہ کا انتظام کیا اور پھر کو مہارے قہر کی تلافی
 میں نکلا۔ بیٹھیا رہی پاکی چانک تھی۔ اچھی طرف لنگھ کر سے اندر کوئی کیہ عورت
 کو فی فیروزہ بیٹھ رہی۔ لیکن یہ تو ان کو کوئی صدمہ نہ ہوتا ہے۔ ان کا کیا بیٹھتا
 دوسرے اسے لیتی ہے۔ دل سے کہا رہی بچتے کیا سر و کار ہے مردہ و دروغ
 میں جاسے یا بخت میں کچھ اپنے حلو باندہ سے کا ہم چھپا ہو رہی۔ اور
 پھر اس کے باطن پر غور نہ کی۔

بھٹیاری سی۔ بی آپ کا دولت خانہ کہاں ہے
 تازی قین۔ میرا سمت کہ مراد آباد ہے۔ میں مراد آیا وکی ایک سسٹنکدہ
 اور آفت رسیدہ ہوں۔

بھٹیاری سی۔ اس کے دھڑلے پر لپکی کو لستہ بجا تا دل ہوئی کہ۔
 جیوں حال بنایا ہے۔ اور اس درجہ پریشان ہو۔
 تازی قین۔ کیا عرض کروں۔ میں ایک کھڑکی کی جانی ہوں۔ میرے تپا اس چھوٹے
 سے سن میں چھوڑ کر رہی ملک عدم ہوئے جس میں پہا تک شا کی ہوں کہ سہنجی
 وہ زبان پر لائے۔ حاضر میری سونپلی مال کا یہ بندوگہ ہے۔ اس کے در
 میری مانتا حسین کے اعزازی شہقت میں میں نے پرورش پائی تھی۔ اور ایک
 دست ہری مجھ سے ناراض ہو کر وہ برس کا چھوڑ کر وہ میرے بندوگہ
 سدھار گئی۔ اور میں اب تک اسی کے واسطے مڑپا کی اور میری کا دھڑلے والی نڈی
 اسکو ہر نہ لکوں۔ سوہ ایک خیال تھا۔ پھر وہ چار دیواری سے آج تک نظر نہ
 آئی۔ اور میرا ایک بھائی تھا۔ وہ مادر کا بندوگہ ہے۔ جس کا آگ جانے کہ رہا تھا۔

ہو گیا۔ اب میں شہر ورشہر اپنی مائتا اور پیرن کے دیکھنے کو حیران پڑی پھر تی ہوں
لیکن وہ کہاں یہ میرا ایک خیال ہی خیال تو اس وقت ہے۔ تمام دنیا
کی سیر کر رہا ہے۔ اوتوس کون آیا ہو گا۔ جیوں آوارہ وطن ہو گا۔ خیر یہ
میرے پرانے یاد آؤ پاؤ ہے۔

راوی۔ اس کے مانتوں۔ مائتا کے مرنے کا بھی خواب فرماتا ہے۔
محبتیاری۔ اسے حضور یہ جو ان آپ کا کون ہے۔ یہ مسلمان ہے
اور آپ کا یار ہندو۔

ٹاڈین۔ یہ میرا ہم کتب ہے۔ اسی کی مبرا ہما میں یہ پہلا سفر
میں سے کیا ہے۔

محبتیاری۔ بیشک آپ بہت ہی مصیبت زدہ ہیں۔ آپ کی مصیبت
سن کر میرا بھی میرا آیا ہے۔

ٹاڈین۔ اوتوس میں کجبت دکھ سہنے کو اس پر وہ پر آفتاب زندہ
رہی۔ جبکہ نہیں معلوم میرے مائتا اس ملک نیلگر سے کون بغض
لگا لگا۔ آئے ہیں یہ بھٹیالوں سے تارا ہے۔

محبتیاری۔ اسے سب میں بھی اپنی حالت دیکھ کر کچھ مدہوش ہو گئی۔
کہ میرے مائتا مشہر ہو گئے۔ اس خوف سے میں آپ سے آپ کا نام
بھی معلوم نہ کر سکی۔

ٹاڈین۔ یہ وہ دیکھا رہا کہ کامیابی کی کہتے ہیں۔
محبتیاری۔ اسے تمام تر آپ کے حق کا تقاضا ہے۔ جیسی اندر تے

صورت عطا فرمائی ہے۔ وہی ہی نام ہی دیا ہے۔
کامیابی۔ اب کچھ جو غیب سے آگئی ہے۔ اس کی کلام کی تائید نہیں کی۔ اور پینچی نظر کر
محبتیاری۔ اسے بھی نام معلوم کرنے کی اور خواست کر رہی ہے۔

کامیابی۔ آپ کا نام ایسی تک مجھ کو معلوم نہیں ہوا۔ امید کرتی ہوں کہ آپ نے
میرے حال پر بہت شفقت فرمائی ہے تو نام بتائے میں کیا مرج ہے
محبتیاری۔ اسے سب سے ہم لوگوں سے نام سے آپ کو کیا کام !

کامیابی۔ انوس آپ نے سب راتوں میں کچا چھوٹا سن لیا اور اپنا نام
بھی نہ بتایا۔

مختیار سی بڑسی چالاک تھی۔ آپ اپنا نام نہ بتایا۔ اور چالیس سی گلی باتیں
کر کے اکانام پوچھ لیا۔ اسی اثنا میں شام نے اپنا رنگ دکھایا۔ مہرنگی
گوشہ سے سیاہی کا پردہ تراشنا شروع ہو گیا۔ اور تمام عالم پر پھیل کر اپنا قبضہ
کر لیا۔ مختیار کا ترکانہ منی کے پاس سے اٹھ کر کھانا پکانے کے دھند سے من مہریت
ہو گئی۔ اور کامیاتی اندر ایک کوٹھڑی میں ایک پاس کے ٹوٹے پھوٹے پتنگ
پر جو مرنے مرنے والوں سے بنا پڑا ہے، سپر جا کر بیٹ رہا۔ اور اپنے
خیال میں کچھ ایسی محو ہو گئی۔ کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔

پیسوال باب

میری اچھی آیا اب میں کیا کروں

اس طرح کے شے کی نکال کو کوئی تدبیر
اس وقت ہم ایک نئے شے میں ایک یو پی میں اور ایک میم صاحب
باتیں کرتا پاتے ہیں۔

میم صاحب۔ آپ نے کیوں مجھے تکلیف دی؟

صاحب۔ ادھر ہم نے تکلیف نہیں دیا۔ بلکہ ہتھ پڑا راحت
کا سامان تیار کر دیا ہے

میم صاحب۔ ہیں تو کوئی راحت کا سامان صرف ہم نظر نہیں آتا ہے
ہم کو اپنا بنگلہ دیتا ہی یا آتا ہے۔

صاحب۔ ادھر ہر بات دول کیوں یہاں نہیں ہوتا ہے۔ اس کا
کیا مدبب ہے۔ جلد بولو۔

میم صاحب۔ ہم کیا جائے کہ بیمار دول کیوں نہیں رہتا۔

صاحب۔ اونی ڈیریم نے تو تیار آب و ہوا تبدیل کرنے کو بایا ہے
اور تم بوقت جسے کہ تیار اولیٰ بھرتا ہے۔

سیم صاحب۔ ہم کو اپنی مانی یا داتا ہے۔ اور فادر کی صورت ہمارے
نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔

صاحب۔ ہم کو یہ تو جانتا ہے کہ تم اس قدر بے تاب ہو گئے۔ ورنہ ہم تم کو ہرگز نہ بلاتا
اب تم ہم اپنی فیرونی پر جاتا ہے۔ کل ہم تمہارے دل بہانے کا انتظام کر لیا
اوسیں بارے میں تینے ہم سے بولا ہے وہ بھی اگر موقع ہوا۔ تو بڑے صاحب
کے ترغیب کہ اگر کرے گا۔ مال وہ باو ہمارے پاس رہنے کو راضی ہے اگر راضی
ہے تو جھل ہمارے امن میں ایک جگہ خالی ہے۔ ہم فوراً ہی اس کو بنا کر دے
صاحب سے بولے گا۔ اور اسکا آؤر بھی کر لیا۔

صاحب تیرا بایت کر کے اپنی فیرونی پر چلا گیا۔ اور باو صاحب کا یاد سے
سیم صاحب کہ جسے چاہیں کر دیا۔ آیا اور ابراہیم ہر چند سیم صاحب کا تسلی کرتے
ہیں۔ لیکن اسکیبے چین دل کیسے کی سنتا ہے۔

سیم صاحب۔ ابراہیم ہم جانتا ہے۔ کہ ہمارا انتضا آ گیا۔ ہمارے باو کا شرف بہت
بڑا ہے۔ اسے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ہمارا فادر چاہتا ہے کہ ہمارے
ہمارے پاس باو کو نہ چھوڑے گا۔ اب اسکو خود باو سے طور سے معلوم ہو گیا ہے
کہ باو کا ہنگامہ پرانا خالی اور علت نہیں۔ لیکن باو کا چہرے عادل ستا ہے۔ وہ تو اس
قابل نہیں ہے۔ اس خیال سے وہ تو خوشنما ہے اس کے پاؤں میں بے لایہ
ہا کہ اس کی کڑیاں نمبر کر دیا ہے۔ اسکو ہمارے قوم سے حصہ آزادی
کا ہے۔ اگر ممکن ہو گا تو وہ ضرور تشریف لائے گا۔

ابراہیم۔ بیشک۔

سیم صاحب۔ ابراہیم یہ بات سیر ممکن ہے۔ کہ باو ہمارے پاس
آجائے۔ ہمارا دل اس وقت گرا ہوا ہے کہ باو کا فادر رہے
خوشنما ہمارے باو کی صورت ایک مرتبہ دیکھ جائے تو بہتر وقت۔ ورنہ ہم باو میں
رہنے کو چاہتے ہیں کہ چاہا جائے گا۔

کہ ہمارا کیا حشر و زقیامت ہوگا۔

ابراہیم - میں اپنی کوشش میں جہاں تک ممکن ہو گا کرونگا اب اتنا نہ آتا آنکا اختیار ہے
میم صاحب - ہاں اگر تم کو کوشش کر لگیا۔ تو باوجود ہمارے پاس آئیگا۔ ابراہیم
میرا یہ کام ہے کہ صاحب کو قتل وقت یا دو دقت ہوں گا۔ اگر فرصت ملی تو بار صاحب کے ہاتھ
بھی ایک دو روز رکھا صاحب سے چھپ کر ہواؤنگا۔

میم صاحب - دیکھو ابراہیم تم ایسی آفسل میں جا کر دیکھو۔ کہ صاحب بابو
کو چھپا لگتا ہے یا نہیں۔

ابراہیم - بہت مناسب میں ایسی جاتا ہوں۔

ابراہیم تو اٹھ کر چلا گیا اور میم صاحب بمقام مکہ میں توجہ لگیں۔
ایک روز میکنڈالینڈ صاحب نے اپنے کارخانہ سے خال مان سے کہا کہ تم جا کر
صاحب کی میم صاحب سے بروکڑ صاحب سلام رو لتا ہے خان مان نے جا کر کہا۔

خال مان - بڑا صاحب آپ کو سلام رو لتا ہے اور میری تیار ہے

میم صاحب - تم اپنے صاحب سے بریگا۔ کہ میم صاحب کہتا ہے۔ کہ ہم نہیں
آسکتا۔ ہمارا صاحب اس وقت کپڑے کا گیا ہوا ہے۔ وہ جو کت آئے گا تو
ہم بھی اس کے ہمراہی میں آئیگا۔

شیکند صاحب ہر چند کوشش کرتا ہے کہ یہ بخت فرنگ کی طرح اکیلے
میں آجائے۔ لیکن وہ ایک ہلاکی چلتا پڑا بھتی۔ جب کسی بدایا صاف جواب دیا۔ کہ ہم نہیں آتا۔
صاحب ایک کارن سے چھوٹے صاحب کو تین سو روپیہ ماہوار دیا کرتا تھا۔ لیکن
اسکی مراد وہی جو بھتی وہ ایک دن بھر نہ آئی تھی۔ یہ ہزاروں پہلو سوچتا تھا۔
کہ وہ میرے آؤنگے میں آئے۔ مگر وہ کی طرح نہ آتی تھی۔ وہ کیا کچھ ایسی کچھ گویا
کھلی تھی۔ جو اسکے دم توڑ میں چھلن جاتی۔ اور اپنی نصرت کو دھب لگاتی۔ صاحب
لاکھ کوشش کیا کرتا۔ لیکن کسی کامیاب نہ ہوا۔ یہ نیک عورت اس کی نیت
کا اندازہ پہلے کر چکی تھی۔ اسلئے پاس تک نہ پھلتی تھی۔

ہمارا میم صاحب از حد بے قرار کرتی تھی۔ انکو کیا خیال ایک دم چین پر
نہیں چھوڑتا تھا۔ انکو ہر کسی کی پیاری صورت کی تصویر انکھور کے سامنے

پھر جاتی تھی۔ اب اس کی آیا جو اسکی دستانہ تھی وہ اسکو جزو ہم گھر کی سمجھا یا کرتی تھی کہ اے میم صاحب فیضان کے بہرے کان۔ اگر آپ کار و دخلت از باہر کیا۔ تو ہفتے میم صاحب۔ میری اچھی آیا۔ پھر آپ میں کیا کروں اب تو مجھ سے کسی طرح ضبط نہیں ہوتا۔ آیا نے کہا آپ کی بیقراری نے بہت پاؤں پھیلائے ہیں۔ خدا خیر کرے میرے نزدیک یہ کام اچھا نہیں ہے۔

میم صاحب۔ پیار سی آیا تم ایک دن زندگی میں اب دیکھنے والا ہو کہ میرا سروہ پیرا ہوگا۔ اور تم لوگ گھبرائے گھبرائے پھرتے ہو۔ اور کہو گے کہ اے یہ کیا ہو گیا اب میں اپنے پہلو کو سپتول سے گرم کر دوں گی۔ کوئی ایسی کمزور دل کی عورت نہیں ہوں کہ جھکو آئیو الی موت اپنی قرد وافی صورت بنا کر بے چین کر دے۔ اور میں اس کا اندازہ کر کے در جاؤں۔ تریا۔ (دو تہ نہیں انگلی دیا کر) اے ہے آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ اے میم صاحب اس قدر تو آپ کو نا امید نہ ہونا چاہیے۔ پہلے بھی آپ اتنا ہی تیار ہوئی تھیں۔ لیکن خدا نے دیکھے کیسا صیب کر دیا تھا۔ کہ آپ سے آکر لے گئے تھے جس خدا نے اسوقت ملایا تھا۔ اب ملاوے گا۔ آپا استقر گھبرائے کیوں جاتے ہو۔ میم صاحب۔ اف آیا تم نہیں جانتی ہو۔ وہ ایک شہر کا معاملہ تھا۔ اب ہم کہاں اور وہ کہاں اسکا خاد کیوں آئے دیکھا۔ ہم کہہ کر یقین نہیں کرتا۔ کہ مہاراجا راجا بابر آکر ٹینگا۔ انوس جاتے بابر کی پیاری صورت نے ہمارے دلیر انسان پھر تک دیا ہے۔ کہ دل کو ایک دم کے لئے چین نہیں آتا۔ آریا۔ اف آیا تم نہیں جانتی۔ صاحبہ بوقت بار چھٹی کو میں نے حضور بابر کے انکے والد کے پاس آئی تھی۔ جاتو دینگے۔ اے ہے آپ نا امید نہ ہو جیئے۔

میم صاحب۔ آیا تم لاکھ کہو ہم کہ ہرگز یقین نہ آئے گا کہ مہاراجا بابر کے پاس آئے گا۔ فرمیں جیسے جو صاحب نے ہم کو باندھ بھیج دیا۔ تو خیر نہ آج ہمارا کا کا باقی حصہ پورا ہو گیا۔ آیا اپنی تسلی آمیز کلام سے میم صاحب کے غم کو لاکھ لاکھ ضرر کرتی تھی۔ لیکن عیاری بیٹھی صاحب کی بیقراری کہیں آکا تھوڑا ہی تھا۔ جیوں ضرر ہو جاتی انوس اس دل کا آٹا ہی برا ہوتا ہے۔ جہاں کسی پریشانی پر یہ آیا۔ اور اس نے وہ کیا کہ زندگی دوسرے ہو گئی۔ اسی میم صاحب کو دیکھئے کہ وہ دنیا کے سب کاموں پر

یہ خاک ڈالے بیٹھی ہے۔ ہر دم ایسی کیا دے۔ بارے بقی صاحب کیا پتہ ہے
کہ عشق کا سبق خزانے بھیجا۔ اور وہیں کو بھیجا ہم اپنا سبق بنالیا۔ کاش بابو مہارے
صاحب سے سبق نہ پڑھتا۔ تو کیوں ہماری ہیر دین کی یہ حالت ہوتی ہمارے نزدیک
قوم کیواسطے پردہ کا ہوتا زمما ہے۔ یہ پردہ لکے نہ ہونے سے لاکھوں فتور بذر
ہوتے ہیں مگر انگلتی قوم نے پردہ کو ناجائز قرار دے رکھا ہے صرف ایک قبہ منہ پر لگا
پردہ کی رسم پر ہی کب جاتی ہے اور کھلے بندوں چرت ہیں یہ کیا رشہ دیکھنا اچھا نہیں۔

ایک سوال پاب

جہاں میں پڑھتی ہوں۔ کہ میرے چم کو کون کھٹے پر سے اڑائے گیا۔

پتا لگتا نہیں اس کو کہاں پڑھوٹے جانوں

خدا جانے چھپا ہے کجگو وہ کلبدان امیرا

اسوقت ہم اپنے پیارے ناظرین کو کاسنی بائی کی ماں سے انٹرفوٹس کرتے ہیں۔
کیونکہ وہ کسی کے غم میں بہت ہی بے تاب ہو رہی ہے۔

بیلی بائی۔ اے بیتا ورنی کوٹھے پر تو جا کر دیکھ یہ وقت ہو گیا آیا اور ابھی تک کاسنی
سونے سے نہیں اٹھی۔ اور یہ کسوت آسنا یہی تو اہلکس کوٹھے پر جا کر تو دیکھ
انتہی تگور مار کا کیسی بے چارہ سوتی ہے۔ کہ جان اور تن کی خبر نہیں۔

بیتا۔ اے حضور ابھارتو صبح ہی ہے ایسے کیا آکھو ستا پڑھی اچھی۔ جو درد گھر کی
رات سے آپکے پاس آجاتی۔

بلیتیا کیلی بائی۔ اے نا دیادہ تمار نہ کر جا دیکھ تو میری کچی کا دیسے ہی دو چار دلچا
سے پتہ پھیکا۔ تبا ہے

بلیتیا نے جو جا کر کوٹھے پر دیکھا تو وہ لونکا پتہ ہی نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر گھر گئی یہ
ادھر چنڈ تماش کی۔ جبا دو نو کو ندر دیا تو بایاوس ہر کر کوٹھے پر سے اتر گیا کھرباش
میں دنیہ پر سے پاؤں واصل کیا۔ تو اسے گرنے کی اور ترجیلی بائی کے کان میں محسوس
ہوئی تو علید می سے ہنگ سے اٹھی اور زمین میں جا کر دیکھا تو بلیتیا کو زمین پر لیٹا ہوا دیکھا
دیگر خدشہ کا جو حاضر تھی۔ انہوں نے بلیتیا کو اٹھا کر پٹنگ پڑھا اور کتاب کے چھپے دیکھے

جہاں لکھی
کیا تہذیب
خدا خیر

پردہ پڑا
دیکھا اب
میں ہوں
کا کا اندازہ
یا خداتے
تھی پتہ
لے گئے تھے
تے ہو۔
ہم کہاں
اے بابو
پھر تک

والد

ہماری
نہ ملتی
ہو جاتی
نے وہ
مارا

ہوش میں لائی

سب خاموش رہے۔ بے بیتا تم نے ہمارے ہوش گم کر دیے۔
بیلی بانی۔ دیکھو کہ کیوں اسے تیار کر دیا ہو گیا جو تو ایسی گنجی گھر گئی۔

بیلی۔ بانی جی کیا عرض کروں۔ کوئی عطا تو مجھے کاٹ کھا نیکو دوڑتا رہے میں مروت
اوپر کرے گئے تھی اور تم انکو دہن کا مٹی بانی کو تلاش کیا ہے انکا تو کس کس کمرے
میں تہ نہیں اور آستویا ہے۔ میں گنجی گھر گئی اور دل میں کہنے لگی۔ کیوں اسے خدا
تو مجھے کیا دکھا رہا ہے۔ جو وہ ذل میں نظر دل سے گم ہیں۔ کیا کوئی پر سیا اڑا کر لیکھی
پاز میں میں سمجھیں۔ میں جو زمین پر سے اترتا تو میرے پاؤں چھل گئے۔

بیلی بانی۔ دیکھو کہ اسے تو کیا کہتی ہے ورنہ ہوش کی اور۔ تو گولی میری کاپی کو کیا
ہو گیا۔ اسے پیسے میں ڈال دیا گئی۔ اور چھینیں مارتا شہر ورج کر دیں۔ تمام گھر
الٹ پلٹ دیا۔ سپانک کی عورتیں ورنہ ہوتی آئیں۔ اور دیر سے گھر سے
گئیں۔ چاروں طرف کوئی نہیں تلاش کیا۔ مگر کہیں تہ نہیں۔ ایک دیوار پر ایک کسندو
خود پر ہی تھی جس میں اس کے دیکھ جانے کی پورے کا صد اکت کر دیا۔

کامی بانی جبرقت کہ میں سو رہی تھی۔ تو عبارت حسین نے ایک خلیکسی کو گھر
پر پٹنگ مار سی۔ یہ فوڈ ہی کسند کے دیر سے پہنچے کو عبارت خلیکس کے حوال کیا الٹو
یسی اس وقت پاس ہی دوسرے پٹنگ پر پڑی سو رہی تھی۔ اسکی جوتا کھینچ کھلی۔ تو کامی

کو پٹنگ پر پڑا یا۔ ادھر ادھر تمام کسندوں میں تلاش کیا جب کہیں تہ چھل تو مجھ پر
گئی تو دل میں کہنے لگی یا اچھا یہ کیا سبب ہے بالی جی کو کون بلا اڑا لیکھی۔ کوئی سے پس پٹنگ
جو دیکھا تو کسند پر ہی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ اگر میں یہاں موجود رہوں گی۔ تو

عبادت کوئی آنت آیتو امی سے سر نہ اٹھائے۔ پس یہی خیال دل میں آیا۔ اور اسکا کسند
کی راہ سے چمچے کو گھر سے اتر گیا اور اپنے کو اس آنت ناگہانی سے پچا یا
بیلی بانی۔ اچھا پھر میں یہ پچھتی ہوں کہ میری کاپی کو کون کوئی سے پر سے اڑا لیکھا۔

ایک عورت۔ میرے ہیکل کچھ خیال میں نہیں آتا کہ یہ کیا معاملہ ہے
وہ سہی۔ امنوس تو سہیات کا ہے کہ کھنٹ آستویا بھی تو غایب ہے
اگر وہ ہوتی تو کچھ اسی سے پتہ چلتا کہ اب اگر صلہ کیا جائے تو کس سے کیا جاسکتا

میسری عورت۔ اے تو پھر اپنی کوسٹ پر کیوں سونے دیا۔ لوگو کو ارا
چند ادویوں اکیلی پر سیا پھرتی ہیں۔ اے ہے تھنے تو ٹکڑی کی رو دیں لیڈروں سے
بھی زیادہ ڈانڈا دیا ہے۔ اس آواز کا کاتو آجیز ہی نتیجہ ہے۔

بیلی بائی۔ اے تو کوٹے پر سونا کیا کوئی برائی میں بھرتا ہی داخل تھا۔ جو میں
انکو اں کے سونے سے منع کرتا۔ اسکی خوشی تھی کہ میرا دل گھبراتا ہے۔ میں کوٹے
کے اوپر سو یا کر نکلی۔ بیٹے بھی کہہ کیا کہ اچھا بیٹا تم ہیں سو یا کر دھیر ہیں میرا کیا تصور
جواب مجھ پر یہ بھان باندھتی سواتے میں کامنی کا پتا آیا اور یوں گویا ہوا۔

سندر لائی۔ اے صاحبہ ہنسنے تمام شہر قحوظ دار پر اس کا پتہ نہیں ملا۔
افسوس اس لڑکی شام آگئی۔ بد تعیب نے میرے تمام کہنے کی ناک کات ڈالی۔
بیلی بائی۔ اے تم نے کوٹالی میں پتہ تو درج کرا دیا ہوتا۔

سندر لال۔ ارا پتہ تو بیٹے صبح بجا درج کرا دیا تھا۔ پر اب میں کیا کروں۔
میرا تو کوئی تدبیر پوری نہیں ہوتی۔

بیلی بائی۔ کوئی آدمی راجہ پر بیٹھ کر تلاش کرا رہا ہوتا۔

سندر لال۔ سٹیشن پر تو خود گیا تھا۔ اور ان لوگوں سے حلیہ وغیرہ بیان کیا۔ لیکن
انہوں نے جواب دیا۔ کہ صاحب لوگ کہیں کسی کا حلیہ دھرتا ہی یاد رکھتے ہیں۔ اس رنگ

وہ رنگ کی بنیڈر اور عورتیں آگے دن سٹیشن پر اترتی ہیں۔ اور جاتی بھی ہیں۔ آخر
میں مجبور ہو کر اس چلا آیا۔ ایک آدمی راجہ پر دھرتا رہا وہ کیا ہے۔ شام کی

گھڑی دس بج چکا تھا۔ دیکھنے کیا حال تھا تھا ہے۔

میرا راجہ دھرتا لیکن اب بیٹے خیال کیا۔ کہ میں اور صرف ہلی کا رخ کروں۔

مجھے اس لڑکی نے برا تو لیل کرایا۔ کینٹ کر بیٹھے تھو سے یہ کی خط سوجا تھا اچھا
میں اب پھر سٹیشن پر جاتا ہوں۔ اور کرن مراد کا انتظار کرتا ہوں۔

سندر لال تو اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور بیلی بائی اس علم کا اندازہ کرنے لگی
استنے میں سندر لائی بھی آگئی۔ اور اس کے تھا طو حال ہو کر دل کو بیاہری۔

سندر بائی۔ اے تو میں کل اسی کس میں بیٹھا چھوڑ گئی تھی۔

بیلی بائی۔ اے دیوانی وہ تو کل کیا ہوا میرے پاس سے سو نیچو وقت آگیا

اور پسنو تیکو کھی تھی - پھر معلوم کہ آفت نازل ہوئی - کہ کمرے میں سے غائب ہے
ابا سوائے اسکی ایک تحریر کے اور کمرے کاٹ کھانیکو تیار ہے
سندر بائی - اسے میں دیکھوں تو کیا تحریر ہے -

لیلی بائی - آہ اس تحریر میں تو نہ معلوم کیا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے - کہ جو
دیکھتا ہے آٹھ آٹھ آنسو رو دیتا ہے
سندر بائی - اسے تو دوسری مجھے تو دیکھاؤ

لیلی بائی نے صندوق میں لگا کر ایک سفید دستی رومال میں سے ایک سرخ
رنگ کا ٹھکانا لکھ کر سندر بائی کو دیا - سندر بائی اسکو دیکھنے لگی - جسکی عبارت ذیل
میں درج کی جاتی ہے -
تحریر کا مٹی -

اسے حسرت سے میرا نہ تھکنے والی و رو دیوار آج یہ تم کیوں مہکویاں سے
صاف دیکھ رہی ہو - میرا کیا قصور ہے مجھ سے تو میری تو میری حمیت یہ دیا چڑھاتی
ہے - انوس انوس میں کس کس کو لگے لگائوں - اسے مجھ تو یہ پیارا نام رمال
ایک دم کو نہ بھولے گا - ہر دم ہے تابا بنائیکا - اور اس کی آئے والی یاد آکر
میرے دل کو بے چین بنائیکا - (غزل)

کیوں پاس اسے مجھے صحت دکھاتی ہے
کیوں نقد دھوکے دیتی ہے مجھے حیا
رجہ عالم سے دلو میرے کیوں کھاتی ہے
ہے تیر کا اتومیر کا جان جاتی ہے
فرقت میں تیر کا اتومیر کا جاتی ہے
ہر ایک فضا یہاں کی مجھے یاد آتی ہے
مادر کی یاد آئے اور دل دکھاتی ہے
نقد یہ یہاں نہ دیکھے کب مہک لاتی ہے
گوہر ایک چیز تو مجھے ڈراتی ہے -

سے مجھ کو دیکھنے والو خوب جی بھر کر دیکھ لو - میری پیار سی صورت پھر
تم کو ہرگز دیکھنے کو نہیں نہ آئے گی - انوس اب میں اسلینک روم کو بھی
چیز یاد کھتی ہوں - اسے تم کو یاد دہی سے تھکنے والی کا مٹی
لیلی بائی - سندر بائی اس تحریر نے تو میرے جو اس یا شہ کر دیئے ہیں اب

کہاں اسکو ڈھونڈوں۔ اے اس کا یہ بے تابانہ غزل نکھتا میرے دل کو بے
تاب بنائے دیتا ہے

سندر بائی۔ واقعی یہ غزل انکی بے تابی کی پوری صداقت کر رہی ہے۔

یلی بائی۔ سندر بائی تم سے کس قسم کی تمکاتیت زندگی تھی۔

سندر بائی۔ اے میرے تو کچھ نہ کہا تھا۔ میں نہیں سنہی و شعی چپوڑ کر گئی

تھی۔ پھر نہیں معلوم کہ یہ قیامت کیوں یہ پا ہوئی۔ جو وہ یوں کمر

میں سے غائب ہیں۔

یلی بائی۔ اے بے میں تو اب کہیں نہ دکھانے کی نہیں رہی۔ اس لڑکی

نے وہ قطعہ اٹھایا ہے۔ کہ تمام کینہ کی چیز سے ناک کاٹ ڈال۔ اتنے

میں پدر کامنی انے پاؤں گھر میں آیا۔ اور اپنی بوسا سے یوں گویا ہوا۔

یلی نے کہا اے سچ کہو کس کے ہاں۔

سندر لال۔ اچھا میں کرشن مراد کی تو تمہارے ساتھ ہی بولائے لاتا ہوں۔

تم خود اس سے معلوم کر لینا۔

سندر لال گیا۔ اور کرشن مراد کی کو اپنے دیوان خانہ میں بلا لیا۔

یلی بائی۔ اے مراد کی پیرن تھے کہاں کامنی بائی کو دیکھا وہ راہ پر ہے

کرشن مراد کی کیا عرض کروں کامنی بائی نے تو ایک سسٹم کر دیا۔ درپور کی ہجرت

سراٹے میں آج عصر کی وقت وہ ٹنگھار کے سامنے بیٹھی اپنے حسن کو دہا

کر رہی تھی۔ میرا اس نے ذرا جھپک جو دیکھی تو فوراً بھا اپنی ساڑھی کے آٹھل

سے منہ کو چھپا کر اندر گھر میں اندر کو چلی گئی۔ میں نے بیٹھا تھا سے تمام کچا

چھینا سن لیا۔ اب میری رائے سے چکر کو تو بالی جڑو بھیگا۔ تاکہ ابجا رحسین کو

بھی گرفتار کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ سندر لال نے نو بجے رات کو

جورامپور تشریف لایا ہے۔ اس حایم میں آکر سب خروں کو گرفتار کر دیا انہوں

چارے بے یار دیار دیا رما فر کو اس ظالم نے پولیس کے متھکنڈوں

میں پھنسا دیا۔ اب خدا ہی انکو بچانے والا ہے

رواں سما۔ دھارے میاں عشق

کو تو ال۔ کیوں بھائی تم اس عورت کو کیوں بھگالائے ہو۔

اعجاز حسین۔ میں کیوں بھگائے لگایہ جزائی ہے

کو تو ال۔ کیا جزویاں کر آئی ہے۔ اچھا پھر یہ تمہارے ماعتہ کیوں ہے

اعجاز حسین۔ اس کام میں کیا جزا دوں۔

کو تو ال۔ یہ کیوں صاحب کچھ تو لہو۔

کو تو ال نے ہر چند مدوم کیا۔ مگر نہ تو تمہارے مسافر نے بتایا۔ اور نہ کاسنی

پانی نے سب سے انکیں کو دیکھا۔ جب اعجاز حسین پر ثبوت پورے طور سے

نظر آیا۔ تو کو تو ال صاحب نے چالان کر دیا۔ عدالت میں مجسٹریٹ صاحب

بہادر کے سامنے مقدمہ پیش کیا گیا۔ مجسٹریٹ صاحب بہادر نے بہت کچھ

الت پلٹ کر دیکھا۔ بعد کو اعجاز حسین کو سامنے بلایا۔

مجسٹریٹ۔ کیا تم اس عورت کو بھگالایا۔

اعجاز حسین۔ جی نہیں۔

مجسٹریٹ۔ تو کیا یہ لوگ تمہارے اوپر جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

اعجاز حسین۔ یہ لوگ یا وجہ مجھ پر بہتان لگاتے ہیں۔

مجسٹریٹ۔ پھر تم کیوں اس عورت را پور کی سرکے میں گرتے رہو

اعجاز حسین۔ اتنی سبب تو حضور مجھ سے دریافت ہی نہ کریں۔

مجسٹریٹ۔ کیا تم سے اور سند رلال سے نفقہ ہے۔

اعجاز حسین۔ جی مجھ سے اور کاشی کے بایا سے ایک مدت سے بزرگکان

عداوت چلی آئی ہے۔ اس وقت انہیں موقعہ مل گیا۔ کہ میں اور انکی بیٹی ایک ہی

عقدیاں کے مال تقیم پڑی رہے۔ لیس انہوں نے بیٹے کے قتار کرادیا ہے

اور اگر خیال کیا جائے تو میں صاف باطل ہوں۔ مال اب یہ صلہ مجھ کو

مہوٹنی کا ملا۔ مجھ میں اس وقت یہ سراسر اجلاس مجھوں کی طرح باقی

کر رہا ہوں۔

مجسٹریٹ۔ اچھا تمہارا کوئی گواہ عداوت کا ہے۔ کہ تم سے اور سند رلال

سے کسی قسم کا چشمک ہے۔ اعجاز حسین تم اپنا ثبوت پورے طور سے دیکھنا

صاف برسی کرونگا۔ اس سندرلال کو ہم ورنہ کوئی میں تین سال کو ہم جیل کا ہو
کھلا بیگا۔ عمار کام الضاف ہے۔ اس وقت تم پر پورا ثبوت کامنی بانی کے ہوگا
کہ گذر رہا ہے۔ بہاؤم کیونکر جیل سے بچ سکتا ہے۔

اعجاز حسین۔ اناں میرے گواہ ہیں۔ اول تو آپ اس لڑکی ہمارے میری
نسبت گراہی ولایت لکھی گئی۔ پھر بد کو میں اور گواہ بھی پیش عدالت کرونگا۔ غضب
خدا کا میں تو لکھنؤ جہاں واقعہ تیرے ایک دوست نے مجھے بتایا ہے۔ میں تو
کامنی بانی کو جانتا بھی نہیں۔ البتہ وہاں سرے میں ایسی ایسی حرف تین تین ہو
ملقات ہوئی۔

محشریٹ۔ تم پر تین سو روپیہ کے زیور کا سند ملنے کے بعد اسے لکھا ہے کہ
میر کا لڑکی تین سو روپیہ کا زیور پیکر فرار ہو گئی ہے۔ عمار اعجاز حسین اسکا پتہ
ہم لکھ دیا ہے اور وہی بھگا کر لکھ دیا ہے۔ وہ مجھے بھی سپت میں درج ہے، اب تم کو
لڑکی کے گرفتار کرالائے ہیں۔ ہمارے نزدیک جتنا ہے اوپر ذکر کیا ہو جائیگا۔
اعجاز حسین۔ عمار حسین بڑے امنوں کی بات ہے کہ عدالت کچھ بھی ٹول نہیں
کرتی ہے۔ اور محض ایک شخص کو مجرم قرار دیکر قید کرنے کے درپے ہو جاتی ہے
محشریٹ۔ ویکھو عدالت کا یہ کام نہیں۔ صرف گواہ لگتا ہے اگر تم اپنے بچ کا
بہو نکال چاہتا ہے۔ تو اپنی صفائی کے گواہ پیش کرو۔ اگر سندرلال کے گواہ صفائی
کے صاف تر گئے تو تم کو تین سال کا جیل ہو جائیگا۔ اور اں اگر تم اپنی صفائی کے
گواہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم ضرور سن سکتا ہے۔

اعجاز حسین۔ مجھے امنوں حرف اسی بات کا ہے۔ کہ عمارش ساری سندرلال
کی ہے۔ جیوں اس نے مجھ کو گرفتار کرادیا۔ کاش اگر مجھ کو یہ خبر ملتی تو میں ہرگز
ہرگز پور نہ جاتا۔ محشریٹ نے کہا جہاں ہم یہ مقدمہ منقل کر لگا۔

اعجاز حسین بڑا ہارٹ لیا ہو گیا کہ اب جانتا تھا۔ کہ میں موت جیتے تھا
آفت میں تھا ہر جا لگا۔ ان عشق تیرے جھگڑوں سے بچائے تھے یہاں لگا
ہو کر میں کہ نہ کی۔ ان میں اسکی یہ حالت ہوئی۔ کہ آج عمار محشریٹ صاحب بہادر
کے سامنے کھڑا کی جیانی وصال سے صفحہ ویران جانان کی پیکر اس میں خوں

در نہ کامنی
احول سے
صاحب
نے بت کچھ

رنگات
یہ بھی
ہے
بہ شکر
بائیں

سندرلال
دلکیتا

جگر سے تنگ آئیں گے کر رہے کسی کی یاد آ کر تلی آئیں گے اس سے اس کے دلوں تنفس کرتی
 اور کہتی ہے کہ جہاں تک میریں چلیگا۔ تجھے صاف بری کر دوں گی۔ مگر یاں کہتی ہے۔
 ار کا دیوانی یہ تو برا پھنسا ہے۔ ایا کیونکر رہا ہو سکتا ہے۔ اوسکی کی آرزو کر رہا حسین
 کے گرد اگر دھرتی ہے۔ اور کہتی ہے پیارے میں مجبور ہوں۔ میرا کوئی قصور
 نہیں ہے۔ اگر میری قسمت نے مجھ کو مدد دی تو مجھ کو اپنے دل سے ایک دم
 کو جدا نہ کر دوں گی۔ گو میں دوسرے برن کی عورت ہوں۔ تاہم تیرے محبت میرے دل میں اپنا
 گھر کر گئی ہے۔ انہا پ کے ظلم و توہمایا سے مجبور ہوں۔ در نہ دل بچہ کو گرفتار کر کے
 نہیں نہیں پیا میں خود ہی تیرا الفت میں چھپنا چور ہوں۔ اور مجھ کو تو بھی محبت میرے
 چاہے زندان میں تیرا الفت کی کڑیاں پاؤں میں تو ملکر منشیہ کے واسطے قید کر دیا ہے
 کاش بی ظلم میری امید نہ کا خون نہ کر تا تو چھوڑا۔ چھینے تو کوئی عیش زندگیاں اٹھا یا
 بھی نہ تھا۔ کہ نہ نامید کا لے یوں آکر اپنا بیوہ چہرہ دکھایا۔ افسوس کی زندگی کا یہ باقی
 حصہ پونہ روئے رونے گزر گیا۔ جو اس قدر ظلم اور تعدد سے پیش آ رہا ہے
 ہمارا میرے دین بے قرار ایک پولیس میں کی حراست میں جہاں کے بڑے دن کا تھا ہوا
 محبت میرے۔ (دینکار سے) ہاں مجھ کو حسین اور کاسنی کو۔
 چہرہ اسی خود ترا ہوا گیا۔ اور ہمارے دو لون ملازموں کو بلا کر کہا کہ آؤ مجھ کو
 محبت میرے۔ (دشمن کو دیکھ کر) تم کیوں کاسنی یاں کو بھگا کر لایا۔
 اچھا زحیلین۔ میں کیوں بھگائے لگا۔
 محبت میرے۔ تم تو مرقہ پر بد کاسنی یاں کے گرفتار ہو کر۔ اب تم ہمارے سلسلے
 پر تھے کہ ہم کیوں بھگائے لگا۔ اگر تم نہ لایا۔ تو اسکو کون بھگا کر لایا۔
 اچھا زحیلین۔ میں تو بکھٹو جارا تھا۔ مجھ کو سندھ لال نے کینہ جوئی ہے گرفتار کر
 دیا ہے اب میں اور کاسنی ایک ہی ہتھیار کے مال قیام پدیر رہے۔ لیکن مجھ کو
 نہیں معلوم تھا۔ کہ یہ کیا امر ہے۔ ورنہ میں ہرگز وہاں نہ ضرر تھا۔
 محبت میرے۔ خوب۔

کیا نہ دلال اس وقت حاضر عدالت ہے

عدالت چوسنے والے نے بلا کے واسطے مجھ پریت صاحب بہادر کے کمرے میں

مجسٹریٹ۔ کیوں سدر لال کیا تم اپنا گواہ دے سکتا ہے کہ اعجاز حسین متہارہ کی
 لڑائی کو شب میں بنگا کر بیٹھا ہے۔ سدر لال نے کہا حضور میں ابھی یاد کرتا ہوں۔
 مجسٹریٹ۔ اچھا باڈو اشرف علی کو گواہ کون ہے چیرا سنی نے اشرف علی کو گواہ کر بلا کر
 پیش کیا۔ مجسٹریٹ نے کہا۔ کیا اشرف علی گواہ متہارہ ہی نام ہے۔
 اشرف علی۔ جی حضور مجھ کو بھی اشرف علی کہتے ہیں۔
 مجسٹریٹ۔ تم کیا یہ کہہ سکتا ہے کہ تم خدا کو حاضر ناظر جان کر سیج بولے۔
 اشرف علی۔ میں سیج کہتا ہوں۔ کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر سیج کہہ نکلا۔
 مجسٹریٹ۔ تم نے اعجاز حسین کو اپنے ہمراہ کاسنی بائی کو لے جاتے دیکھا۔
 اشرف علی۔ حضور میں بٹیک اسٹیشن پر اعجاز کے ہمراہ کاسنی بائی کو دیکھا
 تھا۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اعجاز حسین دھوکا کے لئے جاتے یا وہ
 خود فرار ہوتی ہے۔ مجسٹریٹ۔ پھر تم اور کیا جانتا ہے۔
 اشرف علی۔ میں بریل کر جا رہا تھا۔ میں اور اعجاز حسین اور کاسنی بائی ایک ہی
 کمرے میں بیٹھے تھے۔ اور اعجاز حسین اور کاسنی بائی راہپور کے اسٹیشن پر
 اڑ گئے۔ بس اور میں کچھ نہیں جانتا۔
 پٹیکار نے بیانات کا کلمات بند کر کے اسکو اشارہ کیا کہ تم باہر جاؤ ورنہ اگر وہ بٹیا گیا
 مجسٹریٹ۔ کیا انوار حسن گواہ متہارہ ہی نام ہے۔
 انوار حسن۔ جی حضور مجھ کو بھی انوار کہتے ہیں۔
 مجسٹریٹ۔ تم خدا کو حاضر ناظر جان کر سیج بولو۔ کہ تم نے دیکھا کیا۔
 انوار حسن۔ حضور میں یہ جانتا ہوں۔ کہ اعجاز حسین سے ایک مدت سے
 کاسنی بائی سے ملاقات ہے۔ اور اعجاز حسین کے دل کاسنی بائی کے پاس لایا جایا کرتا
 تھا۔ اور مجھے کاسنی بائی سے عرفہ کاراد سے باتیں کرتے بھی سنا تھا۔ اور زیادہ میں
 نہیں جانتا۔ ان یہ حضور میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ انکی دل محبت خرد ہوتی۔
 مجسٹریٹ۔ متہارہ اگھر کیا کاسنی بائی کے گھر کے قریب ہے
 انوار حسن۔ جی حضور کاسنی بائی میرے کامیابی میں رہتی ہے
 مجسٹریٹ۔ دچیرا سنی سے اچھا کاسنی بائی کو بلاؤ۔

تشہیر کرتا

ہے۔

اعجاز حسین

کی تقریر

ایک دم

دیں

کر کے

ش

دیا ہے

اعجاز

کاسنی

راہے

کاسنی

سے

بجرت

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

کامی بائی کو چہرہ سیاہ و روزہ کچھ کا جو بلایا۔ یہ بیچاری شرم کی لالہ کا سر نیچا کئے
 ہوئے بر سر اجلاس کھڑے اپنے غم کی داستان سنا رہی ہے۔
 مجسٹریٹ۔ دل کامی بائی تم کو کیا اعجاز حسین عمو کا کر کے کیا ہے۔ یا تم خود بگ
 تم قیام و بیرونہ۔ کامی بائی نے وہی ہوئی اور اسے کہا کہ میں خود بگا۔
 مجسٹریٹ۔ وہ کھلو تھلا باپ تکلیف دیتا تھا۔ جو تم نے ضروری اختیار کیا۔
 کامی۔ اس امر کی نایت میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔
 مجسٹریٹ۔ دل کامی تم کو اعجاز حسین لیکر فرار ہوا تھا۔ تم خود نہیں بگا گئے۔
 کامی بائی نے اس سوال کا جواب نہ دیا۔ اور چپ غم کے اشیاع پچھ پچھ کر شرم کا سینہ دیکھ
 رہی ہے۔ مگر اتنے اس کے چپا رہنے سے ہمراہی اعجاز حسین کی امید نکال کر
 حیدر علی مجسٹریٹ کو حافی یقین ہو گیا۔ کہ کامی کو اعجاز حسین لیکر بگا گیا ہے۔ مجسٹریٹ
 صاحب بہادر نے حیدر علی حیدر لیکر اعجاز حسین کو سنا دیا۔
 دل اعجاز حسین تھک رہی تھی وہ وہ بہت تھک رہی تھی اس کے تین حال قید کیا گیا
 ہے۔ اگر تھک کوئی غم و حیدر لیکر لے کر لے کر کامی بائی کو ہم نے برسی کیا۔ اس
 اعجاز حسین کے دلیرانہ فعلوں نے کیا اثر ڈالا ہوگا۔ اور کامی بائی چپ کھڑی تھی
 یہی خبر اس کے کچھ بن ڈالیا۔ مجسٹریٹ نے پولیسمن کو اشارہ کیا۔ پولیسمن اعجاز
 حسین کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور کامی بائی بیکار ہو گئی۔ اسکی حالت مندال نے جو
 دیکھی۔ بے تاب ہو گیا۔ اور اپنے ہمراہ لے گیا۔ یہ دیکھا کہ صبر کا پر فرقت جاتان کے
 دن بھٹکتی گئی۔ اور غل ماہی ہے آپ بستر خیم پر پڑھا کرتی بدلتے گی۔ اور کسی یاد
 میں دوتے رہتے پناہ برا حال کر لیا اسکی بھولیاں آتی ہیں۔ اور اسکو دیکھ کر شدر ہو
 جاتی ہیں۔ اور چپ جلی جاتی ہیں۔ لیکن کسی کو اتنی حیرت نہیں ہوتی۔ کہ
 اسکی دل کی بے تابی کو اپنے شرین کلام سے فر دے سندریا کی بوجھ اسکی بھول
 دیتی ہے اسکی بہت مزاج والی ہے اسنے ہنس ہنسی میں کہا کہ کیوں اس قدر بیکار
 کو سر چہرہ محالہ کھا ہے۔ اسے ہے ہم تو تھا سے اسکا کہہ دیتے دیکھتے
 بھگات ہو گئے۔ لیکن تمہیں اعجاز پر وہ نہیں۔
 کامی۔ پیار کا شہر بائی میں تو اب دنیا کے کو ٹکڑے تباہ نہیں رہی ہے

الہدای میں کیا کروں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرے دل پر کیا کیا نہ گزری گئی۔ کاش
 مجھ کو بھی پیارے، عمائدین کے ساتھ قید کر دیا سوتا تو سیر تھا۔ ورنہ اب میں بھی
 کیا کر دیتی۔ پیاری سند۔ بائی تم ایک دن من لینا کہ تمہارا پیارا بیویا سے گزر گئی۔
 انوس تم میری بھولی صورت کو ہرگز دیکھنے کو مجھ سے نہ آئے گا۔ پیار کا سدا میرا ساتھ رہا
 دل اس قدر اندھا ہو کر آ رہا ہے۔ اور دل کا بے تابی حد سے تجاوز کر گئی ہے میں
 اپنے واسطے خدا سے دعا مانگتی ہوں۔ اور کہتی ہوں کہ میری عمر کو حاصل مراد پر عمل
 لگاؤ۔ انوس کچھ میرے گزرتے سکاٹے نہیں ہوتا۔ تو کسی کی جدائی میں پرہیز
 اچھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ کہیں اصلاح کم نہیں ہوتی۔ میری کوشش تمام رائیگاں
 جاتی ہے۔ انوس میرے لب پر وہ الفاظ آئیں گے آ کر رہ جاتے ہیں جگہ کہتے سے میرے
 تھک کا ہوا ہے۔ میرا پیار کا سدا میرا ساتھ رہتا ہے۔ کہ میں نہیں کہہ سکتی۔

سندری بائی۔ پیار کا سدا اس قدر حریف اور کیوں ہوئی جاتی ہو۔ آدرو تک ہو بیوایا جو تمہاری
 گنتی وہ تو ہو گئی۔ میری اچھی بہن تقدیر کا لکھا تھا نہیں۔ تمہیں عفت نہ سچ ہے
 میرا راکے میں آپ اپنے دل کے بدلے کیوں بھٹکے کوئی شغل نکالیں۔ اب بھوتو
 کو سدا انھی کو چھوڑ دو۔ اس سے کوئی نیتہ نہیں نکلتے گا۔ اور آپ کی طبیعت
 میں اور سودا ہو جائیگا۔

کاشی۔ اہ سندرا اب میں دنیا میں رہ کر کیا نہ دکھاؤں گی۔ میری اوقات تو اس طرح
 پرانے دنوں سے ہوتی ہے۔ کہ میں انکی خوبی اپنی زبان اور انہیں کر سکتی۔ میرا دل
 آتھیر پر کھڑا ہے۔ پر میں میری ہوں۔ کیونکہ میری آدرو پر پانی پھر گیا۔

سندری بائی۔ انوس مجھ کو تو بات کا بڑا سچ ہے۔ کہ یہ تم کیا عفت کر رہی
 دیکھتے تو تمام کہنے نے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دیا۔ اور کوئی رخ بھی آپ کی طرف نہیں کرتا
 کاشی۔ اب تہہ انکی تربی پر وہاں صلا نہیں۔ کہ کوئی میری عزت کرے یا نہ کرے
 میرے دل پر تو کسی کی یاد نے کچھ اب انوس پیو نکالے کہ میں دوزخ میں رہ جاؤں
 جاتی ہوں۔ اور تم سوچو تو سہی۔ جب میرے پیو سے میرا دل کوئی نکال کر
 لے گیا ہو۔ اور میں کیوں کر بے تاب رہوں۔

راہی۔ سچ ہے

سندربائی۔ اس دل نے تمہارے واسطے اور شعلہ افق پایا ہے کہ بتیں یہاں تک بزم
کر دیا ہے۔ کہ تم کہیں نہ دکھائیے قابل نہیں ہی۔

کامنی۔ اچھا میں کیا کروں تم ہی کوئی صورت نکالو۔

سندربائی۔ انوس میں کیا کر سکتی ہوں۔ میرے نزدیک تو تمہارا پہلو سے نکلا
دل اب ہرگز قابو نہیں آسکتا۔ فرض بیکیے اگر تمہارے دل کو لشکین بھی ہو۔ تو
کیسی پیار سی صورت تمہارے پیش نظر کی جائے تو شاید قرار ہو۔ چتر ممکن ہے۔

کامنی۔ میں کنوت دینا بھر کی سرگوار کندہ سر کے طعنے خستہ دانی اب کیوں کر اپنی
زندگی کا باقی حصہ اس عالم میں تائیں رکھ کر گزاروں گی۔ مجھے تو میرا شرم یا حق پرکھ کر گھر کے
کنوئیں میں رکھ لیں۔ دیتا اور کہتی ہے۔ ارے کنوت کی تیرا عشق کراؤ دقتیں سے
زیادہ زالا ہے۔ دیکھو انہوں نے کسی اپنی تئیں جانیں کسی عشق کے میں گنوائیں
حب آج تک صفحہ دنیا پر شہو ہو رہا ہے۔ کاش تو بھی ایسے کرے تو دنیا میں یہ بھی ایک
خرب اشل ہو جائیگی۔ سندربائی۔ بہن جو پارا پارا غلیل نہ کہ تاتہار و سنو کی
جان نہ ہوگی۔ تو ہم لوگ کیا کریں گے۔

کامنی بائی۔ سندربائی تم خود انداز کر سکتی ہو کہ میرا بیقرار کیا از حد تجاوز کر گئی ہے ابیرا
جول میرے قایوں میں نہیں ہے۔ اے ہے اسکو تو میرے پہلو سے کوئی چہرہ کرے گیا ہے
اور میں بیٹھی یہ تماشہ دیکھا کہ۔ اگر میرا کچھ دوسرے ہوتا۔ تو میں کیوں بیچانے دیتی۔
وہ ذکر چھپیں نہ لیتی۔ پر اموس تو یہ ہے کہ مجھے اس امر کی کاؤں کان خبر نہ ہوئی۔

سندربائی۔ اہا ہن تمکو بٹیک خبر نہ ہوئی ہوگی۔ پیار کیا اب تو دل پر اوقہ رکھ کر اس کو
دہن کر کم ہونے دیجیے۔ نہیں تو جانے یہ کیا آفت ڈالیا گیا۔ اور تمکو کد سے زیادہ
بے قرار دیکھا گیا ہے ہار کا بار دن زیادہ آئی تم دار کا دیر سو رہو۔

کامنی بائی۔ میں کیا خاک سو رہوں۔ مجھے تو کسما کے خیال میں ایک غلط آنکھ چھپنے
کو نہیں چھوڑتا۔ خدا کا ہن بٹیک تمکو نشید کہاں۔ لیکن پیار کیا میں اب جاتی ہوں
سمکھو ضرور بظہر حاضر خدمت والا ہو کر شرف قدم میرا حاصل کر دے گا۔

سندربائی تو کامنی بائی کو تشغی دیکر چلی گئی۔ اور یہ اور زیادہ کچھ نہ لگی ہنگ پر سے
اچھی اور ادھر ادھر ٹپٹنے لگی۔ تاکہ دلی بیقرار کیا کو سمجھا تی ہے لیکن وہ ایک کی سنتا ہے

تسلیم
یہ نکلا
دستور
ہے
اپنی
کیر
سے
گنوار
یہ بھی ایک
تشریح
ابیرا
یہ
اس
یادہ
بجی
فی
پر
ہے

تینا کی دل اور وسوسہ بڑھ گئی۔ دل میں کہتی تھی اری ویا اب تو کسوا سے جیتی ہے۔ اور ویا کے لئے منہ ہی ہے حکو تو نے دل دیا۔ وہ تو اپنی زندگی کے برے دن جیل میں بکثت رہا ہے تو عیش و انال ہو کر سہرا پر ہوا آرام فرما کے حیف ہے۔ وہ تو تیرے واسطے ایک دو گز لٹ کے حکو تے پڑا تیری یاد کا تیس پر تہے اور غم حدائی کے حد سے اٹھائے انوس اور تیرے غضب کر رہا ہے اسے میرا کیا اسی کا تمام تقاضا کے انت ہے۔ اری ویا اب وہ وقت یہ شتر گوم پڑھ پڑھ کر سنائیگا۔

جبہ میں وہ تشریح لگاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں تو میں کچھ بھی تیرا نام و اد کچھ بھی نہیں جبہ کو بھی لازم ہے کہ اس کے واسطے اپنی جان نکرا کر اپنا نام کر جا خیر دیکھا جائیگا یہ تو میرے اختیار میں ہے۔ اب ان میرے دل میں اس وقت یہ کیسی طیش اٹھ رہی ہے کہ وہ مجھ کو بتا دے کہ وہ تیرا ہے اسے در مان جراتی تیکو اب میں روں۔ کہ دل کا طیش پر غیال کروں۔ یہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہی ہے۔ پس کامی تو یہ وہ زبان نہ کھول۔ خاصہ شہر جا رہا ہے تیرا عیا حالت کا ایک عالم میں مصروف ہوڑیگا۔ اور زمانہ میں تیری الفت کا ان شہر ہوگا۔ خیر جی مجھے ان باتوں سے کیا سروکار

سوس مصنف

میری محنت میری ہمت اور یہ میرا خیال زندگی اور اس پر ہے اب ملال
منا کیا معنی اگر دیکھے کوئی اگر حال بھول جائے عیش و عشرت رنج ہوا سکو ملال
میرے غم کی ہے آکر کوئی اگر یہ داستان کھوئے پر آمادہ ہو جائیگا وہ پھر اپنی جان

چو پیواں باب

تم نورانی مہار جی دیکھتے ہی چلے آؤ

وہ جانتے ہیں اگر چہ کن کنوں سے چلوں زندہ بہر نگار مگر تیرا در جاناں کیوں کر ہم اس وقت اپنے سر دے مانتے ایک انگڑی می نکلی ہوئی اچھی دیکھنے میں جس کو وہ بار بار اپنی آنکھوں سے نگاتا ہے۔ اور خوشی کے مارے جاے میں پھولا نہیں سکتا ہے۔ اور کبھی دل میں کہنے لگتا ہے کہ ساری عنایت میں صاحب کا ہے ورنہ

صاحب جمع کو کیوں بلانے۔ میرے خیال میں میرے کھپار کا دین نے میرے واسطے
 صاحب سفارش کی ہوگی۔ اسوجہ سے چھٹی آئی ہے۔ اب میں کیا کروں۔ بابا جان
 تو جیسے ہی ہم صاحب سے مدد گن میں وہ کیونکر جانیکو کہیں گے۔ خیر میں جانتا ہوں
 اگر اجازت والے کے جانیکو دیدی تو حیرت میں حود چلا جاؤ گیگا۔
 ہمارے نوجوان نے جاکر اپنے پدھر پر گوار سے صاحب کی چھٹی آنے کا ذکر کیا

پدر نوجوان۔ کیوں کہ یہی چھٹی آئی ہے۔ اور صاحب نے کیا لکھا ہے۔ اب
 صاحب باندہ نہیں تشریف رکھتے ہیں۔

نوجوان۔ جی انکو تو گئے ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گذرا۔ کھکتہ راجکھات میں تشریف رکھتے
 ہیں۔ اور وہیں سے یہ جگہ طلب فرمایا ہے۔ اور چھٹی میرے پانے کے بارے میں چھٹی

جمعٹی۔ اور چونکہ اس قدر تم خوش رہو۔ ہم میں سے کسی کو کھکتہ راجکھات
 ہم نے تمہارے واسطے ایک جگہ کلکتہ کا خالی کر دیا ہے اگر تم آنا ہے تو اسے رو
 کا تنخواہ ہے تم فوراً ہی ہماری چھٹی دیکھ کر چلے آؤ ورنہ ہم سے ہم شکایت نہ کرتا۔ فقط
 نوجوان۔ اگر تم میرے کو اجازت میں تو میں چلا جاؤں۔

پدر نوجوان۔ نہ کچھ سوچو (پھر) نہیں ہم اتنی حقیر سی تنخواہ پر تم کو اتنی دور سفر نہ
 جانے سنئے۔ نوجوان۔ تنخواہ تو صاحب پھر بھی اضافہ کر دینگے۔ بڑے اندر کی بات
 ہے کہ آپ یوں انکار کرتے ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں گا تو صاحب بڑے ناراض ہو گئے۔

پدر نوجوان۔ تمہاری خرچی لو کر کسی کے کام سے تو ہم ٹھوکر کرادیں گے۔
 نوجوان۔ آپ کی بات اس قدر ترسی کا پہلو ہے ہوئے ہیں کہ میں کچھ عرض نہیں
 کر سکتا۔ پدر نوجوان۔ اسے بیوقوف ہم ٹھوکر کر دیا جانے کے لئے آجازت نہیں
 دینگے ہم تمہاری کرتوتوں سے خوب واقف ہے

ہمارا نوجوان یہ الفاظ شکر نہایت پریشان ہوا۔ اور واپس آیا کہ ابھی سب کو چھوڑ
 پہاڑ کے چلا جاؤں۔ لیکن عقل نے دودھ کر پائوں پکڑے اور کہا اسے دیدیا ہے یہ تو کیا
 کرتا ہے۔ اسکا برا اثر تیرے اوپر پڑے گا۔ کیا تو کسیکے بڑا نام کرے گا۔ یہ اسکا وہ کر کے
 گھر میں کیا۔ تو قصہ نے دیکھ کر اپنی امی سے یوں کہا۔

تصور۔ اسے امی جان بوجھائی جان میں جانتا ہوں۔ کچھ کچھ اداس اداس ہیں۔

مرد ری خاتم۔ اے بیٹا اسکا ائے دن جھگڑا رہتا ہے۔

تصور۔ بھائی جان نصیب ادا کیسی طبیعت ہے۔

سجاول حسین۔ کیا عرض کروں امی جان دیکھو بابا جان کئی سقندر میرے اوپر تکیہ کیا کہ آج صاحب نے چھی میرے ہانے کے بارے میں کلمتہ راجکھاٹ سے روانہ فرمائی ہے۔ لیکن پدر صاحب کا حکم ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے اور صاحب نے میری نوکر کا کئی ٹھیک لگائی ہے۔ میں اسکی عرض سے تو صاحب کے ٹھیکے پر چھایا کرتا ہوں۔ مگر بابا میرا جانا ہے سود ہو گیا کیونکہ اسات میں صاحب نے مجھ کو بھی لکھ کر طلب فرمایا۔ اور میں نہ گیا تو وہ سقندر ناراض ہوئے اور میرے تمام عمر کو بکری بنے دیکھنے میں یا تو نہ چھپا کر کہیں چلا جاؤنگا۔ یا کچھ کھار ہنشدہ کیلئے آپ لوگوں سے رخصت ہو جاؤنگا کیونکہ ہر گھر کا مجھ سے یہ اکثر سیاہی نہیں سنی جاتی۔ اب میں بہت ہی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ تب آپ کے سامنے ایسے الفاظ نہ پڑ لایا ہوں۔

مرد ری خاتم۔ دو بار کہیں اب نہ کر بیٹھتا۔ اے بے میں تو دھرم کی چالوں سے وق ہوئی ہوں۔ اے ہے انہوں نے مجھ کو عاری کر دیا ہے۔ لوگو اب میں کیا کروں۔ میرا وعدہ پھرتے ہے۔

نوجوان۔ امی جان پھر انکو مجھ سے آتھائیوں نبض ہو گیا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے مرد کا خاتم۔ بیٹا لوگوں کے لائی لگانے سے

نوجوان۔ دیکھئے ایک دن میں کہ شاؤنگا دو الفاظ ایسے کہ شاؤنگا جن سے انکو ایک قسم کا حد نہ ہوگا۔ یہ اسقدر جرم میرے ورپے ہوتے ہیں۔ بار بار میری زبان پر وہ آتھائیوں آتے ہیں۔ لیکن میری جان انکو دیکھتی ہے اور میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیتی ہے کاش اگر انکو کہے تو ضرور آرزو ہوئے۔ میں تو صاحب کے پاس جاؤنگا۔ بابا جان اجماعت میں۔ یا نہ میں۔ میں چپ کر چلا جاؤنگا۔

مرد ری خاتم۔ خیریں انہیں سمجھا۔ اور تہار کی مناش بھی کر دوں۔ لیکن وہ تو میری بھی سنتے نہیں۔ آفت میں تو یہی ہے۔ اے چلیا جاتا ہا ہر کمرے میں بیٹھتے ہوئے۔ بلا تو لا۔ انہوں نے کیسی میری جان غلب میں خرابی میرے گھر پہنچے کہ دو آنکھوں پر نہیں دیکھ سکتے۔ سجاو بیٹا تم باہر جاؤ۔ تہار کے پیچھے انکو سمجھا

۱۵۵

یا جان

تاہوں

کا ذکر کیا

اب

نہیں کر

ہیں

بعات

سے

نقطہ

نہ

کیا بات

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

دزدگی اور سبجو حسین تو اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور چنبیلی پیر نورجوان کو بلا لائی۔
 پیر نورجوان۔ کیوں تھنے میلو، سورتت بلایا ہے۔ میں کچھ حساب دیکھ رہا ہوں۔
 ماور نورجوان۔ اے میں تم سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ تم اس لڑکے کے پیچھے کیوں اٹھ رہے ہو کہ
 پڑ گئے ہو۔ آج وہ کہتا ہے۔ کہ صاحبانے میرے کو ایک چھٹی۔ اچکات سے لکھی ہے
 تم اس کیوں دال جاسے سے روکتے ہو۔

پیر نورجوان۔ اے تم یہ تو کوسے کیوں جانو ہم تو یہاں کی کرتوتوں سے واقف ہے
 ماور نورجوان۔ کیوں کیا یہ کچھ جھوٹ ہے۔

پیر نورجوان۔ اور جہوت نہیں تو کچھ سچ ہے۔ ایسے وقوع ہم جاسے کتنی بھول
 اٹھتے ہیں۔ ماور نورجوان۔ اے تو وہ مجھے صاحب کی چٹھی دیکھا رہا تھا۔ پیر نورجوان
 تم ان باتوں کو کیا جانو۔ ماور نورجوان۔ اے تو پھر تمہیں کیا جانے دو نہ جہاں اسکا سینگ
 سماے جائے۔ جب اسکا دل کہنے میں نہیں تو کیا کرے

پیر نورجوان۔ واہ اگر میں نے پچھن سے اکیلوک تمام نہ کی ہوتی تو آج کو یہ جانے کیا
 کرتا۔ ہم سے بہانے اکی اصلاح ہو سکے گی کر نیگے۔ کیونکہ تم نہیں جانتے ہو۔
 آج کل لڑکوں کے اعلو کچھ ایسے خراب ہیں۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اب اس
 سے دل بٹ گیا۔ اسکا یہ کرتوت دیکھ منہ کر بھیجہ آتا ہے

ماور نورجوان۔ ارے جو پرار اب تو آوارہ نہیں ہے جیپ کہ تمہارا خیال سے
 اے ہے اسکو صاحب نے نوکر کیا سٹے ملایا ہے۔ پھر تم کیوں جانیکو منع کرتا ہے
 پیر نورجوان۔ تم بالکل احمق بن کی بات نہ کیا کرو۔ دیکھو دیکھو صاحبک پاس بھارے
 نزدیک بالکل مضر ہے

ماور نورجوان۔ اللہ کی سزا میرے بچے کے گول کیے تھجھے اوتھ رہو کر پڑے میں
 صاحب بھوکا پ کی یہ باتیں آچرن معلوم ہوتی ہیں۔ سوچو سے ایسا کون بات ہے۔ کہ
 آخر جانے میں کیا ہرج ہے۔ درکا میں بھا تو سڑا۔ میرا ہاتھ تو گول کی آنکھوں میں
 ٹکنا ہے۔ یہ تو دھماکا مثل ہے کہ آنکھوں کی برائی بہتر ہے۔

پیر نورجوان۔ اے صاحب تم تو حاق فقا ہوتے ہو۔ مل انکر زونکو ہم لوگوں تک بہت
 کیا۔ دراکس امیخ شیخ ہو جائے۔ تو زندگی ہم لوگوں پر رو بھر ہو جائے۔ کیونکہ جو اس

آدمی کا ہر وقت میم صاحب کے پاس جاتا اچھا ہوتا ہی ہے۔ فرض کیجئے۔ اگر جیسا
 بھی کچھ بد گمان ہو جائے تو پھر رائی ہے کہ نہیں۔ اوپر والے لوگ لگاتار اسے بلانے
 فتنہ پرداز ہو گئے ہیں۔ اور ہم کیا کام کے نتیجہ پر آنکھیں کھٹا نہیں کرتے۔

ماورنوجوان۔ تم کہتے تو بیچ ہو مگر صاحب تو بڑے خوش مزاج آدمی ہیں اور سچائی
 سے محبت بھی کرتے ہیں۔ اور ہم صاحب بھی جو ایک دروڑائیں تھیں۔ تو بڑے اخلاق
 کے ساتھ پیش آئیں۔ اور وہ ایک منہس کلمہ آدمی ہیں۔

پدرنوجوان۔ کیا غضب ہے جو تم کو ایسا بد گمانی ہو رہی ہے۔
 ماورنوجوان۔ اچھا تم نہیں جانتے تہ۔

پدرنوجوان۔ اسے صاحب اپنے خاں خاں ثابت ہے کہ سجاد حسین اور میم صاحب
 میں کچھ رسم و رنج کا باعث ظہور پذیر ہے۔ اور میم صاحب نے ہی میرے خیال سے
 اسکی سفارش کر کے صاحب کو اسکے پاس پر محصور کیا ہو گا تم خود اندازہ کر سکتا ہو۔ خدا عزوجل
 اگر صاحب بہادر کو اس امر کی خبر ہو گئی۔ تو جانے کیا آفت پر پا ہو۔ بس میں اسوجہ سے
 اسکو دانا جانے سے منع کرتا ہوں۔ ورنہ میرا کیا ہرج تھا۔

ماورنوجوان۔ اسے جیسا یہ رانا جانیکو اندھا دیوانہ ہو جاتا ہے لوگوں کو محسوس کیا خیر
 پدرنوجوان۔ خیال کر نیکی واسطے یہ بات ہے۔ اب بھی مناسب ہے کہ تم اسکو سمجھا
 اور جب ہم ہی وہی چہرہ دیکھتے تو کھلے بندوں کچھ سے اونٹ لیا۔ اور جو اسکا میچا چاہے گا
 کر لگا۔ تم سلی کر کے دیکھنا کہ جانے سے باز نہ ہو ورنہ دن جانے کے پر غمناک
 دیکھنا لگا۔ پدرنوجوان تو یہ باتیں کر کے انہی کے چلا گیا۔ اور ماورنوجوان نے چٹیلی سے
 نوجوان کو بلایا۔ اور اسطرح سلسلہ سخن شروع کیا۔

ماورنوجوان۔ اے بیٹا سجاد میں تمکو اپنے دم سے بیکم کو جہاد کرنا نہیں چاہتی۔
 میری خوشی نہیں۔ کہ تو میری نظروں سے ایک میل کو اوجھل ہو۔ مناسب ہو گا کہ اگر تم وہاں
 جانے سے باز رہے گا۔ تو میری خوشی کا باعث ہو گا۔ بیٹا سمجھنے کی بات ہے
 کہ اپنے بڑے کوئی بات کہتے ہیں تو مٹھاری بلانی کے واسطے کہتے ہیں۔

نوجوان۔ اچھا جان میں تو بغیر جانے نہ مانوں گا۔

ماورنوجوان۔ بیٹا اگر تم ہمارا کیا نہ مانو گے تو بہت بھٹا دے گا یہ تمہیں اختیار ہے

روہو کر
 لکھا ہے

ہے

ناہول

جوان

تائید

نے کیا

ہو۔

بس

سے

رہا ہے

اجار

میں

میں

میں

نہایت

جوان

مبارجہ حق سمیہا فیکہ فکاسمہا دیا۔
 نوجوان۔ خیز میر کا تقدیر میں پرکھا ہو گا۔ وہ میں خوشی سے عینک رنگ۔
 آپ لوگ میرے کام میں مدد اخلت نہ فرمائیے مجھ کو آپ میرے حال پر چھوڑ دیں
 مجھ کو تقدیر کے کھسے کو بھٹکتے دو۔
 زمانہ کی ماں نے لاکھ اسکو سمیہا دیا۔ اور اتار کر چڑھاؤ دئے۔ لیکن اسکو کی
 لگ گئی۔ کہ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور باہر اٹھ کر چلا گیا۔

تھیوال باب

اچھا مایو کیوں آج تک نہیں آیا

جبکی فرقت میں پڑتی رہتی ہوں شب و روز۔ اسے تمنا تو ذرا اسکو دکھالامجھ کو
 دلیں۔ ابراہیم دیکھو یا تو آج تک نہیں آیا۔ شاید صاحب جی تھی نہ لکھنا ہو چوہا مٹانا
 اسکا نادر پڑا ظالم شخص ہے اس نے نہ چھوڑا ہمارا تو یا تو کیوں اسے من نکلا خالے یا
 حذر آتا۔ لیکن ہم جانتا ہے کہ یا تو کیوں کر نیوالی جیہا نے چھوڑ کر دیا۔ اگر ہمارا کچھ لیس جیتا تو ہم
 حذر یا تو کو آج ہی بلاتا۔ پر ہم کیا کر کے مجھ سے مجبور ہے۔

ابراہیم۔ حضور صاحب جی تھی تو حضور میرے سامنے ہی یا تو کو لکھی تھی۔ لیکن میں نہیں
 کہہ سکتا کہ کیا وجہ ہوئی۔ جو بار صاحب کے آنے میں دیر ہو گئی۔

دلیں۔ چچا ابراہیم تم جہاؤ اور صاحب سے چار اسلام لو۔ ہم خود صاحب سدوم کر یگا۔
 ابراہیم۔ اسے حضور کہیں خدا کیلئے ال غیب نہ کر بیٹھا صاحب اپنے دلیں جانے کیا خیال کریں
 دلیں۔ یہ تم اس پہنچ پر صاحب سے کہے گا کہ صاحب کو ہم گنہ و سرخیال نہ ہو گا۔
 ابراہیم۔ اسے حضور یہ تو بجا فرماتے ہیں۔ کیا ذرا کا دور آدیشی کو بھی تو سوچئے اگر خدا
 شوائد صاحب کے گوش گزار کر دی۔ تو کتنی تباہت ہو گی۔

دلیں۔ ابراہیم ہم جانتا ہے۔ کہ ہمارا آرڈر دپوری نہ ہو نیکی و وجہ ہوا۔ ایک تو ہمارے
 نادر۔ اور دوسرے تم ہمارے آئینہ والی خوشی کو حد حاصل نہ کر روک رہا ہے۔

ابراہیم۔ اے جناب میں یہ کب جانتا ہوں۔ کہ یا تو یہاں نہ آئیں۔ مگر سوچئے تو کہ میں
 جرات کہوں گا۔ تو آپ کی عیلائی کے واسطے عرض کروں گا۔ کہ آپ کی تمنائوں کا جیہا سے
 خون ہو۔ میری جانب سے تو آپ اطمینان فرمائیے دیکھئے تو اگر آپ کو وہاں کے جانے

سے نہ روکوں۔ تو کتنی بڑھاپی کی بات ہے۔ اور آپ کی دوا برا کھا ہتھک
ایر ویکر تمام عالم پر نمایاں ہو۔

ویلن۔ اچھا بابو کیوں آج تک نہیں آیا۔ کیا وجہ ہو۔ دیکھو ایر ایہم ہمارا تو جاری ہے
تائب سے بابو کے واسطے نکلا جاتا ہے۔ لیکن تم کچھ ہمارا بندہ سب نہیں کرتا۔ (فرما
کیا ہمارا مہربان خان مان ہے ہم نہیں کہہ سکتا کہ بابو نے میرے دیر خدا جلنے کیا
غضب ڈال دیا ہے۔ اگر ہم جانتا کہ بابو کے آنے سے بیمار کو کایہ حال ہوگا۔ ہم
ہرگز اسکو اپنے نزدیک نہ چھوڑتا۔ امنوس تم ہی ہمارے بے چینی کا باعث ہوئے۔
اگر تم بابو کو میرے پاس نہ لاتا۔ تو کیوں ہمارے دل کا یہ حال ہوتا۔
ایرا ایہم۔ حضور میں کیا جانتا تھا کہ آپ کا یہ حال ہو جائیگا۔

ویلن۔ اگر ہم اپنے دل کا حال اپنے صاحب سے کہتا ہے تو بابو کو ہرگز پاس نہ چھوڑیگا
پھر ہمکو اور تڑپنا پڑیگا۔ اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ تم اپنے ہمارے دے اقرار پانے کا
کوئی صورت نکالو۔ ورنہ تم خود اندازہ کر سکتا ہے کہ جو موت ہمارا حال ہو رہا ہے۔
دیکھو تم ایک روز ہمکو اپنے اہوٹے ملا دیگا۔ کیونکہ ہمارا دل بیت ہی بے تاب ہو رہا ہے
ایرا ایہم۔ حضور میں کیا عرض کروں۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ آپ کا دل دگھلتا
ہو۔ تو کچھ اور ہی پاتا ہوں۔ تیر صاحب کی حالت اور زیادہ قایل امنوس ہے

ویلن۔ ہم کیا کرے ہمارا دل تابو میں نہیں ہے۔ اگر تم سے کچھ ہمارا علاج ہو سکے
تو کہ۔ ورنہ صاف جواہر دو۔ تاکہ ہم اپنا کچھ بندہ بست کرے ہمارے خیال میں
ہمارا زندگی اب بہت ہی غمزدہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ہی بہت ہمکو بار بار غمزدہ کر دے کہ
میرا زندگی ہی ہے۔ اور کہتا ہے کہ اسے تھوڑے واسطے اتنا تکلیف گوارا کرتا ہے
ایہم تم سے پوچھو۔ اس امر کا جواب لینا چاہتا ہے۔ یو لو ورنہ کل ہمکو زندہ نہ پاسے گا۔

ایرا ایہم۔ اسے جناب عالی آپ تو ذرا سی جدائی سے گھبرائی جاتی ہو۔ اگر اسکو منظور
ہے۔ تو میں کوئی صورت کر کے انکو یہاں تک ضرور بغور ملا دنگا۔ آپ اپنے خواہش
منتشر کو اجتماع بھیجئے۔

ایرا ایہم تو تسلی کر کے ہنگام سے باہر چلا گیا۔ اور ویلن کو کہنے لگا کہ خیال نہ کرے
بہتر اگر نا ضرور دیکھ دیا۔ انہی جدائی بھی عاشق کے واسطے ایک پہاڑی گرجا کا حال کہہ دیا

پر اتنا ہے تو اس کے جو س حتم میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ اور ہزاروں قسم کے دوسوہ دل میں سما جاتے ہیں۔ کسی کا انوکھا خیال آکر جان دیتے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور کسی کی فوج میں دو ہا مرتیکو کتا ہے۔ اور ان کی محبت و عاشق نفسانی کا ہو۔ اس کا کیا کیفیت گذرتی ہے۔ اسکو مال اور بچہ دو نو پریری کا مرتبہ رکھتے ہیں کسی نے مجنون سے پوچھا کہ تو جب بیل کے پاس جاتا ہے۔ جیسا بھی پیچھا کرتا ہے۔ اور علیحدہ ہوتا ہے تو بھی تیرا وہی حال ہوتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ میرا دل قابو سے بھر گیا ہے۔ میری میں چیز پر نظر پڑتی ہے۔ میں اسکو بیل ہی تصور کرتا ہوں۔ اور اس کی بھری صورت کا یاد آ کر مجھ کو بے چین بنا دیتی ہے۔ اذیہ دکھاتا بھی جاتا ہے۔

گو ہر ایک شے کو کتا متا سلی کھڑی ہے
اور ایسا ہوتا گیا ہے۔ کہ عالم گیر بادشاہ نے ایک روز جلسہ کر کے تمام حسینان ویر کو جمع کیا۔ اور ایک صف میں سب نازنین اور بیل کو بیچ میں برابر کر بیٹھا۔ اور شاہ خود مجنون کا ماتہ پکڑ کر ہر صف سے دیکھتا ہوا نصف تک لے گیا۔ اور کہا کہ جس حسین کو تیرا دل چاہے تو لپٹ کر لے وہ شوق سے تیری مشرقہ بننے کو تیار ہے۔ اس نے کسی پر نظر نہ ڈالی۔ بار و گردہ دوسری جانب سے اس طرح دیکھتا غور کیا۔ اور اوپر میں سے پھر اٹ گیا۔ مجنوں نے ان حسینوں میں سے کسی کو لپٹ نہ کیا۔ تو شاہ مہمور ہو گیا۔ اور اس طرح کہا۔ کہ کیوں اسے مجنون ان حسینوں میں نہ لپٹا۔ اور وہ حسین کوئی نازنین نہیں ہے۔

مجنون۔ اے شاہ عالم تیرا یہ درشتا ہے۔ لیکن حضور میری آنکھوں سے بیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ پھر دیکھئے وہ کتنی خوبصورت ہے یہ سکر مہمور ہو گیا اور لوگ یہ بھی مشہور کرتے ہیں۔ کہ بیل کوئی حسین عورت نہ تھی۔ بلکہ اسکی ملاحظہ غلبہ ڈمار ہی تھی۔ جس نے مجنون کو بدمعاش بنا دیا تھا۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دل کا آنا کوئی آخر تصور تو پر مشحون نہیں ہے۔ پس عاشق کا دل قابو سے نکل جانا کوئی اختیار کی بات نہیں ہے جب دل سے یہ لہر دو ہو بیٹھتا ہے۔ تو اس کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی۔ انا آپ اس کی حالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ کسی یہ اس وقت پیچھا کر ہو گئی ہے۔ یہ

ایسا انکو تہسان دہر کے نظرو میں حیر کر دیتا ہے۔ اگر یہ کینفت قابو میں رہے تو کہا ہے کہ عاشق کے دل پر پہاڑ قویں۔ اور اسکے اداؤں کا خون ہو۔ ہمارے نزدیک دل کسی خیم کو دنیا جانتا ہے۔ لیکن ادا پہاڑوں کی بھی تو کسم پسم نہیں مٹایا جاتا۔ جو اسکو تباہ و تباہی پر حالت کر کے پہاڑ اس نے ذرا سی سمی پیار کا صورت دیکھی بس یہ اتنا جا ہو گیا۔ اداؤں کے طوطے اڑ گئے، اچھا اسل کینفت نے تو غضب میں جان کر دیکھ کر اگر اسکو پہلائے جب یہ نہیں مانتا ہر وقت اسکی نرم میں جانے کو کہتا ہے۔ بے تابانی و لگو لاکھ روکو۔ مگر کب روکنے والا ہے۔ اگر کہو۔ تو آہ۔ رہے عصائی مسیرا پیچھا چھوڑ۔ لیکن کون سنتا ہے۔ منت کر و حید کوئی نہیں سنتا۔ اس کینفت کے ایک بھائی ہیں ہا نہیں۔

مولین۔ (دلتی) اس دیوانی کوئی مشفقہ بھی لکھتا ہوا ہے۔ جو تو اپنا دل اس پر لگائے بیٹھتا ہے۔ اگر اسے تیر سی ذرا بھی پروا دہرتی۔ تو وہ ضرور تیرے پاس آتا لاکھ اس کا باپ، اسکو روکتا۔ تو لکھتا کہیں۔۔۔ روکنے والا تھا۔ جسے حرفہ اسکا یہ تھرتی محبت معلوم ہوتی ہے، اسے بے میرے جانے وہ ایسی چا پوسھی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اف اور وہاں جا کر لکھتا بھر بھی مٹنے والا رہا ہے۔ اسکا پاسے کوئی مٹے یا بیٹے۔ مگر اس تھکر کو اصلاح پروا نہیں۔ یہ تو وہی نسل ہے۔ کہ عید کے چاند ہر گئے دل سے اس دیوانی وہ تو ہرگز اس نہیں ہے۔ مگر کچھ حال میں کال ہے۔ ورنہ وہ سو کام چھوڑتا۔ اور یہاں میرے پاس آتا۔ لیکن اب میں نہیں کہہ سکتی کہ میرے پیچھے کچھ اور اسکا خیال ہلٹ گیا۔ وہ میرے ہاتھ کی تھی۔ پیرا میں کیا زور دیتا تھا۔ اگر اسکو مٹا دیا کچھ بھی خیال ہوتا۔ تو ضرور آتا۔ ورنہ ہم تو یہی جان سے اٹھتا تھا بھوتکا ہے۔ سیم صاحب تو پھر ابراہیم کا کار گذار سی پر نظر کرنے لگی۔ اور صبح نے اپنا لورہ فی خیر دہرے انھل اٹھا یا۔ اور شب عروس نے انھم سے منہ متنی گوشہ میں چھپنا چاہا۔ اور کسی شب ہم کے بھرار نے بدن میر کو روٹی میں یہ رات گذار دیا۔ اب ذرا سی بھر و دل نے چپیں پر پھوڑا ہوا تھا۔ کہ خواب غفلت نے آنکر بد ہوش کر دیا۔

چو بیسیوں باب

ماے اللہ اباب میں کیا کروں

طعنہ دیتا ہے یہ ہر دم میرا مالہ مجھ کو یہ تو نے کیوں سینہ سے بیکار نکال مہمکو
اصغر علی۔ ارے جیسی اونٹنہ جیس صاحب کاسنی بائی کے قصہ نے تو ہم کو تم دنیا
کے کاموں سے محروم کر رکھا ہے۔ ورنہ آپ یا تہ بند کہہ شائے نا۔ جیسی قصہ تو بہت
سے مگر اب قصہ درونیکہ کوئی نہ ہوگا۔

خویرتیر حسین۔ اچھے صاحب سنئے ہم اپنے ناول کے ہیروین سے آپ کی ملاقات کرتے ہیں
کاسنی بائی بیقرار کاسی کے عالم میں کچھ بیٹیا یہ الفاظ زبان پر لا رہی ہے۔ اور کہتی ہے کہ کاسنی
اب تو دنیا میں رہ کر اور دنیا میں نہ دنیا کے کوکو کو کیا دکھائی گی۔ اگر تیرا جیسا ہے
تو بہتر ہے۔ کہ آپ کو پھانسی دیکر مار ڈال دے تیرا جیسا ہے۔ وہ ایک عالم نفرت کرتا
ہوگا۔ ارے دیوانی حکیم کو کرنا پھر میں دیر کرنے سے کیا فائدہ اگر تجھ کو اپنی جان دینے سے
سرخ ہوتا ہے۔ تو لے میں تباہی دیتی ہوں۔ تو جان بھی تیرے لیکن یہ تو مجھے بتا دے کہ
اب سے کی کہیں۔ کیا یہ لوگ تیرے سپر پر کھینکے۔ فرق بھیجے اگر منہ پر بھی نہ کہیں گے تو پیچھے تو
کھینکے۔ کہ کاسنی بائی ایک مرد کو لیکر جاکر مٹی۔ اسے میں ترکیں منہ دکھائیگی۔ نہ ہوں گی
یہ کام میں لیا عقد صرف اپنی آن دہی کے واسطے کیا تھا۔ مگر ان کمبختوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا
اور مجھ کو یہاں تک مجبور کر دیا۔ اتنے میں ہمارے ہیروین کے پاس سندر لال آیا اور کہنے لگا۔

سندر لال۔ کہوں کاسنی تیرا طبیعت اب بھی درست ہوئی یا نہیں۔

کاسنی۔ دھم اکر جی کیا عرض کروں۔ میرا دل گھبراتا ہے۔ اور تو کسی بات کی شکایت نہیں ہے
سندر لال۔ مجھے ایک تجربہ اور سوچا ہے تمہارا دل بھی بلیک۔ اور سی بات کا پہلو بھی نکلے گا۔ وہ یہ کہ
ہم تم سب لوگ اب کے بریل و دار کا جی چل کر جی چڑھاؤں اور اشنات کریں۔

کاسنی بائی۔ اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ جو آگیا حضور کی ہے تو میں اس پر شرم حاضر ہوں میرا
اب نصیب کہاں۔ کہ میں گنگا مائی کے درخشن کروں۔ اور اپنے جنم سچل کروں۔

سندر لال تو یہ کہ کر چلا گیا۔ اور کاسنی بائی نے اپنے دل میں ایک اور مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ اب کی
مرتبہ ایسی مہر کہ جگہ جسے درخشن کروں گی۔ جی میرے بعد میرا قسم کا مافٹ بنکر میرے عیوں کا
پردہ وار ہے گا۔ اور مجھ کو اس زمانہ سے دنیا کی زبردست آفتوں سے نکال کر میرے خیال کو ایک

کو بھی نہ سمجھوں سندر بائی۔ اسے تنکو کو لے کر اپنے دیتا ہوں جو تم سے خیال لائیں لاتی ہو یہی ہے اس کیلئے
 کچھ ایسا نہ کہ تمہارا دیکھ کر ہنسنا ہی والدہ تمکو کچھ کہتی نہیں اگر وہ لوگ کہتے ہیں تو کہا کریں۔ یہ لوگ
 یہ بھی یا نہیں کرتے ہرے دور اور کچھ نہیں۔ دوسرے روز پتال کیا تو گھر والے جیسے ہنس چکے۔ تو
 سب سے کامی بائی سے بھی کہا کہ تم بھی ہنس لو۔ کامی بائی نے کہا کہ میرا تو آنکھ لیا یا نہیں اچھے کو
 دل نہیں چاہتا۔ ماور کا بھی بائی۔ اسے پتال تمہاری طبیعت اس مبارک جگہ ہنسنے سے درست ہو
 جائیگی۔ اور یہ کام فرض بھی ہے۔ اسکو کرنا ہی چاہیئے۔ کامی بائی کو اسکا ماں نے
 بدقت تمام ہشمان پر راضی کیا کیونکہ کی دیکھ کر اپنی رنگ کی ساری بانہ صہ کر بائی میں گھس
 کئی اور ہنسنے لگی اور ہنسنے ہنسنے والیں خیال گذرا کہ اگر کا دیوانی تو کس واسطے یہ کھڑک
 کر رہی ہے جھکو تر بل پیا کرنا ہے اسکو تو ظالم بابا نے قید کر دیا۔ بابا بھوکا جلدی ہے۔
 یہ خیال کرتے ہی منہ پر رونے چھا گئی اور گھبرا کر کھینچا کھینچا اور پھر اچھے لگی اس نے
 پھر اپنی طبیعت کو استقلال دیکر مچھالا۔ اور واپس کہنے لگی۔ سو تو میری دلیر عورت ہے اور اتنے
 سے خیال میں تیرا یہ حال بڑا جاننا ہے کہوں گھر والے ہے آخر کیوں نہ نہاں ہے جو تیرے دل کی تنہا
 ہے وہ تیرے ناراض سو اسی نے پور کا کیونکہ ان ظالم لوگوں نے واقعہ اگر میری خوشنوع
 لگی تو یہ اسکو چھڑک کر کئی کشتہ بنائیں گے مگر میں ایک سلاخی عورت ہوں اوت اس کو کیلے بدولت
 پورا یہ جلی ہوا رت میں کیوں پیار کا حال سے جیانی اور بدولت اس کے دین پر آمادہ ہو جاتی
 بابا جو کوئی میرا دل سیکھتا تو یہی کہہ دیتا کہ عورتوں سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ یہ ایک درد کا جہاں کا
 صدمہ نہ تھا یا جان دیکھو تو دیدل لگتا تھا جیسا کہ وہ کچھ کچھ ستم میرا تھا یا نہ تھا۔
 اس میں میرا فضا بھی تاج شریا دہ گیا۔ اور وہ ادا ہے تو کہہ نہیں گئے کہ اس کو فضا نے جیسا شہر تو
 نہ ہم کیا۔ لیکن اسے چھڑکا اسے صحتہ و صحتہ تو گھر والوں کو کہ یہ کام پتہ کو برا نہیں ہے
 میں اپنی ہمارا حال دیکھتی ہوں پھر یہی کہہ دیتا ہوں کہ یہ ستم ہے ہمارا ہمارا نظر کیلئے اگر کچھ
 اس کام سے تو نیک کہتی ہیں کہ نہیں میں کہیں لانا لیا ہوں سیکھو دلیر وہ صدمہ گذر رہا ہے
 میں کہہ سکتے ہاں عورتوں سے کونسی سہی ہو سکتی ہے اگر یہ کچھ ایک کام کو دین پر چھوڑتی تھے اسکا باپ
 کیا کہوں۔ اوت اوت یہ صاف پانی تو جھلک کر میرے کامیے جین کو اور دو
 بالہ بھارا سمجھتا اور میرے گوبے تاب بنا سے دیتا ہے۔ آہ یہ مثل مل
 اچھا۔ اچھا کہ میرے دل کو اور دیا دے گھر اس کے دیتا ہے اس کے اندر ہی اسکا

اگر میری اس حالت کو دیکھیں گے تو ہمارا جوانی پر امنوس کے لئے افسوس ہوگا اور میرا تمام کبر میری
 میری جوانی پر افسوس اور افسوس ہوگا۔ اور ہر دم میری یاد آکر آئے دیکھو ہمیں ہانک لگا۔ اس سے بہت میرا
 تو میری شکستہ کیا ہے۔ دنیا کے صدمے اچھا لگا تھا میں تو عاجز آگئی۔ اب میرا ایک
 چیز کبھی ہمت سے ڈر کر جاتا ہے۔ اسکو کون میری جہنم لگے گا اسے وہ جب بے اختیار ہوگا
 تو پتہ چل جائے کہ وہ کون سا آدمی ہوگا۔ لیکن ماں میں عشق میں ثابت قدم رہنے کی۔ البتہ اگر دنیا کے
 لوگ میری عمر گذشت کو فخرات سے دیکھیں گے۔ تو میری روح کو بھی حسرت ہوگی۔ اور میری
 یہ کوشش بھی بالکل رائیگال جائیگی۔ کیونکہ یہ کام جو میں اس وقت کر رہی ہوں۔ صرف اپنی
 دنیا ہی کے دیکھنے کو اس قوم کے رخ تاروں سے رہنا چاہتی ہوں۔ امنوس میرا کھو یا ہوا
 دل ہرگز مجھ کو نہیں ملے گا۔ اسے اب میں کیا کروں۔ میرا خیال رہ رہ کر میری کہتا ہے۔ کہ تو
 جان وید سے لیکن کیسی حسرت کی یاد آکر مجھے مرنے سے منع کرتی ہے۔ اسے کبھی نہ
 دے دل ذرا مشہور کثرت تو نے میرے ساتھ کیوں نہ تھا کہ نا شروع کی ہے۔ اب میرا جو تپا ہوا
 میری کو دیکھ کر قہر جاتا ہے۔ جہاں میں چند منٹ کی مہمانی ہو کر کوئی دم نہیں ملتا ہے پانی پر
 اور روح کسی خیرانی کے قہر میں جا کر تھک ہوگی۔ اسے دیکھ کر میری ہوتی ہے اس نے
 میرا زندگی کا باقی حصہ تلخ کر دیا۔ مگر میں تو عشق میں پورا نام کر چلاؤ گی۔ جیسا کہ کرنا میرے
 میں لازم ہے۔ ہمارا میری دین کو اسے پتہ نہ رہا اور یہ پانی کا تہ میرا ایک دن تو چلی اور ادا چھوٹے
 اور خوں کا تہ کھو گئی اور اپنی اصلاح پر وہ رہی اور یہ پانی کا تہ میرا ایک دن تو چلی اور ادا چھوٹے
 ہی میری ہوتی ہو گئی۔ میرا ایک لمحہ کے طائر روح قفس تن سے پرہیز کر گیا۔ اور کسی وجہ ان کے
 روح سے بد نصیب عاشق کے گلے کا مار ہو گیا۔ یہ منظر دیکھنا قابل فہم تھا ایک عالم تیر تار ایک
 نظر آئے۔ نگاہ ٹٹیکوں نے ہاتھ لباس پہنا اور زہرہ بھی قابل دید تھا۔ نیکے جسمی حسین ہوش
 لکھ کر زبان انیس پر صفا شروع کیا۔ کامیابی کے پد نے جریہ رنگ دیکھا کبھی لکھ کر لکھ کر
 مشین اور دھواں ہوشی تھی۔ یہ لوگ سر پر ڈاک ڈالنے پر لیاں سرگردان رہتے تھے پتہ چلا میرا بھی کر
 وہ اسکا بھی کئی نظر کر کے گھر چلے گئے۔ افسوس علی۔ غور شیخین صاحب دالہ یہ قہر کیا
 بیان کیا ہے گویا ایک غم کا داستان تھی۔
 اچھا زحمتیں۔ ہنسک۔

اے اس نے میرے دل پر اور اسی اثر کیا۔ میرے بٹیا بادل نے تو اور دھواں

وحشت شروع کر دی اور خیر حسین نے کہا جی بھائی ہے دکھ پائے ہوئے دل پر یہ ضرور پانا اٹھاتا ہے۔ یہی ہو گا اب اجازت ملنا چاہیئے۔ کیونکہ پدر بزرگوار افسانہ فرماتے ہو گئے اب تمہارے جوان کا حلیہ ریاضت ہوا۔ اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے

پچھسواں باب

تو جوان۔ پیلے کا بدن مجھے اب تم سے پورے طور پر ناامیدی ہو گئی ہے۔ کیونکہ میں بڑی رقت سے چھپ کر آیا ہوں۔ تمہاری جتنی کل جو چھوٹی تھی۔ جبکہ یہ معنوں و یکہ کریں گے مگر اگیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر میرا لہجہ لائی جسکے پیار سے ملے اور انکے فقرہ ابھی تک میرے دلیں خلیاں کے رہے ہیں۔ پیار ہی چھٹی تمہاری سناٹا بنی۔ اور میرا رہنم۔ اس کے حمان مید تم نے چھٹی بہت ہی جلیت کو زور دیکھ کر لکھا ہے۔ دیکھو یا۔ جلد فریاد کیا پیدا ہے۔ چھٹا دیکر

مفسر و تفسیر

فریاد جو تم خوش رہو ہو ہو کر افسوس ہے کہ تم آج تک ہمارے پاس نہ آیا کیا بات ہو۔ ہو کر تمہاری صورت کیا یاد بہت تھانا ہے اور تمہارا لب زبانی ہم ہمہ کی پیش نظر رہتا ہے اور ہم وقت تمہاری توجہ میں رہتا ہے پیار سے سجاوہ ہم اور زیادہ کیا تم پر کوسے وہ دلی ہی نہیں رہا جو پہلے تھا۔ صاحب نے اپنا لکری ہو ہو کر اور ہو کر لاپت لے جاتا ہے۔ اگر تم کو دیکھنا منظور ہے تو زور چلے آؤ۔ ورنہ پھر پچھتاوے زیادہ ہم کیا لکھے تم دلیں۔ تو احوال۔ پیار کا اس چھٹی کے دیکھتے ہی میرے حواس باختہ ہو گئے پیار سے چھپ کر میں چلا آیا۔ کیونکہ انہوں نے چھپ کر ہو کر دیا ہے۔ اور ہم پر بڑا تشدد کیا کرتے ہیں۔ ہمارے ہمارے اس چھٹی تے تو ہم کو اور خود کو کر دیا۔ جان سید میں تو ہر جا لگا۔ اگر تم مجھ کو چھو کر لگیں۔ تو غضب ہی ہو جائیگا۔ دلیں اچھے میرے ہمارے کیا تصور ہے ہم تو خود پریشان ہے اف پتھر تے ہاتھ ہے۔ ہم کیا لکھے ہیں ہا ہا ہا کہ ہم کچھ کہا کر سو رہے۔ سجاوہ ہیں۔ پیاری تر پھر زندگی کا سہارا کیونکہ ہم ملنا ہے۔ ہم خود میرے اگر صاحب سے جانتے ہیں انکار کر کے تو جانے ہمارے دہر کون آفت مادی ہو پس اب ہمارے دلیں کیا آتلیں۔ کہ اپنے دل بیکار کی نیکن پوہن و دہر سے کرے۔ ہمارے تمہارا الفت کچھ ایسا ہو گا ہی ہے کہ اس ہو کر کچھ فیض پہنچے۔ اف اس کے صبر و شکیب چھین لیا۔ ہم یوں تو صاحب سے کچھ نہ کہے گا۔ البتہ جو وقت ہاں لکھ کر افام سے اپنے انش الفت کو بچائے گا۔

اور اسکے صوفی پیارے کچھ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ بھادو حسین۔ اس عشق کے باعث
 ہماری اور اپنی زندگی بربانی ہو گئی۔ دین پیارے سے منے تو ابھی تک کچھ زندگی کا لطف
 بھی دے دیا تھا۔ کہ نا سید کا لے اپنا بھونڈا چہرہ دکھانا شروع کر دیا۔ پیارے کا روتول
 چاہتا تھا کہ ہم تمہیں انھیں نہیں بھینا کرتا۔ بھادو حسین۔ افسوس جان دیتے سے کیونکہ نتیجہ نکلیگا
 بجز اسکے کہ میں اور تم دونوں دنیا سے محروم جائیگے میں غریب و بزدل کے ہوں۔ کس ہمت و
 ہی دنیا سے گذر جاؤں گا۔ اور میرا آرزو میرا دل تمہارے دیدار و سطرے سے تھوڑا سا لیکن وہ کہا
 یہ صرف میرا خیال ہی خیال ہے کیونکہ متاعِ صبر تو کسی بھوشن ہونے پہلے دھڑلے دھڑلے کر کے
 ٹوٹ گیا۔ یہیم صاحب! اس جگہ پر کچھ عجیب سی انگلیں۔ اور بیمار لو جو ان وسیع دین اور
 ویرنگ روم میں چلے گئے۔ دو چار دن حیدر گرام کی محنت کے پندرہ برس گئے۔ کوئی بات نہ
 نہ ہوئی جو ہم اپنے پیارے ناظرین کے گوش گزار کرتے ہیں کہ کو ایک سا بچہ بچہ خیر گذرا۔
 کہ صاحب! ایک روز میں آیا۔ تو ہم صاحب کو بے تکلف بائیں کرتے دیکھا۔ اسے صاحب کو
 غصہ آیا۔ پورے روم بھر دوں چلا گیا۔ دو چار روز اس طرح باہر اور یہیم صاحب کی پیاری
 پیار کا بائیں ہوا کہیں۔ ایک روز حسن اتفاق سے صاحب نے پھر کرن میں یہیم صاحب اور
 باہر کو دیکھا۔ صاحب کو کتنا غصہ آیا۔ اور کہا کہ دیکھو یہ فعلی اچھا نہیں۔ یہ صاحب کو بے
 بات ہے۔ کہ تم ایک نیتو سے الفت لے لے لیں۔ مگر یہ کب سننے والی نیتی صاحب
 آنکھیں نکال کر۔ دل میں صاحب دیکھو۔ ہم اب تمہارے کمرے میں پڑا کو نہ دیکھے۔ دین
 صاحب ہم نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ کیا کہا ہے۔ بھو باہر سے صاحب راکھا
 سرکار ہے۔ ہم کو تو صرف باہر کے یہاں ہر وقت آنے سے محبت ہو گئی
 ہے۔ ورنہ ہم بالکل باہر کو جانتا بھی نہ تھا۔ کہ باہر کون ہے۔ اب حذر ہو گیا
 کے نفرت ہے۔ اور باہر نے ہم سے سبق بھی پڑا ہے۔ اگر تم یہاں آنے
 سے منع کرتا ہے تو ہم گڑا پنے پاس باہر کو نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ ہم خود
 آگ میں گرنا نہیں چاہتا۔

صاحب! اپنے اندر دلانے واسطے کو نکر خوش ہو گیا۔ کیونکہ ابھی حشری کو کون
 اور ہم کر سکتا ہے۔ دل پیچہ کوئی بنا سکتا ہے۔ جتنے تباہ و لکڑیاں کھسکاؤں تو یہ کبھی
 ہی سنتا ہے۔ لیکن آرزو یہ پیارا نام ہے کہ ہر شخص کے دل کو بھلا لیتا ہے

صاحب نے کہا کہ اسی ہم ولایت جانیگا۔ یہ سب سب کے منور پر جلد منکر ہو ایں چھوٹے لکس
 گھر اگر ماہر افکار کی لکس اور اہم کی پاس بلایا۔ اور کہا کہ خدا کیلئے تم جلد جاؤ واپس سے ہو لو کہ
 ہم ولایت جاتا ہے اگر تم سے کوئی چار چوٹی ہمارا ہو سکے تو کرو۔ ورنہ جان رانتہ ہی میں
 دیکھا۔ لیکن ولایت نہ جانیگا۔ اور ہم بھی یہ جلد منکر گھر لکھا۔ ہمارے راجہ آگے جا کر اس جز
 اندر گین سے آگے گیا لیکن ہوا کہ اگر گنا تھا۔ گھر اگر ڈھرا ہوا۔ آیا۔ پور و دھم کا کہانی
 کچھ نکلا۔ پوریم صاحب میں کیا عرض کرنا۔ رفوں تھے اپنے ساتھ مجھ کو بھی دینا سے گھر
 دیا۔ یہی تھا تو اپنے پاس لے کر گیا۔ یہاں ہی ہمارا کسین منکر لکھا گیا۔ اور ہم پر بھی دینا
 سے کام چاہیگا۔ اب جو وقت آیا وہ آخری تھا۔

یہ صاحب کا دل بھی بہت تھکا ہوا تھا۔ اور وہ دوسرے لکس اور ہمارا دل بھی بچ گیا
 سے لیکر۔ یہ لکس صاحب کے صاحب میں سے۔ وہاں منکر ہمارے نوے اور
 کشتی پر کچھ۔ اور کشتی کی گردل ہمارے کو کشتی میں ہوتی ہے۔ گھر کے والے اور
 شہر کے لکس۔ اور وہاں حال۔ سے یوں کہنے لگا۔

نہ تو جانا چھوڑ کر رہا رہا۔ ابھی رہا۔ بہت شہر کے گھر دل رہا۔ ابھی رہا
 ہم صاحب پر چند نوے لکس دل لکس کے فقر۔ لیکن اس کے دل پر نہ ہوا۔ کچھ تک
 رہا۔ ہم میں نہ تھا۔ رہا۔ یہ کہ ہم صاحب پر نہ ہوا۔ لیکن ہم صاحب پر
 اتنے پڑ گیا۔ اور اپنے صاحب سے نکلا گیا۔ اور بولا کہ ہم صاحب تم کیوں اس قدر
 جلدی جاتا ہے۔ کل دیکھئے کون جیتا ہے۔ کون مارتا ہے۔ دھڑکی دھڑکی پاس اور
 پیارے دوست ہمارا دل ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ تم کو ایک دم کو اپنے دم سے جدا کرے لیکن ہم
 مجھ رہے کیا کر سکتا ہے۔ کہ تم کو آدھی کا پردہ ہمارا گورنمنٹ نے دیا ہے لیکن
 تو کا تم اس امر کی مانع ہے۔ ورنہ ہم اپنے صاحب سے بھی آدھی کا پردہ لے لیتا۔
 اس جہت سے کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکا ہے۔ انصاف تم اس قدر جلدی کیا کیوں جدا
 ہوتا ہے۔ کیا کچھ ہمارا دل تو ایک دم سے پرکشت ہو گیا۔ بالو۔ پیار کا دین میں
 جو عرض کرتا ہوں۔ میرا دل تو ایک دم کو تم سے جدا ہو گیا۔ چاہتا ہوں مجھ پر ہوں
 یہ بلکہ ایک صاحب کی نظر میں مجھ سے چھری ہوئی ہے۔ یہ نہیں سہم کس نے
 یہ کہ میری ہمت سے پرکشت کر دیا۔ جو وہ یوں مجھ سے نفرت کی نظر سے دیکھتے

خود سے تجاوز کر گئی۔ وہ کب سنتی تھی۔ اگر زیادہ سمجھتا تو وہ اور آغوش آغوش آغوش
 روتی تھی۔ اور کبھی کبھی کہہ رہا ہوں اب ہمارا اپنی زندگی سے ناامید ہونا چاہیے کیونکہ
 معلوم ہے کہ جو کچھ صدمہ پیدا ہو گا وہ پھر آج کل گذر رہا ہے۔ اسے اب ہم بار کو کہاں
 تلاش کر سکتے ہیں تو پھر زندگی کو روایت کرنا چاہیے۔
 ہمارے کاظم صاحب کو عمر آگے بڑھ گیا ہے وہ کندن سب جسم ہو گیا
 کہ کائنات ہو گیا۔ صاحب نے ہر چیز اس کا علاج کیا۔ لیکن طبیعت کب ہریت پر آ
 والی تھی۔ دل تو قلوب سے پیوستہ تھا۔ اب وہ اور صدمہ دل پر نیا گرا کہ کبھی
 مشرق کو ایک ظلم سے جدا کر دیا۔ انہی میں پریشانی سے سو اسے دھنسنے
 ہوئے کہ کچھ کام نہ کیا۔ شام شام وہ گھبراہٹ میں صاحب کی عدالت سپریم کورٹ
 صاحب الہام سے چھپا کر ہر وقت رونا روتے تھے۔ تاریخ مقرر ہمارے صاحب نے
 ہماروں کا صاحب آگے بڑھ گیا۔ آپ ایک بڑے شہسوار تھے۔
 سو وہ روایت کی کہ وہی۔

چھ بی بیوں کا سبب

ایک جاں نواہی آگئے

میر کا جانا کے سویرے سے سبکی ہو کر نہیں آتا نہیں آتا میر کے گھر میں میر
 حضور۔ ایک جاں نواہی آگئے۔
 یہ لفظ ہے تو شہداء ایوانے سے کہ چلے۔ شہداء سے ہر ایک شخص کا دل کا باغ
 باغ ہو گیا۔ حضور شاہد سے جو آنکی ماں تو یہ منکر چھوٹی نہ ہوتی تھی۔ خوشی کے
 دوسرے باج میں کھلی کھلی اور کہہ اگلی آگئے۔
 حضور۔ ابھی تو چینی نے آکر مجھے خبر کی تھی۔ کہ چھوٹے میاں ابھی گاؤں سے
 ہیں۔ دوسرے جو ان سے کہا۔ اسے تو پھر وہ کہاں گئے۔ درگاہ چینی کی کہ باؤں
 بہت بہتر۔

میاں جان بابا جان کو قرض کرو۔

دوسرے تو پھر اسے پتہ نہ آتا کہ وہ کیا کیا گھر بہت پڑھا ہے

لگے۔ مگر اب انہوں نے آپ کے پاس بیٹھا دیکھا۔ تو غضب ہو جائیگا۔

یہ باتیں بہرہی تھیں کہ صاحب نے کرو کے اندر قدم رکھا۔ یا تو پہلے ہی صاحب کا پیرو دیکھتے ہی مغرور ہو گئی۔ صاحب نے دوسرے کمرے سے نکل کر بابو کا بچھا لیا۔ ہمارا دو جوان صاحب کو دیکھ کر کھجور لیا۔ اور بھاگ نکلا۔ صاحب نے غصہ کیا۔ ایک موقع پر گول پانی کے پیچھے میں محافل ہو گئے۔ ہمارا دو جوان اٹھ کر دیکھ کر رکھا صاحب نے دروازہ کھولا دامن اچھٹن کا پکڑ لیا۔ اور آواز دیا کہ ابراہیم ہمارا راضی لاؤ۔

یہاں تو پہلے ہی محافل ہو گئی تھی۔ ہم صاحب کے ایک رسی میں داخل بند کر دیا۔ تباہ ہر چند صاحب نے داخل طلب کی۔ لیکن کون ملتا تھا۔ لاکر جا کر ادھر ادھر دوش نے پھرتے تھے۔ لیکن داخل کوئی نہیں لاتا۔ انہیں یہ سب کچھ جانتا تھا کہ از پریش کیونکر اپنے دل جانی کے ساتھ دیکھ سکتی تھی۔ مگر وہ اہل انگون کے ساتھ داخل کا کار ہو جا کر اور دیووں چپ کھڑکی یہ تماشہ دیکھتی۔ نہیں نہیں اس سے ہرگز یہ ستم نہ دیکھا جاتا پیار سے ناظرین آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ صاحب کے دل پر اس حد سے کیا کچھ غم نہ گزرا ہو گا۔ صاحب بہت جھنجھلایا۔ تو ایک نوکر نے داخل لاکر دیا۔ بابو یہ دیکھ کر کھجور لیا۔ اور دلیں تصور کیا کہ اگر صاحب کے دفتر میں اس وقت داخل ہو گیا تو یہ کیا جا پڑے گا۔ لیکن یہ بغاوت کھیل گول سے تیار کیا۔ اسے تو پہلے سے دامن اچھٹن کا پیشک صاحب کے دفتر لیا۔ اور ہمارا دو جوان گول کو درنگ کر لیا۔ اور نکر کے ساتھ جو چینی کی مٹی۔ وہ اسکا آتہ پکڑ کر دوڑا چلا گیا۔ صاحب بھی گول کو دایکین کچھ ایسا پاؤں مچھلا۔ کہ جس کے صدمہ سے سرخ آگئی۔ یہ وہاں کو کپڑ کر دیا کہ اتنے وقفہ میں ہمارا دو جوان دوڑ کر نکلیا۔ صاحب یہ رنگ دیکھ کر آگ بگول ہو کر بیٹھ کر چلا آیا اور تمام دن اس کا سرخ و غم میں گزارا۔ دوسرے روز تمام اپنا معمولی اجاب بند کیا اور وہ بیت جا۔ تنگی تیار کر کے لگا۔ لیکن وہیں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا کہ ہمارا اور دایکین میں فیصلہ نہیں ہوا۔ اس کو آواز دیا کہ ہمارا ہمارے صاحب کو رتار سے دیکھو۔ اپنے محترم ادا کے کہ وہ لا ملتا۔ اور نہ ہو گیا۔ اب اس ستم کو دیکھا کیا کیا حال ہو چکے ہو۔ ہم صاحب رو رو کر اپنی جان کھو رہا ہے۔ ابراہیم لاکھ اس کی دیکھ کر تباہ ہے۔ لیکن وہیں کی مقررہ کار کے

نہیں میں سہارا نوجوان میکس میں بلایا گیا اور یوں بات چیت ہوئی۔ اور نوجوان اسے
 بے تکوین جیسے ہوئے کہ تم گھر سے نکلے ہو۔ شکر ہے کہ اب بھی تم نے جبر نہ کیا۔ ہم رو
 پیٹ کے بیٹھ رہے تھے۔ اور تمہارے باپا تم سے نہایت دھم دھماکیں لے رہے تھے اور کہتے ہیں کہ
 میں اس کا منہ دیکھوں گا۔ نوجوان اسے جس انداز میں بات کہتا تھا وہاں سے کہ ہماری باتیں
 بندش ہو کہ ہم بڑے کام کر رہے ہیں۔ اور نوجوان اسے تو پھر تمہارے کیا بندش تھی جو
 تم یوں چھپ کر چلے کر گئے تھے تمہارا ماں بھی کسی کا دیدہ ہو گا۔ نوجوان اس کا جانی میں تو صاحب کے
 پاس جانیکر مرض کیا تھا۔ لیکن یہ کہ صاحب مجھے بلایا تھا۔ لیکن باپا جان تے وہاں جانیکر اجازت نہ دیا۔
 آخر ان تک ہو کر کیا کر بیٹھتا ہے۔ اور نوجوان اسے بغیر صاحب کو تمہارے دلیں آئے۔ وہ کہہ کر وہ
 میں کچھ نہیں اسے چھٹی تو ہونے میں آ کر تو باہر سے بلایا۔ چھٹی تو دوسرا کئی۔ اور نوجوان کے پدر کو
 بلایا۔ اور نوجوان نے گھر کے باہر کی راہ لی۔ اور نوجوان اس کے سجاد کہاں گیا۔
 پدر نوجوان اسے آگیا تو پھر میں کیا کروں۔ اور نوجوان اسے تنے تو ایسے میرے پن سے کہہ رہا کہ
 جیسے لیکن اتنا ہی نہیں۔ پدر نوجوان اسے ایسے آدمی سے بات ہوا نہیں کرتا ہوں۔
 جو اپنے کہنے میں نہ ہو۔ اسکا بیچ ہمارا کیا کرتی ہے۔ وہ آپ کلپرے اور زنا پھرنا
 ہے۔ اور کتنی رنج و الم سے کہہ کام آج کدھر کا چاند نکلا۔ ذرا سی بچے بتائیے تو اب کس تک
 نہیں لگی۔ تو داپس چلا آیا۔

پدر نوجوان اسے اسکا ایسا ذکر کی کون ضرورت تھی۔ جیوں اور دہرا پھرنا ہے
 اور نوجوان اسے کہیں کیا ہو گا۔ نہیں کیا۔ تم کیوں مارتے ہو کہ اس کے پیچھے پڑے ہو
 پدر نوجوان اسے تمہارا ہوا تو بگاڑا ہوا ہے۔ میرے سامنے اسکی باتیں نہ کر جو بگاڑ دیر
 آنکھوں سے خون ٹپکتا ہے۔ اسکی آنکھوں سے عورت کا پانی ڈبل گیا۔ تم اس کا رنج
 کرو۔ جب ہوا تو تمہارا یہ حال ہو رہا ہے۔

اور نوجوان اسے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو سوچتے
 کہئے۔ وہ میرا ایک نہیں سنتا۔ میرا تو برا حال ہے آج مرے کل دکھ
 دن میں تو کوئی دھم کی جہان ہوں۔ یہ تو میاں یہو سکا دو لون
 آپ میں باتیں کرتے کرتے کہہ کہ ایک دوسرے سے جھگڑا ہو گئے۔
 اور چارے نوجوان میں اور پھر علی صاحب میں یوں باتیں شروع ہو گئیں۔

اصغر علی بھیجی آپ کے گم ہو جانے سے سو بگو نو نکم ہر لٹن کیا مٹا دیکھے والد کو کئی مرتبہ مجھ پر آکر زہن
 چوکے لیکن میں نے ان سے عرض کر دیا کہ اسے حضور کہیں اور نہیں گئے ہونگے۔ انکا اس کہنے پر
 بھی بھڑ آیا۔ اور رونے لگے تمہارا والد صاحب کا الگ دم نکلا جانا ہے تمہارا صدقہ نے اور عمار بنادیا
 البتہ انکو تمہاری جدائی کا کچھ ایسا حد نہ ہوا کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا تمہاری بیوی چھوٹی جاتی تھی
 جس میں یہ تحریر تھا کہ صاحب مجھ پر سبقت مہر بانی فرماتے ہیں اور ہم صاحب نے اپنے پاس ہی مجھ پر رکھا ہے
 اسکے سننے سے بڑی خوشی و نگو حاصل ہوئی تھی۔ لیکن پھر ایک نواز شاہ آیا کہ کچھ عرض نہیں کر
 سکتا جبکہ دیکھنے سے ایک تم کا رنج و الم ہوا۔ بھیجی وہ کیا بات ایسی ظہور میں آئی۔
 کہ جیکے باعث صاحب خفا ہو گئے۔ یہی عرض کر دیا۔ نہیں معلوم صاحب کسوں
 نے وفہ نہ ہی ایسا بھڑ کا دیا۔ کہ مجھ سے بول خفا ہو گیا۔ کہ میری جان کا دشمن ہو گیا۔
 اصغر علی۔ آخر کیا وجہ ہوئی کہ وہ پیش تو سب تمہارا کردیدہ تھا۔ لیکن یہ ایسی خفا کی باعث
 کیوں ہو گیا جو حدیں مجھ سے اور آپ سے ایک بات پر تجاوز ہو گئی تھا۔ اسکا یہ باعث ہو کیوں تھا
 جہتے تلو کہا وہ سچ تھا خدا نے میری جان بچائی ورنہ صاحب مجھ کو ایک روز تو مار ہی ڈالتا تھا اسے کیسے
 صاحب روٹا اور فریاد کیا کہ ہم وہ ولایت چلا گیا۔ اسے اب میری زندگی کا قہر یا مشیر کی گنہ
 گزر گیا۔ ہسکول لنگے کا کچھ لطف نہ ہو۔ تمام زندگی کا باقی حصہ رتے رتے ہی گذر گیا۔
 انہیں معلوم صاحب حیدر سے ولایت کو تشریف لیکے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے دل کو کیا ہو
 گیا ایک لحظہ قرار ہی نہیں۔ یوں تو دل کی بھڑار سے تھوڑا کر گئی ہے۔ لیکن کیسی یاد
 آکر میرے پہلو میں لوٹ جاتی ہے اور مجھ پر دلوں بٹا بٹا ہوا ہے۔ اور تیار کرنے وہ
 انخا ہے کہ جان کا بیکر چھوڑ گیا۔ اصغر علی بھائی فکرمظہم ہے کہ مجھ پر ولیم صاحب کے اڑنے سے
 نے آنت برباکی ہے کاش میں انکے جمال اور فریب کی پرکشش نہ کرتا۔ تو تبہ عقاب لیکن اب تو دل چلے
 ایک تنگ نے چھین لیا۔ اگر اس نے قدر افزائی کی تو خیر ورنہ میری زندگی کا باقی حصہ یوں ہی روئے
 رہے میں گذر جائیگا۔ اور جس کی سلا کی آذر میں جان دے بیوقوفانگہ۔ پتہ بھائی
 اس دل کی بدلت جبر حال ہو گیا ہے۔ جنہیں خوب پوسے طور سے معلوم ہے
 اصغر علی۔ اچھا بھائی اب کیا کیا جلتے آئی تو وہ حالت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں کہہ سکتا ہم صاحب
 کو صاحب لیکر ولایت سدا رکھے میرے پیارے دوست کو بھلا ناڑ بٹا چھوڑ گئے۔ اب کہ
 یہ عزیز کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ دلوں کیسے تھکے۔ ہم کو کی صورت

آپنی بیوہ کی اور نکالیں گے۔ سجاد حسین میرے بھائی میں کیونکر بے تاب دل کرتی
وہے مکتا مول نہ بجز اسکے کہ اپنی جان دے دوں۔
جان ویسے تو دیدوں مگر اتنا ہے خیال وہ کہیں کہ ستم میرا اے عجب یا نہ گویا
اصغر علی۔ وہ حضرت جان دینے سے کیا ناپید؟ آپ صبر سے کام لیجئے۔ اگر خدا کو منظور ہے
تو آپ کو اس عمر میں ایک دن ضرور کامیابی حاصل ہوگی اور جو شخص فردنی سے کام لیتا ہے
انکی اللہ تعالیٰ ضرورت کرتا تھا مجھے امید تو یہ ہے کہ آپ کامیابی سیکور جہیں اول نمبر پر
سجاد۔ میں کیونکر اول نمبر لے سکتا ہوں۔ میری تقدیر جہاں اسی کا مال ہے۔ کیوں نہ ہو جی میری
آرزو کی بیل کو چمن دلا سے تھا کہ کوئی نیکیا اور میں اندر سے کیا وہ؟ ہتھ مٹا رہ گیا۔
انھوں نے سون بہتا ہوں میرا گھر نا والا دل آٹھ پہر کسی کی جدائی سے بے تاب رہتا ہے
مجھ کو تو کسی کی ذمہ پیمان کا الپ خیال ہے۔ لیکن میرا کوئی نہیں سنا۔ کیونکہ کچھ بے نتیجہ
کہ میں ہر دم بھارت ہوں۔ اور میں اپنا مجبور ہوں کہ کچھ کہ نہیں کہ نہیں سکتا۔ ستم و ظلم کی رہ چڑا ہے
کہ میں ہر دم آٹھ آٹھ آٹھ دیکھا کیا۔ کہ میرا کون نہیں سنتا۔ یہ کیونکہ کچھ ایسا ہے کہ
میں بیان نہیں کر سکتا۔ میری آہ و زاری پر چند ان کیونکہ توجہ نہیں ہے وہیں خاتون کی
کچھ ایسی کھٹک ہے جو کہ بیباں بنا رہی ہے جیسے کسی دل شیدا کا دل کو جاتا ہے ان حیلوں کی سفت
کی نوک پلک ہوتی ہے۔ پیارے دوست اگر شکوہ میری ذمگی و رکاز ہے تو میرا کچھ کر۔ ورنہ
میں تو جان سے چھل میرے دل میں کچھ ایسا اسکے حق خدا داد نے انہوں پر حد کر بیٹھا ہے
کہ مجھ کو دنیا سے ٹھوکیا۔ میری آوارگی نے اب بہت ہی صراحتاً ہے میں نہیں کہ مکتا کیونکہ
میرے پیچھے آٹھ و ہو کہ پر تھا ہے اصغر علی اسے بھائی تم تو بے تاب بیکار ہوتے ہو خدا کو منظور ہے
تو اب کوئی کل کھلتی ہے اور وہ حیدر سائے آکر جو بیٹہ جاتی ہے اور اپنے من جان فرما کہ
دلو بھائی ہے پڑ پڑی اپنے دلو تو اس کیجئے۔ سجاد۔ پیارے بھائی آپکی بھی بات کیا میں میرا دل
میرے قابو میں نہیں یہ تو کیونکہ قابو سے نکل گیا۔ اب میں کیا کروں ہر دم میرا دل اوجھتا ہے
اور کسی دلیا ہو تو شکوہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ نازنین کہاں۔ یہ صرف میرا خیال ہی خیال ہے میرا تو
اب جی تھک ہو گیا۔ اور کسی سنگ و کچی جدائی سے پارہ پارہ ہو گیا
لیکن وہ کہاں۔

اصغر علی۔ پیارے بھائی تبار کی بیٹی بی بی دل نے مہارے اہل قریب کے مرٹ رہا۔

وئے ہیں۔ اٹھ پھر آچو اسی خیال دیکھتے ہیں۔ اگر آپ کے دشمنوں کے یہی طور رہے۔
تو خدا جانے کیا حال ہو۔ آپ کو سمجھایا جاتا ہے کہ دلوں کی تسکین دے کر کوئی نتیجہ بہرہ و سوا کا
سر جیتے۔ دیکھئے آپ کی بدولت آپ کے بڑے گوارہ مہر سے کس قدر ناخوش ہیں۔
اصغر علی تو یہ باتیں کر کے چلا گیا۔ اور مہاراجا نوجوان اپنے کمر میں منہ سرپیٹ پڑا۔

شامیسوں باب

افسوس مہاراجا اول تو کسی نے پہلو سے نکال لیا

مٹی اسکی خبر تو نے مساجد بیمار فرقت نے قضا کی۔ ہمارے اول کی ہیر دین دین اس وقت
جایاں کے ایک ایلیہ نگار جم میں آدم کرسی پر لیٹے ہوئے دل ہی دل میں باتیں
رہی ہے۔ اور اس کے دل کی بیکور کا صاف تیار ہی ہے۔ کہ یہ کسی دلربا سے جدا ہے
اس کے درد فرقت کا آزادانہ اسکے محرم کو تر پارا ہے۔ بار بار درویش بدل رہی ہے
اور کبھی گھبرا کر یوں بولتی ہے۔ دیکھو ابراہیم تم مہکنا حق اطمینان دلاتا ہے اور ہمارے
دل کی تسلی کرتا ہے۔ مہکنا کا یقین ہے کہ بابو کا اب ہمارے پاس آنا بہت دشوار ہے
چھپ کر مجھ کا طرح پاس وہاں۔

ابراہیم نہیں۔ حضرت انشا اللہ تعالیٰ وہ ضرور یہاں آئیں گے۔ کیونکہ انکو خود آپ کا
میت زیادہ ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ آپ کی چھٹی نے بہت بڑا اثر کیا ہوگا۔ جو آپ نے
جایاں سے روانہ کیا ہے لیکن آپ ان کے مزاج سے خراب واقف ہیں۔

ایلیہ۔ ابراہیم خراب جانتا ہے۔ ابراہیم اپنی جان دیتا ہے مائے وہ نہیں آئے گا۔ افسوس
مہاراجا اول تو کسی نے پہلو سے نکال لیا۔ اور ہم چپ کھڑا یہ تماشا دیکھا کیا۔ افسوس
مہاراجا اول تو امت نہ کر سکا۔ کہ ہم انکو منع کرتا۔ کہ تم اپنا دل نہ چھوڑو۔ لیکن کچھ ہم
ہم گھبرا گیا۔ کہ ہمارا زبان بند ہو گیا۔ تنہا کہ ہم کو ایک الفاظ زبان سے نکالنا دیر
ہو گیا۔ ہم جا ادا وہ اپنی جان دیتے کا کرتا ہے تو کسی کا آرزو کر مہکنا منع کرتا ہے
اور کہتا ہے۔ کہ تم ہمارا سنا جیٹھا کھائے۔ اور ہمارا جی جان کو پیٹے۔ جرجان دیتے کی
ادھر کرے۔ پس ہم اس لعنت سے مجبور ہے۔ کیوں ابراہیم کیا یہ دل سمجھی گئے
سنا فقیر نہ ہی پیش آتا ہے جس طرح مہاراجا نے نصیحتیں آتا ہے۔ نہیں ہم جانتا
ہے کہ اس نے مہکنا کو روزل کا عورت سمجھ لیا ہے۔

امیر ایسم۔ آپ کیا غضب کرتی ہیں۔ اگر وہ بھی دشمنوں کو خبر ہوئی تو جانے کیا بد نازل ہو۔ اور آپ کو بھی وہ سازج ہو گا۔ صاحب نے اس مقام پر آؤد جار کا کیا ہے۔ اس ایام میں ارد کو منظور ہے تو باوجود صاحب اس میں گئے۔ اور آپ کے بیقراروں کی تسکین ہو جائیگی۔ ورنہ یونہی آپ تڑپیں گے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔

وہیں۔ ہم نے آج تک تمہارا کہا نا۔ لیکن اب ہم سے صبر نہیں ہو سکتا۔ ہم کیا کر سہا تو باوجود کے واسطے دم نکلا جاتا ہے اگر تم سے اس دو چار روز میں باوجود کو لایا جائے تو لاؤ۔ ورنہ ہم وینا سے جاتا ہے اور ایسم بہکدو کا بیقرار ہو اب ترقی پر ہے۔ ہمارا دل اس درج پر نہیں ہے جیسا سب ان کو ہوتا ہے۔ تم بہکدو اگر ابھی ایک چھرمی دے تو ہم تم کو اپنا پہلو چیر کر دکھاتا ہے۔ جب تم کو یقین کا مل ہو گا پھر کینکر بہکدو قرار سکتا ہے۔ کہ جب ہمارا دل ہی قابو میں نہیں۔ اور ایسم تم ہرج صاحب سے رخصت ہو کر باندھ کو جاؤ۔ اور بہکدو مرتے وقت باوجود کی پید سی عدوت لا کر دکھاؤ۔ تاکہ آسانی سے ہمارا جان نہ لے۔ ورنہ ہم یونہی تڑپتے تڑپتے جی سے گذر جائیگا۔ اور آپ لوگوں کا کچھ نہ جائیگا۔

امیر ایسم۔ یم صاحب میں تو بیشک ابھی چلا جاؤں۔ لیکن صاحب مجھ کو کیوں جانے کی اجازت دینے لگے۔ ان اگر آپ کچھ جلد کر کے پھیریں۔ تو میں البتہ جا سکتا ہوں۔ وہیں۔ اگر تم سے کوئی بہانہ ہو سکے۔ تو بیشک صاحب سے کہہ کر بھیج سکتا ہے۔ اور صاحب کا چھوٹا بھائی جاپان میں صاحب سے ملنے کو آ رہا ہے۔ اس وجہ سے وہ تمام جاپان کے گئے ہیں۔ اسی اثنا میں ہم جا رہے ہیں۔ کہ تم باوجود آئے۔ تاکہ ہم ایک نظر اور اسکو دیکھ سکیں۔ ورنہ کون مرنے کا ہے کون جیتا ہے۔

امیر ایسم نے صاحب کے پاس جا کر وہ فقر گزرا کہ صاحب اس کے دام میں آ گیا اور اسکو جانے کی اجازت دے بیٹھا۔ امیر ایسم نے یم صاحب سے رخصت ہو کر باندھ کی راہ لی۔ اور وہاں پہنچ کر صفر علی سے ملا۔ صفر علی نے کہا کہ باوجود صاحب کا ایک ہتھیار سے پتہ نہیں ہے جلد سب پریشان آنی تلاش میں سرگردان ہو رہے ہیں۔ نہیں مہم انکو کیا خط ہوا ہے۔ یہی بھوک تو انکے اطوار سے تنگ ہو گئے۔ ان یہ تو فرمایئے کہ اب یم صاحب کہاں ہے۔

ہر ایک میں۔ میں تو انکو جاپان چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ الگ جہان دیتے کو طیارہ میں پہاں بابو صاحب
 اپنے تئیں اب کر دل تو کیا کروں۔ اگر ہم صاحب کو جا کر نا اسید کا کی خیر دوں۔ تو دشمنوں کو زندگی اور
 خود بھر ہو جائیگی۔ اور ابھی جہان دیتے کو طیارہ ہو جائیں گی۔ یہی ہماری جان فنیق میں ہے
 اب آپ فرمائی کہ کیا کروں۔

صفر علی۔ بھئی میں کیا رائے دوں۔ میں اتنی تلاش کر نیکر نکلتا ہوں۔ اگر وہ کہیں مل
 سکے۔ تو میں خود بیکر جاپان آؤنگا۔ اور قدیم ہی حاصل کر دوں گا۔

ابراہیم تو یلوس ہو کر جاپان روانہ ہو گیا۔ اور صفر علی نے اپنے کر و لواح کے
 شہر میں تائی سمجھوں کو تلاش کیا۔ لیکن عشق کے دیوانہ کو شہروں سے کیا کام۔ وہ تو
 جنگلوں میں ڈونڈ دل پڑا پھرتا ہو گا۔ حبیب، صفر علی یا یلوس ہو گیا۔ تو گھر واپس آ کر
 محبوب ہو کر بھیر رہا۔ ایک روز شام کی وقت حضرت دھشتانہ طور پر رستہ پر ہوا کیاں اڑ رہا
 میں۔ شریف لائے۔ صفر علی یہ رنگ دیکھ کر رویا سا اور بڑا افسوس کیا۔ اور
 کہا کہ کیوں بھئی تم نے کیوں اپنی یہ مٹی خراب کی ہے
 سچا وحیدین۔ ارے بھئی اب کیا دل کی بے چینی کو پرچھتے ہو۔

نائل حال کیا مہم تمہیں میں نیم جہان اپنا
 پیارے دوست میرا تو حیدر تکیب ایک یورپین لیڈ کمانے لٹا اور میں حبیب
 کھڑے تماشہ دیکھا کیا۔ افس میں تو اب کسی کے حق پر از خود رقتہ ہو گیا۔ کہ اب میری
 چارہ دستی بہت مشکل ہے۔ ان میں بھڑولا کی الگ ہے مروتی بنے۔ یعنی عبور نہ می شکل
 دکھانا شروع کی ہے۔ والد صاحب کی حالت تو آنکھ پورے طور سے
 صدم ہو گئی ہے۔ پھر میں کس رستے پر گھڑیں مہر ملتا ہوں۔ پیارے صفر علی اوقت
 ڈونش می گو رہا ہو رہا کیا یہ غزل میرے حب حال ہے گویا مصنف نے میرے ہمارے
 تصنیف کر کے رکھی تھی۔ صفر علی کو دیکھا کر
 غزل

زہین و زمین ہے اپنی اور علم ہے آسمان اپنا
 کچھ ایک ہو گیا غنا محمد سے اب جان جہاں اپنا
 تقدیر جسے سویا ان دونوں پارب کہان اپنا
 نہیں دیکھا کوئی میں جہاں اپنا
 نہیں لیتا خبر اگر کبھی وہ داستان اپنا
 اڑ کر نہیں کیوں دل پر اس بیت کے نمان میری

اگر یہ کات لوگے اف نہیں میں منہ سے کر نہ کیا
 کیسی اور دفرقت نے تیار ہے مجھے اب
 کہوں یہ بیکیوں سے اور مذاول میں کس کو
 شریک و مصیت نہیں ہذا کوئی آکر
 کچھ پس ظلم پر باندھی کمر میں سے گھر
 اصغر علی۔ نہجی دوسرا تیر اشرف تو آپ کی جہا جوت کی خبر دے رہا ہے یہ تو بالکل اپنا
 کی رائے کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ بے تاب ہیں۔
 سجاد حسین۔ یہ کیونکر بانی بنا جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ تیار ہیں۔ اگر انکو میرا کھانا
 بھی پرواہ نہ ہوئی۔ تو آج تک جھڑپ نہ ہوئی۔ شاید وہ میرا امتحان لیتے ہیں۔ حبیب
 اس غزل کے چوتھے شعر نے صنف کا حال ظاہر کیا ہے۔ میرا بھی تو یہی حال ہے حیدر
 شورش کو میرا ذرا بھی خیال نہیں۔ اصغر علی۔ چچا جیجی ہم آپ کو جھڑپ سے آئیں سنائیں
 جیسا تو آپ کی حالت سالم ہو جائیگی۔ یا پھر بھی حال رہیگا
 سجاد حسین۔ ان کیوں نہیں میری طبیعت ٹھیک ہو جانے کی۔ پر کوئی ایسی ہی
 جان فرا ہو۔ کہ دل کا غنیمت لکھا دے۔ اصغر علی ماں بہ بات ہے۔ سنو تم کو میرا صاحب
 جاپان سے بلایا ہے۔ براہیم آیا تھا۔ اور اسی روز انکی ایک جھڑپ بھی آچکے نام آکر یہ
 ڈاک جاپان سے آئی تھی۔ وہ بھی لاکر آپ کو دیتا ہوں۔ پھر کیونکر اس نسبت فرنگ کو
 یونہی تصور کر لیا جائے۔ سجاد حسین۔ اسے صاحب کیوں سنہی کرتے ہو۔ میرا صاحب
 جاپان میں کہاں سے آئیں۔ وہ کوئی غیر کا پہلا گھر گئے ہیں پھر سے اور اڑ رہا ہوں لا گیا۔
 اور میں میرا سخت ناراض اس ناراضی کو چھانک کر لے اڑا اور مجھ کو یہاں ہی تنہا رہتا ہوتا چھوڑ
 گیا۔ اصغر علی۔ پیارے دوست میں سبج عرض کرتا ہوں۔ کیا میرے کہنے کو آپ
 بالکل نوبت سمجھتے ہیں۔ سجاد حسین۔ کیا سبج سبج یہ بلائیں وہ جو گھر پہنچے بلا ایسی کہیں
 تقدیر میری۔ اصغر علی۔ میں سبج عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ کو میرا صاحب نے بلایا ہے
 پس وہاں کیا تھا۔ جہاں تو جہاں اس فردہ روح افشا کو منکر باغ بارگاہ ہو گیا۔ اور اسی
 وقت کپڑے اصغر علی نے بدلوائے اور خیر شیوہ وغیرہ سے خوب آراستہ کیا اور
 دھچکی آندہ جاپان تک کو ہلا کر مہارے کو خراج کو دیا۔ جبکہ وہ منور ہیں۔

حب
کا اور
میں

میں

نے
تو
ر
اڑ رہی
اور

اپنا
پا
سما
کل
سے
قت
اور

اپنی
اپنا
اپنا

چھٹی

چاپان ۹ مئی سن ۱۹۰۸ء

میکو پھول جانے والے بابو شادرمو۔

پیارے بابو انوس تم ہم کو اس آفت میں نصیب کر بیٹھ رہا۔ ہمارا صاحب نے مارے مارے برا حال کر دیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ تمہارا ہم پر کیسا دل تھا۔ کہ تم نے ہمارا جھونٹوں منہ بھی خیر نہ لیا۔ انوس اب تم بہنو کر رہا نہ پائیگا ڈیر بابو۔ ہم کو پھول جانے والے بابو تم بڑا پیار دت لکھا۔ انوس ہمارا تو خیرت سے بہت حالت سقیم ہو رہا ہے۔ پھر تم کو کچھ بھی خیال نہیں۔ اب ہم کوئی دم کا جہان ہے اگر تم سے مل سکے کہ بہنو اپنا صورت دکھا سکے۔ تو تو اس سرے وقت آ کر دکھاؤ۔ ورنہ تم ہمارا خیر سیکھا۔ کہ وہیں نے جان دیا۔ بجز انوس کے پھر کیا ہو سکتا ہے آخر کو ہمارے واسطے ماوتہ ملے گا۔ زیادہ اس سے اور ہم کیا تحریر کرے۔ نقطہ۔

سجاد حسین اس جھٹی کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور بیٹیا بھو گیا۔ اور شام کی تیرہن پر اپنے ہمراہ اصغر علی کو میکو چاپان کو روانہ ہو گیا۔

اٹھالیسواں باب

پیارے بابو انوس تم نہ آئے پر نہ آئے

تم مرتے دم نہ آئے مروت سے دور تھا اس وقت پاس آپ کا ہوتا مروت تھا اس وقت شب کے انداز کوئی نو بجے ہو گئے۔ اندھیر مہمات اس وقت غریب صورت دکھا رہی ہے۔ اووے اووے پر دے مریا سے اتنے چلے آ رہے ہیں۔ اور گردوں پر غم کی آغوش چھا رہی ہیں۔

اف اس وقت کیسا سارا جہاں ڈیر و تار یک ہو گیا ہے کیسی مریضہ غم کے دلچر چھائی ہے۔ کوئی سکتے کے عالم میں بیٹھا ہوا غم جہاں سے بیٹیا بھو رہا ہے۔ لیکن براہیم اس وقت صاحب کے پاس بھا رہا ہے۔ اور اس وقت ہم دونوں توجوان کو براہیم سے باتیں کرتا پاتے ہیں۔ پیارے ناظرین آؤ۔ ہم ذرا غلیمہ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ کر ان حضرات کی گفتگو سنیں۔

اصغر علی۔۔ ارے بیٹی! ابراہیم تم اس وقت گھبرائے کہاں پھر رہے ہو۔
 ابراہیم۔۔ دیکھا کرو! اٹھا۔ اصغر علی صاحب! آداب عرض ہے کیا آپ کی مہر اہی میں یا بوجہ
 بھی تشریف لگے ہیں۔ اصغر علی جہاں۔ ابراہیم ارے بھائی! انکو کہاں چھوڑ آئے اصغر علی
 وہ یہاں کے پور تو تک ہوس میں پڑے ہیں۔ اور مجھ کو تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے
 آپ حسن اتفاق سے یہاں مل گئے۔

ابراہیم۔۔ اصغر علی صاحب! بھوکو آپ والے چلیے۔
 اصغر علی سیم صاحب کا مزاج کیسا ہے۔ ذرا انکی حالت سے آگاہ فرمائیے اللہ بڑا مکر ہے
 ابراہیم۔۔ جیسے وہ ہیں بیان کرونگا۔ اصغر علی۔ ابراہیم کو اپنے مہر اور پور تک ہوس کو لے گیا سچا
 ابراہیم کو دیکھ کر خوش سے باغ باغ ہو گیا۔ اور کسی کی یاد آئی۔ کہ جس نے بیمارے کو نوجوانکو
 جھکی کر سنبھلی ہوئی طبیعت تھی۔ پگھلا دیا۔ اور یہ روتے آگے۔ ابراہیم نے سر کو سینہ سے لٹکایا
 اور پیار کیا۔ اور کہا کیوں آپ اس وقت روتے ہیں اور مجھ کو بھار دلاتے ہیں۔ رونے کے بہت
 دن پڑے ہیں۔۔۔ رو جیئے گا۔ بچا وحین یہ جلد شکر منکر مڑا اور یوں گویا مڑا۔
 سیم صاحب وحین۔ ابراہیم مجھ کو تمہاری صورت دیکھ کر نا امید کی ہوتی ہے۔ سچ کہو میری
 پیاری دین کا کیسا مزاج ہے۔

ابراہیم نے اس کے جواب میں اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ اور پاٹ سے ایک کارڈ نکال کر
 دیا۔ چپ چپ سے اس کی قلم سے لکھی ہوئی باتیں اور سیم صاحب کے آگے ڈال دیا۔ سیم نہیں کہہ سکتے
 کہ ابراہیم نے ایسا کیا۔ کارڈ تحریر کیا تھا۔ جس کے دیکھنے سے نوجوان کے ہوش فرد ہو گئے۔ اور وہ
 پیچھے ہٹ کر روئے۔ لکھا یہ عاجز عیب دیکھ کر اصغر علی گھبر گیا۔ اور نوجوانکو سنبھالا۔ لیکن اس کے
 دل پر اس کارڈ کی تحریر نے کھدایا اثر متوڑا ہی کیا تھا کہ وہ ہوش میں رہتا۔ بے تاب
 ہو کر وہیں زمین پر گر پڑا۔ اس حال کو دیکھ کر ابراہیم اور گھبرایا اور چپ کھڑا یہ تماشا دیکھا کہیں
 اور نوجوان نے اسے ناکے کرنا شروع کیا۔ اور کہا کہ اف میری دین اگر تم کو مرنا تھا۔
 تو مجھ کو اپنے انہوں سے سچی دیکر مری ہوتیں۔ انہوں۔

ابراہیم جیسے شہید ہمار کامیورین کا آج انتقال ہو گیا۔ یہی خیر اندگیں ابراہیم نے
 کارڈ تحریر کر کے ہمارے نوجوانکو دکھائی تھی۔ جسکو دیکھتے سے اس کے منہ پر
 ہو گئے۔ انہوں نے لکھا انا ایک شخص ہوتا ہے

ایک مہم۔ بابو صاحب ہم صاحب کے اوصاف میں کیا بیان کر دیں۔ انھوں نے انکو تو کچھ ایسی چند رو سے چپ کر لی ہے کہ کسی سے بات تک نہیں کرتی تھیں۔ جب سے میں نے آپ کے پاس گیا اور آپ مجھ کو نہ ملے۔ لہذا میرا دل آپ کی آہ اور انکڑا امیر کی خبر سنائی۔ جھکے بیٹھے سے انکے دل پر کچھ عجیب صدمہ ہوا۔ کہ وہ تو اس سے زمین پر گر گئیں۔ ہر چند میں نے دلجوئی کی لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ انکو دل پر کیا صدمہ گذر ا کہ وہ ایسی ہمیشہ کیسا سلعے بے ہوش ہو گئیں۔ میں نے صاحب کو خبر کی کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کہ کیا بات ہے کہ انکے دل پر ایسا انھوں نے کس ہیرت نے ہونے کا کہ وہ بغیر جان دے جان پر ہی نہ ہو سکیں۔ بابو جی تنہا رہے واسطے وہ ہر وقت بے چین رہا کرتی تھیں۔ انکے مرنیکا تو ایک اجنبی ہو گیا۔ بہت نجف ہو گئی تھیں۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے ہر وقت روتی رہا کرتی تھیں اور دیکھا کہ کیوں خال مال میرا بابو میری دنگائی میں آئیگا۔ ہوگا کہ ہر چند تسلی کیا کرتے لیکن ان کے دل پر اثر ڈال نہیں ہوتا وقت آپ کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھوں کی رورہ جان نکل گئی۔ پر یہ کسی نے نہ کہہ کہ وہ باجوئے آؤ پھر انکی تنگی در کو لگی رہتی تھی۔ آپ کا آنا گویا قیامت ہو گیا۔

انھوں نے انکی حالت میں کیا بیان کر دیں۔ وہ ایسی رویا کرتی تھیں۔ کہ وہ دیکھنے والو کو بھی انکے روتے ہوئے نہ آجایا کرتا تھا۔ اگر صاحب مدہم کرتے تھے تو کہہ دیا کرتی تھیں۔ کہ مجھ کو اپنی انکی یاد آتا ہے۔ اٹھتی کہہ کر صاحب کو فال دیال کی تھیں۔ لیکن مجھ کو انکے مزاج میں کچھ ایسا دخل ہو گیا تھا۔ کہ مجھ سے کوئی بات چھپایا نہ کرتی تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں کہ کیوں ابرا ہم کیا اپنا زندگی میں بیدار۔ بابو ایک مرتبہ میں دیکھو لگی۔ تو میں سنی کر دیا کرتا۔ اور کہہ دیا کرتا تھا کہ میں صاحب کھیرانی کی کون بات ہے۔ اگر اسکو منظور ہے تو یا کو میں خود دھو تدر لادنگا۔ پر انھوں نے تقدیر پر جبکہ میں خود آپ کے لینے کے لئے گیا۔ اور آپ مجھ کو دال نہ ملے۔ یا اس ہو کر واپس چلا آیا۔ میں صاحب کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ باقی حالات جرم میں قیام بیان کر چکا ہوں۔ وہی اندر میں صاحب اگر انکو سوا کرتی تو سوتے میں بھلا اور چھل پھڑکتی تھیں۔ اور اگر کوئی پوچھتا تو اسکو کچھ جواب نہ دیا کرتا تھا۔ چپ ہو کر مال دیا کرتی تھیں۔ اور یا وہیں ہو کر ادھر ادھر دیکھا کرتی تھیں۔ نہ معلوم کون صدمہ انکو دل پر گذر۔ کہ حسرت نے انکو جو اس باختر کر دیا۔ اور انکو ہر وقت روتے پر آمادہ کر دیا۔ انھوں نے یہ سب سب ہی شوق کی

کارستانیوں میں۔ جنہوں نے انکو یوں دنگی سے مایوس ہو کر اور ان کا
آرزو پر ناامید کیا پانی پھیر دیا۔ اور انکو دنیا سے ناامید کر دیا۔ انکا بھاپن تو آپکے
دلوں کو توں بے تاب کرتا رہیگا اور انکو کھ میں بھی آپ ہی یاد رہیگی۔

ہمارا تو جوان ہے سب وہاں بیٹھا اور نسل ابرو بہار اپنی حشیم شہلا سے
عشق بہا تار مارا۔ اول کہا کہ اندر میں مجھ کو کیا معلوم تھا۔ کہ میری پیاری دین کا سٹیشہ دلبر
میرے عشق کی ایسی چوت گئی۔ جو انکے دلوں کو چکن چور کر دیگی۔ کہ وہیوں جان
دے بیٹھے گی۔ اندر میں کسی ہوا زمانہ کی ایک بیک پلٹ گئی ہے

اس تیر کی یاد فراموش نے بے ہوش کیا۔ یغری یاد ہوئی ہم کو فراموش کیا
میرے دوستو میرے تو ہوش میں صاحب کی مرگ نے اڑا دیے ہیں۔ کیا عرض کروں
میر کا دنگی اب مجھ کو وہ جبر معلوم ہوتی ہے میرے تو اس جبر و رنج کو سن کر ہوش
اور کھانا پینا حرام ہو گیا ہے۔ بھائی ابراہیم پھر کیا بھڑا۔ انہوں نے پھر تو کوئی چھٹی
میرے پاس روانہ فرمائی۔ ابراہیم۔ ایلو یہ تو میں بھول ہی گیا۔ بابو صاحب حبر فر
انکا انتقال ہوا۔ اس کا روز انہوں نے ایک خط مجھ کو لکھ کر دیا۔ اور کہا تھا۔ کہ

ابراہیم اسکو خاک میں ڈال دو۔ لیکن میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ میں صاحب انکا
پتہ ہی نہیں جانتا کہ ان کا ڈال دوں۔ انکی میرا رسیا تو حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ انکو اب

کھ میں بیٹھا وہ جبر ہے۔ پھر میں کس کے پاس یہ خط روانہ کروں کہ میں صاحب یہ سنکر باؤں پر
کیوں اور کہنے لگیں کہ کیوں ابراہیم اگر تم باؤں کا پتہ لگاؤ۔ تو ہم تنکو سب کچھ بخش دیگا
یہ منے عرض کیا کہ انت، اللہ تعالیٰ انکے پاس بابو صاحب کو دھونڈ کر ضرور لگاؤ۔ پر آپ کی بیوی

تو حد سے نڈر رہی جاتی ہے۔ ابراہیم صاحب نے فرمایا۔ کہ ابراہیم ہم کیا کرے باؤں کی یاد نے ہمارے
وہ دہنہ بنا دیا اور اپنی لیلی حشیم کا نمبر بنا دیا۔ فوجان سال ابراہیم۔ وہ رشتہ خط کہاں

ہے یعنی ہم کو وہ علیحدہ دید و سیر کی پیاری دین کے وہ خط مجھ کو کرتے وقت تحریر کیا تھا
جکو دیکھنے کے واسطے میرے پاس آئیں دھونڈ آئیں۔ انہیہ کہنا بہ کیا۔ کیا خط میری پیاری
دین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے کہ ان میں اسکو اپنی آنکھوں سے لگوں۔ ابراہیم کے اپنے
منی بیک سے ایک مایوسی نامہ لکھ کر میرے لئے روانہ کر دیا۔ جبکہ صحنہ یہ تھا۔

پیارے بابو اندر میں تم نہ آئے۔ پر نہ آئے۔ رقم دین۔ حال دین تم کو میں کہاں تو ہرگز نہ

پر نہیں ملو گئے تھے میرے دل پر کیا آفت زانی۔ جینے تو تمہاری تلاش میں کوئی پہلو اور خانہ کما
تیار جا اور تمہارے ہر ہر پیہم سے تلاش کرایا لیکن تم کہیں نہ ملے۔ میری حالت تھی وہ سہرا تھا اپنے
میں کچھ عرض نہیں کر سکتی۔ اندر وہ وقت آگیا کہ میں جان دینے پر آمادہ ہو گئی۔

تم سہرتے وہ نہ آئے مگر وہاں سے دور تھا۔ اس وقت پاس آ گیا ہونا ضرور تھا
مگر اے اللہ! میں کیا کروں۔ کیا اچھا ہو جو تم میری زندگی میں کیوں آ جاتے پس کیا میری تھوڑی
کہان جو تمہارے صورت آنکھوں سے دیکھوں۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔ کہ میری زندگی میں کوئی دن
اور دن کی تو تم سے ملاقات ہو گئی۔ تو اپنے دل کے تمام حالات کہہ سناؤ گی کچھ میرے دل پر حد سے
تمہاری آفت میں گذرے ہیں۔ وہ حالت بھی دکھاؤ گی۔ پیارے بابو دیکھو اگر تم مجھے زندہ دیکھتا
مغفوری ہے تو جیوت یہ میرا عزیز نامہ تمہارا فقر سے گذرے جو ابھی میرے پاس پہلے آؤ۔ ورنہ
بہت بوجھنا دے گا اور مجھے زندہ نہ پاؤ گے۔ اپنی اپنی اوقات میرے دل میں کب دور ہوئے تھے
سے کو جو مجھ کو سمجھاؤ۔ میری جان گئی۔ نقطہ ہمارا تو جوان اس چینی کو بڑھادہ کرے ہوش بریا
اور پتنگ سے پیچھے کر کے گیا۔ اصغر علی نے فیکو کیا۔ اور گلاب پاشی سے گلاب چھڑکا۔
لیکن ہمارے نوجوان کے دل پر کچھ ایسا اثر ملے دیکھنے نے کیا کہ بتایا ہو گیا۔ اور کسی کی یاد
میں روئے نہ لگا۔ اصغر علی نے ویس سو چلا کہ کہیں خدا نخواستہ اب ہنوکہ ششدر کی جان پر آئے
پس بشیر ہو گا کہ یہاں سے سفر کرنا چاہیے۔ پس ابراہیم نے ہمارے صاف ملے رخصت
لیکر باند کی روہ لی۔ ابراہیم اس وقت زور دتا اور کہتا تھا کہ اسے حضور آپ یہاں درمیا
شہر یہی ہے تو حضور کے دیکھ لیں ہر جا لیگی۔ انکے آنے سے وہاں کچھ جمع کیا دیا۔ اس میں سے
ہمارے نوجوان کو ایسا چپک لگتا ہے کہ وہ کسی سے کتا نہیں کرتا۔ آؤ تمہارے رہتا تھا۔
جس کے رونے سے ہر بشر رونا تھا کہ اے عجب دلیریوں آنکھوں کے سامنے یوں اٹھ جا
پھر اٹھ کیا حالت ہو گی، اصغر علی لاکھ لاکھ اس کے دیکھ لیں دیتا ہے کہ اسے وہاں نسبت کہ
آخری حالت بنائے رکھو گے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ میرا کوئی بہتر سہرا
نے گیا۔ میں اس کے واسطے تڑپتا ہوں اس کے ابا دل میرے پاس کہاں ہے کہ میں تم کو کوئی
تعمیت سنوں۔ اپنی کسر قدر سہر میں رہا ہے آؤ آؤ اندھا کی۔ بادل لڑے رہا ہے حشید
قول دیتا ہے۔ اصغر علی اکثر سنی دھڑکی کیا کرتا تھا۔ اور خبر گیری کرتا تھا۔ لیکن یہ وہاں ہی
تاکو میں نہ ہو۔ تو اس میں کیا کرے کہ کسی کی کیوں نہ تھے۔ پھر وقت اصغر علی اس کی

مجھنا نہ حالت دیکھ کر رو دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا۔ پیارے دوست تم اس قدر
کیوں تیار ہو کر روتے ہو۔ اور کیوں اپنا پیار ہی جان کھوتے ہو۔ مرنے والا تو مر گیا
کہیں اب وہ اسکتا ہے چو آپ استدر گریہ و زاری کر سکتے ہیں۔
نوجوان بھی میرا دل میرے قابو میں نہیں ہے۔ میں کیا کروں اصغر علی۔ اچھا
بھئی آپ اس قدر بہتا تا کیوں راکھتے ہیں۔ فوراً میں بھی تو سنتوں۔ آپ کے دل کو صدمہ
لگوا رہے۔ سجاد حسین۔ ان تکراروں سے پھر قابلِ حزن نہ کیوں کرتے ہو۔ بھئی مجھ سے
نہ بولو۔ میں اس قابل نہیں رہا۔ کہ آپ کی بات کا جواب باصواب دے سکوں۔
مضیٰ اصغر علی تو یہی ساری باتیں کرتا تھا۔ لیکن پیارے نوجوان کی پیار سی قلب
دن و رات چو گئی تھی۔ نوجوان کے دل پر نے جو رنگ یہ دیکھا۔ کبھی گریہ
لیکن اب کیا کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے دل پر کسی کی یاد سے اپنا پورا پورا قبضہ
کر لیا ہے۔ ان حضرات کو باطن میں تارے نظر آتے تھے۔ اب اس کی شادی کرنا چاہیے
جس سے اس کے دل کی جگہ چینی لکھ ہو ورنہ اس کا جنون اور زیادہ دھشت کرتی جمع دے گا۔

انتہی جوان باب

شاد کا و غم

شادی و غم کی یکسی دھرم ہے اور کوئی خوش بہادر کوئی مٹے
نہ خوشی چاروں طرف شہتائی پھرتی ہے اور باوجود اٹھایا لگتی ہو اور
اور کسی کے دردوں کو نہ بدست شاد گلی جاتی ہے۔ اس وقت ایک
خوشی کا ہوا ہے۔

مضیٰ شادی کر رہی ہے۔ تمام کسی خوشی کا سہرا لگا رہا ہے۔ سارے مہذب لوگ
بیٹے تاج رنگ دیکھ رہے ہیں۔ ہر ایک شخص خوشی کے مارے میں لاپرواہ
ستارہ ایک لطیف جوانی ہے۔ شہتائی مذاق ہو رہا ہے۔ کوئی تو گھر خارج و فوج
باندھے بیٹھا ہے کہ ہر زمانہ ہر گھنٹہ کا سوگ کر رہا ہے۔ کوئی بیوی خوش یاد رہی سارے
خوش کے آکر مبارکبادوں کے خوش لہجہ میں کہتی ہے۔ مبارکباد و مصفت

یہ شادی کا اسے وہاں مبارک ہو مبارک ہو
و غم کا اسے وہاں غم ہو غم ہو

ہر ایک سے شاد ہو کر والدہ دولہا کی کہتی ہے
 میرا مال ہوا پورا مبارک ہو مبارک ہو
 بلا بیکے دلہا کی کہتا ہے ہر ایک محل میں
 میرے نوشہ کو بھر مبارک ہو مبارک ہو
 صد آئی نلک سے یہ کہا خوش گھر حوروں نے
 بھرتے بھرتے ہیں منہں منہں یہی
 ہوا ہے خوش رونما دیا کا شہرہ اس کے گھر

دلفینہ بھی بھی میرا مبارک ہو مبارک ہو
 جب رنگ نایح ہو چکا۔ اور وہیں کے گھر کا آیا تو لا فاعل نہ ہو گئے گھر تے را کی نیا گل کمال
 لیتا وہ خصل مصداق ہو گئی۔ جو وہاں کے آیا تو لا ساس کے لگا۔ گو ہمارے بوجہ رانی و اولاد
 کی عادت نے ان کو کھانڈا کھانا شہر دے کر دیا جس کے ویٹھنے سے ہمارے بوجہ رانی و اولاد
 ہوئے دلیر اور دو تادمہ لکڑا۔ اور اس کے شاد مامی ہو گئی۔ تیرا علاج کئے لیکن کسی
 کے علاج سے نایید نہ ہوا۔ یہ جیسے اسکی امی کی سوزش طبع منتشر ہوئی۔ سے۔ اتنا
 ہی یہ خوش رہتا ہے۔ دین مژدہ تو اس کے دل میں روز و رات سے پڑھتا تھا۔ اسکی دیوانگی
 نے بمنون کے حال پر بھی حافیہ چڑھا دیا ہے۔ اسکا لاکھ اسکی امی نے علاج کی
 تھیں کہیں آئی ہوئی قصاص لکرتی ہے۔ اسکی امی جان کی آنکھیں بند ہوتے ہی اسکے
 حواس ریختہ ہو گئے۔ اور دور دور کر اپنی جان کاھونے لگا۔ اور یہی ہوش ہو۔
 کہ پتک لپک گیا۔ صر علی اسکی تسلی کیا کرتا تھا۔ لیکن ہمارا والدہ منہا اسکے دلیر اسکی
 نصیحت دلائی تو اتنی۔ ہر دم آفتہ آفتہ انور و یا کیا یہ تلو سی اسکے کہا ٹنگ تر نشی
 دلائی تو اتنی۔ پیارے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان اسکا اندازہ ہر لوگ
 کر سکتے جبکہ کبھی بول اسے واسطہ پڑ ہو۔ پیر بوجہ دل نے تو پہلے ہی اسے گوشہ نشینی
 اختیار کی تھی۔ اب شہزادہ عالم کا کون بھر لے اسے اس عشق سے ہمارے بوجہ دل
 کو کیا دیوانہ بنا دیا کہ اسکی اپنی جان کی خبر نہ رہی۔ جیب دیکھو پڑا رہتا ہے اور دل
 ہی دل میں باتیں کرتا ہے۔ صر علی ایتہ اسکا سچا دوست ہے اسکی خوشی پر
 خوش اسکی ہر پر پر ہیر اسکی خند منگدار کی پر بھی اس نے کوئی سپہوا
 نہیں رکھا تھا۔ آفتہ پہر اسے دل کی تسکین کرتا تھا۔ لیکن میرے بوجہ دل کا
 دل تابو سے باہر تھا۔ وہ کبھی دیکھ کر کوئی خاطر میں لا تھا۔ اسکے دل نے وہ دھرم بچائی

کہ الامان۔ اگر نہ کہ کسی نے کہا کہ اسے بھی سچا و حق کیوں استدر غم لیں؟ کہتے ہو تو
روحین کے سوا کچھ جو اب بھاتا دیا۔ اس کے دیکر کسی سرماجیہ جن نے اپنا پورا سکہ
بیچا لیا تھا۔ اور لب پر چڑھا موٹی کٹاؤ کا تھی۔ اور اصغر علی جب زیادہ کبھی کچھ کہتا ہے
تو یہ کہ اعتنا ہے۔ پسند بیکہ ہے تیر کا لب تک چکا رہوں
ناصحی پس کر کہ اب سہ کو کلیجہ آتا ہے۔

پیار دوست اب نصیحت کو تم یہیں رہنے دو۔ میں جی سے جاتا ہوں۔ میرے دلی میں
اب صدمہ اٹھانکی طاقت نہیں رہی۔ تم کو معلوم ہے کہ جو میرے دل پر گذر رہا ہے۔ انیس
اب تو میرے خیال میں کوئی ٹلک کاستا یا اور رفت رسید نہ ہو گا۔ جب کہ اس وقت
میں ہوں۔ میری صرف آنکھوں میں جانی مٹھ رہی ہے۔ اگر پریش جہ کو اب
ٹلک کہیں ملتی ہوتی۔ تو میں کاہے کو یوں پریشان ہوتا۔ ان کسی کے صحن کی خیزی سے
میر کی جان وہ جگر شہر الہ بکرو تھی۔ میرے دل پر کیا نہ اس عرصہ میں گذر گیا اگر میں میرا
لبس چلتا۔ تم کو اپنا پہلو چیر کر دکھاتا جس نے مجھے یوں بے تاب بنا رکھا ہے
ناتے دل غمیں پر تو صدمے پر صدمے گذر رہے ہیں اثباب دنیا نے میرے
جو اس قتل کر دیئے۔ اور سبکی اذکھی یاد نے مجھ کو کچھ ایسا خود رفته گردیا کہ میں آٹھ
پھر کئی پیار کی یاد کو اپنے پہلو میں دابے بڑھا رہتا ہوں۔
اصغر علی۔ اچھا شفق آخرا اس گریہ زار کا کیا نتیجہ۔ صبر سے کام فرمائیے۔
ملہوف طبع کو دنا اور کیوں غمیں کرتے ہو۔ وہ کام کرنا چاہیئے جس سے آپ
کی طبیعت نرم ہو جائے۔

سجاد حسین۔ پیارے اصغر علی! کیا تو طبیعت کو ناز کی پہنچ مکتی ہے۔ ماشنگ
و مول ناتھ میں رہتے تو میر کیوں یہ حال ہوتا۔

اصغر علی۔ میرے پیار دوست جسے تمہارا دل الہ پرٹا یا ہے ہم تو آئے دن
لئے۔ خدا جیر کرے۔ و شتمو کئی جانی کے نہ لے لے رہیں۔ اصغر علی تو اٹھ کر صبا گیا اور
ایک مدت تک ہمارے پیروں کا پیچہ راکھا رہی۔ زمانہ بلیٹ کیا۔ انگوٹیں ترس گئیں۔
لیکن وہ سینہ اب کہاں۔ بھلا کہیں سوئے جاک بھی جاکا کئے۔ نہ وہ اب ہر آئین
ہے نہ چہل پہل ایک حوضا موش لب آگین بر لگی ہے اس حشت میں سہارا اور جوان

گھر سے نکال کر صندیا۔ لیکن اس پیار کی جس نے ایسا مک خوشی کا ایک ٹکڑا نہ دیکھی تھی۔
 مصیبت زدہ ساتھ ہوئی۔ احمد علی ایک عہد بے تحفہ کا لڑکا ہے۔ اس کی ریامت میں پورے
 کو بیٹا لیا گیا۔ لڑکوں کی بقیہ رہی اس عرصہ میں اور ترقی کر گئی۔ اور اپنے پیر اور دوست
 بلایا۔ اور خود بھی ماں کا بود و باش اختیار کر لی۔ اور یہ کچھ وقت میں بے تاب رہنے لگا
 سہارن پور کی جلالت کی خدمت میں سے یہ کچھ لگاؤ کہاتی تھی۔ اگر کسی کے
 عشق میں مغز نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کسی کی بھولا صورت کی یاد دے اسکو کچھ ایسا
 از خود فتنہ کر دیا۔ کہ اسکو اصلاً اپنی جالی کا جڑ نہ تھی۔ لاکھ لاکھ الکی پیاری بھولا
 الکی دلوں کی کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ دیکھو تم کیوں اندر رہ رہا کرتے ہو۔ قرآن جانوں
 میں کیا کروں۔ اسے اللہ تم کو میرا کیا نہیں مانا۔ لاکھ نہیں کرتی ہوں۔ مگر تمہاری
 بقیہ رہی ہے وہ پاؤں پھیلے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ جو ہمارا کہنا نہ دے
 بھولا کے لئے نہ کرے ہمارا ہی کہائے ہیں کہ بیٹے جو ہماری نہ سنے لیکن اس
 پیار کی اکون منتا ہے اس سے تو ہمت سے بھی نہیں بولتا ہے اگر کبیر وقت پیش
 آتا ہے تو یہ کہہ دیتا ہوں۔ کون پیاری دین کی بیکہ آئیں۔ چلو اچھا مجھ کو۔ اب تم اتنی مدت
 سے کہاں آئیں۔ خوب اپنے شہ کو تیرا یا ہے تم تو مجھ کو یاد دل سے بھول گئی تھیں
 کہ یاد بھی نہ کیا۔ آج یہ عید کا چاند کہہ سکتے نکلا آیا۔ پیار کی تمہارا لڑکا حسن تو میری
 نظر دینیں اب کہہ گیا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ پیار کی اب تم میری یاد بھی بھول
 گئیں۔ میری آرزوں میں کایا و سونم سے کچھ ایسا رو تہ ڈالا ہے کہ اب اسکا تہ تازہ ہوتا
 ڈر کی محال ہے۔ بلکہ ناممکن ہے۔ اب میں اپنا صبر و بردباری سے سامنے پیش کرتا
 ہوں۔ پیار کی اب میں تمہاری یاد میں خاک اور فنا پھرنا ہوں۔ لیکن تمہاری پیار کی
 پیار کی صورت نہ ملتی تھی۔ جان سید اب میں کہاں ڈھونڈوں تمہاری پیار کی
 پیار کی صورت نہ ملتی تھی۔ جہاں سید اب میں کہاں ڈھونڈوں تمہاری تلاش میں اس
 دیار کی خاک چھاننے آیا ہوں۔ پیار کی اولین اب میں کیا کروں اور تم کو کہاں ڈھونڈوں
 اور کبھی یہ غزل گوہر کی بی بی میں نکلتا تھا۔ اور اپنے وطن پر اس نکلتا تھا۔

میر واصل ہو اسکا تو یہ آہ نکال کیوں ہو
 اگر پہلو میں ہو وہ عزت و سرفراز کیوں ہو
 جو ہو وہ جہر ان مجھ پر تو نکل جہر بان کیوں ہو
 مثل وہ چاہئے ایسا سنہرے میں حال کیوں ہو

رہے پیش نظر سب جو وہ خورشید رو میرا
کہیں کسو اے ہمدل سے بھیدا سنی انفس کا
نہاں مغرب میں جو وہ خورشید کیوں نہ ڈالے
تو ہمارا دوست جو ہے وہ ہمارا درد لایوں ہو
تجربے یہ مھر کے آج اذان کیوں ہو۔

نہ ہوگا ان سے بڑھ کر یوں کوئی نہ مانہ میں
بقول کیواسے گوہر کوئی بے خاںماں کیوں ہو

اور کبھی اوچھل کر ہوشیار ہو جائوں سے تو بکر نہا۔ اے خدا میں کیا بے لوانہ ہو گیا ات
میرے دل کی کسی نہ تیریں کی یاد نے کیا انفل جینک ویا ہے کہ میں جان دینے
پیرا مادہ ہو گیا۔ ہمارا زور ان اسی او جھیرن میں بتیا یا ہو گیا۔ اور اسی وقت نے مجھ
آکر گھیر لیا۔ اور بے چین ہو کر گر گیا۔ اسکی پیار کا بیڑ کا درمیا ہوئی ہاں آئی اور دلچا لیا

تیسروں باب

پیار سی

بیمار غش کو کبھی شفا ملتی نہیں
وہ لا وہ مرض ہے شکی دوا
ایک بیمار سے پاس ایک حسینہ بیٹھی بیمار داری کر رہی ہے۔ وہ ادا با مضطرب
ہو ہو کر اصرار بیٹھا ہے۔

حسینہ۔ دیکھو اس پیار کے بیٹیں وارے جاؤں کیا مزاج سے اے سے ابھی
حالت تو اب مجھ سے وہ کیسی نہیں جاتی۔ آپ جیکو کس پر یہ ملٹی میں چھوٹے ہو
بیمار آنکھیں کھول کر رہی کیوں روتی ہو۔ ڈر تھا اپنے دل کو تسکین دو۔
میں اچھا ہوں۔

حسینہ۔ وہ بیٹھے آپ نے مجھ کو یہاں لاکر تنہا چھوڑا۔ میری امی وہاں کیسی تڑپا ہوں گی۔
اس پر اس بیمار نے مجھ کو اباد دیا۔ پھر وہی غفلت سے آکر گھیر لیا۔ یہ
حسینہ لا کھ سے چپن ہوتی۔ ہاں کتا بے چینی کو دیکھتا تھا۔ اتنے میں ایک
شخص نے وہ لادہ بیمار اور کتا کھانچا وہیں صاحب

اما۔ اب ہم چکے کہ ہمارا بیمار دیکھ رہے۔ اور یہ حسینہ اس کا ذریعہ تھک رہی ہے

اور پھرتی سہ کار دولت مدار کا مزاج انصاف پسند ہے۔ اور عزیز بادشاہ کے
 لاکھوں روپے کی کئی غیر ذکی امیر کو دیا۔ ایب کریم انصاف اور عدل کے قریب
 تو آج اس سیاست کا فرائز دیا ہوا ہی نہیں۔ جیسا کہ پیش حال ہے کہ میں نے
 حاکم کا روح کو گدے میں سے پار دیا۔

پہلی ہے وہ جو اب تو چار انکی نادیں
 خلاف انصاف اسکا بادشاہ ہے مخالف کا
 الجہم کر اسکی حد کسی سال سے دوری
 رہے گوہر کوہ ایم شوقیہ بیس اسکا روح کا

اکتیسواں باب

پہلے پہلے سے یہ ہے کہ بید واری جاؤں میں چھو

کون نام کر گیا سید کا
 موت الین پر فتح گیر ہوگی

اس وقت سامنے والے پارک کو تو غضب ہی کا بیچرے جرن عطا کیا ہے ہم روش بر گئے
 رکے انہما انوکھا چلوں دکھا رہے ہیں۔ بادشاہ سامنے سے انوکھیلیاں کرتی ہوئی آگیا ہے
 اور غنچوں کے کالہ میں کچھ چپکے سے کہ کر جلی جاتی ہے۔ سامنے والے گلوں
 میں قسم قسم کے چھوٹے چھوٹے پورے صدمہ ہوتے ہیں سارے شہر میں
 دن دن اپنی بھینچ بھینچ کر شہر سے سبک کر گئے شام بھان گواہی دے کر
 اپنا پہننا دکھا رہا ہے۔

باغیان قدرت کے اس عین کی وہ تختہ بند ہی کی ہے کہ اسکی عاصی پر صانع کو نثار ہے
 ہم نے بنا سے کو جو مدد اللہ کر دیکھا تو ایک لائن کسب کے شوقین باغیوں کی بنی ہوئی
 اپنی عزتی پر اتار رہی ہے۔ اس کے عباد میں ایک اور پہنچ رک رکھائی دیا۔
 جس کی بناؤ گا تو زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ جس خاص بگشتیہ روح

دکھائی۔

روم کا خاکہ ہے اور حیران کن کمرے اور لیبٹن بنی ہوئی نظر آتی ہیں۔
 اس وقت جبکہ ہم پیارے ناظرین ہم آپا کوئے کمرے میں سہبتیال صدر کے نام
 ماوکیا جاتا ہے۔ یوں تو ہم اسکے ایک ایک ڈیڑنیک روم کا نو ٹو لفظوں میں لیمپکر اپنے
 پیارے ناظرین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن مبارک خیال صرف
 اصل مطلب کی طرف راغب کرنا ہوں۔ ہم اس وقت ایک کمرہ میں ایک نوجوان کو
 بستر غم پر چڑھاتے ہیں۔ اور اسکی تیار دار کا میں ایک حسینہ اور بارسکا کو
 معروٹ دیتے ہیں۔

پیارے حالات حد سے تجاوز کر گئی اہلی چھٹی دل بار بار بستر غم پر چڑھتا ہوئی کو پیش
 ہوتی رہی دکھائی دیتی ہے اور وہ دکھایا عورت غم کی مادی کا خاکہ کا استوائی سر کو
 یوں ڈاسے ڈاکٹر کے سامنے کچھ پناہ حال کہہ رہی ہے۔ تاہم بے پناہ تانیہ تو ہمارے
 نوجوان کی بے کس ہو رہی ہے اور یہ ہمارا نوجوان ہے جو بار بار پوچھتی سے سہری
 پوچھتا کہ پیش لے رہا ہے۔ اور اسکی تھا بہت دل سرائے سرائے بھی سر دیا
 رہی ہے۔ اور اس کے دل سے بار بار ادا اور مائے کا نعرہ نکلا جاتا ہے۔ کبھی
 بے ہوش ہو کر گفتگوں میں غم میں غوٹے کھاتا رہتا ہے۔

دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب کیا یہ اچھے ہو جائیں گے
 ڈاکٹر۔ ہن۔ ہن۔ تم گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تمہارے مہتمم ہر اچھا
 ہو جائیگا۔

دکھایا۔ اے وہ تو منہ سے کیا نہیں کہتے۔ اسے معصوم رہ میرا تو آدمی
 ترقی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر۔ نہیں نہیں کھراؤ نہیں۔ اگر اند کو لفظ رہے۔ تو سب رشتہ
 بہت جلد دیکھا ہو جائیگا۔

دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب ان کے دل پہ کچھ ایسا صدمہ گزرا ہے کہ انکے دل کو
 دنیا سے ہٹا دے دیتا ہے۔

ڈاکٹر۔ کچھ پر دہ نہیں کہتے کہ یہ سر نہیں بہت کڑور ہو گیا ہے اس وجہ

سے ورنہ ثابت نہ ہوتا کہ کیا ہے

وکیا ہے۔ اے اللہ وہ تو اب نہ سے بھی نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب میں کیا

کروں۔

ڈاکٹر صاحب۔ دیکھو۔ دیکھو۔ تم بھراؤ نہیں۔ اس بیمار کا یہ رنگ ہوتا ہے۔

چکیا۔ میرے بچے ڈاکٹر صاحب میں کیا اپنے شوہر کو زندہ و سالم لے کر اپنے وطن کو جاؤں گی۔

ڈاکٹر۔ کیوں نہیں۔

وکیا ہے۔ (مریض کو دیکھ کر) اے میرے قدامت خان خطا ہو کے جاتے ہیں۔ انا

السادب میں کیا کروں۔ انکا تو شدت بخاں سے متجاہد کیا، گئے کوئی میرا آرزو کیے جس کو اپنے پیروں سے مل کے پھینک دیتا ہے۔

ڈاکٹر۔ اوماں کا تو عورت کلم کیوں استغفار بخیدہ ہوتا ہے۔

وکیا ہے۔ انا میں خیر ریدہ وکیا تم کی ماں کا آوارہ وطن بے خانان اس بیک سے مل میں کیا کر سکتی ہوں۔ اے میرے تو اس میں اپنا کوئی بھیا نہیں کر

میرا بات نہ چھو۔ اے میرے اوپر تو انا امید کی گئی تھی، بھراؤ جاتا ہے۔ بھول پڑے اسکا زندگیا پر جو میں ان کی دشمن ہوں گی۔ جو میں زندہ رہوں۔

وہ بگڑ گیا اور جاتا ہے۔

ڈاکٹر تو وہاں چلا کر چلا گیا۔ لیکن بیمار سے میرا روجہ جسے قرار اپنے شوہر کے ہینک پر پہنچی مکس لافا کر رہا جسے اور اگلی دوا اور دوا میں زور دار رنل ہر تو بیمار رنگ ہینک پر چڑھتا رہا جس۔ اے میں اسے لے آ کر اور وہاں اسکا دوا کر لیا گی۔ لیکن اسکا بیمار سمیت کو شفا ہوتی سنی ہی نہیں۔

بیمار شش کر کہی ہوئی سسٹفا نہیں۔ وہ مرض لاوا ہے۔ اس کا دوا نہیں ہوگا کہ بار بار آتا ہے۔ اور اسکی بے کس عورت کی انگلیں کرتا ہے۔ لیکن اس کی انگلیوں سے اپنے واسے انوشندہ رہے جس۔ کہ جنہوں نے سنا دینا تھا دولا کی

چھتری کو بھی مات کر دیا ہے۔ اسکو ہر ایک طرف البشہ دیکھ کر دیتا ہے اور اسکی برائی کو دیکھ کر قضا ہوتا ہے۔ لیکن اس اس امر کا شکر دیتا ہے

میں نے اپنے ان کو جاکر کوئی اس کو میری سر دیا نہیں

پ

ان

رہنہ

لے دکر

دوب

انہیں جو اس کے
نے بیچا تھا

نئے بیٹے آئے۔ اگر موت بڑا رکھا۔ اور کہا کہ یہ وقت کہیں نہ آئے گا ہے۔ دوسری طرف سے اور سیکش میں اگر اسکو بھائی پھر اس نے پھار سے لڑجائی کہ سبھا۔

میرا ہے اور سبکدوش میں اگر اسکو سنبھالے پھر اس نے میرا سے تو جوانی کر سنبھالا۔
 ان مل کے رخصت اور وہ عہد میں تسلیم ہو چکا۔ عقیقے میں نے انوار و عہد اور ان میں مار
 ان تمام کے مار مار کر روئے گی جس میں سے روئے گئے ایک ہی عالم کو روئے گیا۔ سنبھالنے

[illegible]

و تو حق ثنا یہاں رہ چاہیو گے کہ تباہی صورت کو میرا انحصار ہے
و تے لگی اربین ہوتی ہیں یہ وہ اب چاند سا بکرا کہاں کہتے کہ ایک باغ پیر
کہ کہتا تھا اس ابد دل کو کیا یہ پیر سے تیار کیا تو مجھ کو جسے تاج ہے پہنا

روٹی مٹی اور
سیر سے لخت
سما۔ لیکن دیارِ علم

میں کی آغوش میں
پڑا کیا وقت نہ سی
رے نوجوان کی
کے

میں نے کہا کہ یہ سب کچھ ہی ہے۔ اس کا سو گئے وہاں بھی نہیں رہو چلا اور جتنی دل کی بات دے لیتا تھا اور اس سے عورت کا منہ نہ کرنا حال میں کہ شکستہ کرتا یا اصرار نہ کرتا۔

یہ کیا ہے تو میں نے نہ سنا ہے۔
 اس کے حسب حال ہوگا۔
 کون مانتا ہے کہ یہ سیدہ
 موتی بالیں بیرون کیر ہوگا
 واقعی اگر تھی تو ایک موتی ہوا
 میں پر روستے والی تھی۔

اور میں نے روئے آج راجاں کر لیا ہے۔ ہاتھوں سے
 آنوا ایک دم نہیں ٹھکتے۔ اور سچ ہے یہ مقام روئے ہوا کا ہے۔ کیونکہ
 یہ دکھیا اب اس یگانہ کے ملک میں کیوں کر اپنی اوقات بسر کر سکتی ہے۔
 روتے روتے دم نہ کھو چکا گیا ہے۔ تمام کمروں میں انکا بیکسی پھرت
 پھرت کر رہتی ہے۔ لیکن اس کی نشانی کرنا اگر فی نظر نہیں آتا۔ جب
 بیقرار رہی اور گریہ و زاری اس میں ملتی۔ حد سے تجاوز کر گئی تو بے ہوش ہو کر
 میت کے اوپر گر گئی۔ بہار اچھا دلایا۔ دیکھ کر کچھ الیب دیر آیا۔ کہ الامان
 لیا۔ انکو اسی حالت میں چور کر کے ہم رخصت ہوئے ہیں۔ اٹ مائے

بے کار نہ ہو۔ سب کو ہر شے سب کا
 فکریہ سب کا کھانا کھانا کھانا کھانا

تلاش

